

ایسی کتاب جسے بارہ سال کی عمر میں پڑھ کر پوٹا سنگھ نامی سکھ نوجوان نے اسلام
قبول کیا اور چودہ اُفق عالم پر امام انقلاب بن لانا عجب اللہ رندھی بن کر چمکا

تحفہ الہند

—: تالیف :—

مولانا محمد عبید اللہ (سابق) اننت رام

غزنی سٹریٹ، یوسف مارکیٹ
مکی دارالکتب
اُردو بازار - لاہور
فون : 7241778

جملہ حقوق محفوظ ہیں

حوالہ نمبر م - د / 97 - 13 / 39

کتاب	:	تحفۃ الہند
مصنف	:	مولانا عبید اللہ مالیر کوٹلوی
اہتمام	:	محمد عباس شاد
ناشر	:	محبوب الرحمن انور
مطبع	:	حاجی حنیف اینڈ سنز، لاہور
کمپوزنگ	:	فراز کمپوزنگ سنٹر، لاہور
اشاعت	:	ستمبر 1997ء
قیمت	:	150/- روپے

بسمہ تعالیٰ
فہرست تحفۃ السند

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	گزارش احوال واقعی	۸
۲	چند ضروری باتیں	۱۰
۳	حمد و ثناء	۱۱
۳	ہدایت کی ابتداء	۱۲
۴	تحریری طور پر کوائف کا اظہار	۱۳
۵	گزارشات	۱۵
۵	باب اول: اعتقادات	۲۲
۶	فصل اول: اللہ تعالیٰ کی پہچان	۲۲
۷	ہنود کے یہاں اللہ تعالیٰ کا تصور	۲۵
۸	اوتاروں کی حقیقت	۳۴
۵	فصل دوم:	
۹	فرشتوں کے بارے میں	۴۰
۵	فصل سوم:	
۱۰	آسمانی کتابوں کے بارے میں	۵۱

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۵۱	قرآن پاک کی خوبیاں	۱۱
	فصل چہارم:	۱۰
۵۶	رشد و ہدایت کے لئے مامور افراد	۱۲
۵۹	معجزات نبویؐ	۱۳
۶۷	سب سے بڑا معجزہ	۱۴
۷۶	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۵
۷۷	حضرت عمر رضی اللہ عنہ	۱۶
۷۹	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	۱۷
۷۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ	۱۸
۸۰	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	۱۹
۸۱	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	۲۰
۸۱	حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ	۲۱
۸۲	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ علیہ	۲۲
۸۴	حضرت اولیس قرنی رحمہ اللہ علیہ	۲۳
۸۴	حضرت بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ علیہ	۲۴
۸۴	حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ	۲۵
۸۵	حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ علیہ	۲۶
۸۵	حضرت مولانا عبدالحی رحمہ اللہ علیہ	۲۷
۸۶	ہندوؤں کے دین کے پیشوا	۲۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۹	برہما کا ذکر	۸۶
۳۰	حکایت	۸۹
	فصل پنجم:	
۳۱	قیامت کے بیان میں	۹۲
۳۲	بیدانت شاستر۔ سانکھ شاستر	۹۵
۳۳	اسلام کے بنیادی اصول	۹۶
۳۴	اسلام کے ارکان	۹۷
۳۵	ہندوؤں کے فرقے کی کیفیت	۹۸
	فصل ششم:	
۳۶	معبودوں کے بیان میں	۱۰۰
۳۷	ہندو معبود کے نام	۱۰۲
۳۸	ہندوؤں کا جواب	۱۱۲
۳۹	جواب الجواب (مسلمانوں کی جانب سے)	۱۱۵
۴۰	صوفیا کے چار طریقے	۱۲۱
۴۱	جواب	۱۲۳
۴۲	قابل توجہ بات	۱۲۴
۴۳	جینی اور سراوگی	۱۲۷
۴۴	حکایت	۱۲۸
۴۵	نانک پنہتی	۱۲۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۴۶	دس گرنتھی	۱۲۹
۴۷	ہندوؤں کے یہاں ستاروں کی حیثیت فصل ہفتم:	۱۳۰
۴۸	اسلام میں مذہبوں کا اختلاف	۱۳۵
۴۹	ہندوؤں کے بڑے مذاہب	۱۳۷
۵۰	پہلا بیدانت شاستر	۱۳۸
۵۱	دوسرا میمانسیا شاستر	۱۳۹
۵۲	تیسرا بنائے شاستر	۱۴۰
۵۳	چوتھا بیشش شاستر	۱۴۰
۵۴	پانچواں ساکھ شاستر	۱۴۰
۵۵	چھٹا پانچل شاستر	۱۴۲
۵۶	فصل ہشتم: دعوت کے بارے میں	۱۴۵
۵۶	ہندوؤں کا اعتراض	۱۵۶
۵۷	ہولی کے تہوار کی حقیقت	۱۵۶
۵۸	ہلپ واداک کی پیروی	۱۵۷
۵۹	اسلام میں مختلف مذہب یا مسلک	۱۵۸
	باب دوم: فصل اول	
۶۰	نجاست	۱۶۲
۶۱	اسلامی عبادات	۱۶۲
۶۲	ہندوؤں کے ہاں نپاکی	۱۶۳

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱۶۸	فصل دوم: نماز	۶۳
۱۷۳	فصل سوم: روزہ	۶۴
۱۷۵	فصل چہارم: صدقہ	۶۵
۱۷۷	فصل پنجم: حج	۶۶
۱۸۱	فصل ششم: ایصال ثواب	۶۷
۱۸۶	ہندوؤں کے اعتراضات	۶۸
	باب سوم: فصل اول	
۱۹۰	نکاح	۶۹
۱۹۰	عورت سے علیحدگی	۷۰
۱۹۱	ہندوؤں کے یہاں نکاح	۷۱
۱۹۴	ہندوؤں کا نظریہ	۷۲
۱۹۵	فصل دوم: حلال اور حرام	۷۳
۱۹۷	فصل سوم: آداب ملاقات	۷۴
۱۹۹	فصل چہارم: کاموں کی ابتداء	۷۵
۲۰۰	فصل پنجم: شرافت، نسب اور پیشے	۷۶
۲۰۶	فصل ششم: عدالت اور انصاف	۷۷
	باب چہارم:	
۲۰۹	ہندوؤں کے اسلام پر اعتراضات	۷۸
۲۲۴	دین اسلام کی خوبیاں	۷۹

گزارش احوال واقعی

اسلام ایک ابدی اور سدا بہار دین ہے۔ اس کے عالمگیر اصول رہتی دنیا تک انسانیت کی راہنمائی کرتے رہیں گے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی اسی دین کو انسانیت کے لیے پسند کیا، ان الدین عند اللہ الاسلام۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مختلف ادوار میں بہت سے غیر مسلموں نے دین اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر اسے قبول کیا اور دین و دنیا کی نجات اور فلاح و کامرانی کی منزل کو پا لیا۔

یہ بھی ایک زندہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے عقل و خرد کی راہ سے گزر کر اور اپنی بصیرت سے اسلام کو قبول کیا۔ ان کی کیفیت ایمان اور احوال زندگی موروثی مسلمانوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ ان کا اسلام محض سنی سنائی باتوں پر نہیں ہوتا بلکہ مشاہدہ حق پر مبنی ہوتا ہے۔

انہی لوگوں میں سے مولانا عبید اللہ مالیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر ”تحفہ الہند“ لکھ کر ایک ایسی شمع جلائے رکھی جس کی روشنی میں بہت سے لوگ منزل اسلام تک پہنچ گئے۔

تاریخ اسلامی کے نامور مفکر امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں لوگوں میں سے ایک ہیں، جنہیں ”تحفہ الہند“ کی بدولت ہی اسلام تک رسائی ہوئی۔ چنانچہ امام سندھی رحمۃ اللہ علیہ اپنی آپ بیتی ”ذاتی ڈائری“ میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا۔ اور ہندو نو مسلم کی کتاب ”تحفہ الہند“ میں نے دیکھی، جو ایک برہمن کے واسطے سے مجھے ملی تھی۔ اس کے مطالعہ کے بعد اسلام کی حقانیت پر یقین کر کے سولہ برس کی عمر میں مسلمان ہوا (ذاتی ڈائری صفحہ 49 مطبوعہ سندھ ساگر اکادمی لاہور)

اسی طرح پروفیسر غازی احمد سابق کرشن لعل اپنی آپ بیتی ”من الظلمت الی النور“ میں اسی کتاب کے متعلق فرماتے ہیں۔

ایک بار میرے ایک مسلمان ہم جماعت نے مولانا عبید اللہ مالیر کوٹلویؒ کی کتاب ”تحفہ الہند“ مجھے مطالعہ کے لیے دی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے میرے ذہن میں کچھ تحرک و اضطراب سا رونما ہونے لگا اور مذہب کی طرف میرا میلان بڑھتا گیا۔ (من اظلمت الی النور ص 15 مطبوعہ مکی دارالکتب لاہور)

الغرض یہ کتاب ”تحفہ الہند“ جو ہزاروں لوگوں کو اسلام میں لانے کا ذریعہ بنی آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے لکھی گئی تھی اتنے عرصے میں اردو زبان نے جو ارتقائی سفر کیا ہے اس کے نتیجے میں یہ کتاب اپنے اسلوب اور مہاورات کے اعتبار سے مشکل ہو گئی تھی۔ لہذا اب اسے ہم نے عام فہم اردو اور اسلوب جدید کا جامہ پہنایا ہے جس سے کتاب ایک عام پڑھے لکھے آدمی کے لیے بھی آسان ہو گئی ہے ہم اسے طباعت اور جلد بندی کے حسن کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔

محمد عباس شاد

اردو بازار لاہور، 18 اگست 1997ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و ثنا

اس ذات پاک کا شکر کسی زبان سے ادا نہیں ہو سکتا جس نے رنگا رنگ خلقت کو پیدا کر کے آدمی کو سب سے اشرف بنایا اور اس کو عقل کا ایسا روشن چراغ عنایت فرمایا کہ جس کے وسیلہ سے وہ حق کو باحق سے جدا کر کے اپنے مالک کی معرفت حاصل کر سکتا ہے اور اگر اس نورانی چراغ کو گرد و غبار اور خواہش نفسانی سے بچا کر اس کی روشنی میں طرح طرح کے ادیان اور مذہبوں پر نظر کرے اور غور و فکر اور انصاف سے دیکھے تو بے شک جھوٹے ادیان اور کھوٹے مذہبوں سے بیزار ہو کر سچا دین حاصل کر کے مرضی پروردگار کا مطیع ہو جائے گا۔ چونکہ انسان کی بنیاد میں غفلت ہے، لہذا عقل کے سچے موتی کا نفسانیت کی تاریکی سے جدا ہونا مشکل ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ کے بموجب حضرات انبیاء علیہم السلام کو سب کا مرشد اور رہنما بنا کر بھیجا تاکہ دین پاک کو سب گندے ادیان سے جدا کر کے عام و خاص کی رہنمائی کریں اور ہر فرد و بشر کو شرک اور کفر سے نکال کر مومن اور دین دار بنائیں۔ خصوصاً ہمارے پیشوا جناب سید المرسلین رحمۃ اللعالمین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کی ہدایت کے لیے بھیجا تاکہ ہم سب کو باپ اور دادا کی رسموں کے اندھیرے سے نکال کر سیدھی راہ پر ہدایت کریں اور آپ نے ماں باپ سے زیادہ مہربانی فرما کر دین و دنیا کا ادنیٰ سے ادنیٰ نفع و نقصان بتلادیا۔ میں ایسے اولین مربی و مہربان پر قربان ہوں کیونکہ اس جیسا نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

اللہم صل وسلم علیہ وعلیٰ الہ وازواجہ واصحابہ اجمعین

ہدایت کی ابتداء

میرا نام محمد عبید اللہ ہے۔۔۔۔ میرے والد کا نام منشی کوٹے مل ہے۔۔۔۔ ہمارا وطن قصہ پائل ۴۲ ہے۔۔۔ میں اپنے باپ کی زندگی میں بت پرستی کے دین میں گرفتار رہا کہ رحمت الہی نے ہاتھ پکڑ کر کھینچا یعنی دین اسلام کی خوبیاں اور ہندوؤں کے دین کی قباحتیں میرے دل پر کھل گئیں اور میں نے دل و جان سے دین اسلام کو اختیار کیا اور اپنے آپ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماں بردار بندوں میں گن لیا اور پھر دوبارہ عقل خدا داد نے مشورہ دیا کہ دین و مذہب کی تحقیق صرف باپ اور دادا کی رسومات ادا کر کے گمراہی کے جال میں پھنسے رہنا کمال نادانی ہے۔ پس یہ خیال کر کے مشہور اور رواجی دینوں کا حال دریافت کرنے لگا اور بلارعیات کسی دین کے ہر مذہب میں فکر و خوض کیا۔ ہندوؤں کے دین کی بخوبی تحقیق کی۔ ان کے بڑے بڑے پندتوں سے گفتگو کی۔ دین نصاریٰ کے اعتقادات کو بھی بخوبی معلوم کیا۔ دین اسلام کی کتابیں بھی دیکھیں۔ عالموں سے بات چیت رہی۔ مختصراً "سب دینوں کو بغیر کسی لگاؤ کے بہ نظر انصاف دیکھا اور ان کو خوب چھاننا سوائے دین اسلام کے کہ خوبی اس کی اچھی طرح ظاہر ہو گئی۔ سب کو غلطی اور گمراہی پر پایا۔۔۔۔ اس دین کے پیشوا جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی خوبیوں اور اخلاق سے متصف ہیں کہ اس کے بیان سے زبان عاجز ہے۔ اس دین کے اعتقادات، عبادات، معاملات اور اخلاق کچھ ایسے ہیں کہ جو کوئی معلوم کرنا چاہتا ہے وہ خود ہی جان لیتا ہے۔ سبحان اللہ کیا ہی دین ہے کہ کوئی بات اس کی ایسی نہیں ہے کہ جس میں معبود حقیقی کی طرف توجہ نہ ہو۔ الحاصل اللہ کی عنایت سے حق اور ناحق دن اور رات یا اجالے اور اندھیرے کی

طرح جدا جدا ہو گیا۔ اور اگرچہ بہت مدت سے میرا دل نور اسلام سے منور اور منہ کلمہ شہادت سے معطر تھا لیکن نفس اور شیطان نے دنیائے بے بنیاد کے عیش و آرام کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ اور ایک مدت تک ظاہری طور پر رسوم کفر میں مبتلا رہا آخر توفیق الہی کا جذبہ بزبان حال فرمانے لگا کہ اس گوہر بے بہا کو کب تک پردہ کے صدف میں اور اس اثر راحت فرا کو کہاں تک حجاب کے صندوقچہ میں رکھے گا اس موتی کو گلے کا ہار بنانا چاہیے۔ اور اس عطر کی خوشبو سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ علمائے باعمل نے بھی فتویٰ دیا کہ دین اسلام کو چھپانا اور لباس اور کفار کی وضع کو قائم رکھنا جہنم کو پہنچاتا ہے۔ سو الحمد للہ ۱۳۶۳ھ / ۱۸۴۸ء میں عید الفطر کے مبارک دن اس فقیر کا آفتاب اسلام ابر حجاب سے نکل کر جلوہ گر ہوا اور اس نے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ عید ۳ کی نماز ادا کی۔ **فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ حَمْدًا** کثیرا طیبًا مبارکا“ فیہ۔

تحریری طور پر کوائف کا اظہار

پہلی بار اشاعت:

مدت سے یہ خیال تھا کہ عوام کے واسطے دین اسلام کی حقیقت بیان کی جائے اور ملت ہنود کے متعلق بھی کچھ کہا جائے تاکہ جو کوئی بھی صاحب عقل انصاف کی نظر سے دیکھے تو اس پر حق اور باطل کھل جائے۔ سو الحمد للہ ۱۳۶۸ء میں یہ مختصر رسالہ جس کا نام ”تحفۃ الہند“ ہے مکمل ہوا۔ چون کہ اس کتاب میں زیادہ تر بیان دین ہنود کا ہے اور بعض ان رسوم ہنود کا جو مسلمانان ہند میں رواج پاری ہیں رد بھی ہے، اس واسطے اس کا نام ”تحفۃ الہند“ رکھا گیا۔ اور اس کی طباعت

پہلی بار لودھیانہ کے چھاپہ خانہ میں عمل میں آئی۔
دوسری بار اشاعت:

اس کتاب میں بعض الفاظ مشکل تھے اور کہیں کہیں عبارت بھی مشکل تھی اور ہر کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ نیز اس کتاب کی اشاعت کے بعد جو بزرگ مثلاً "برادر مکرم شیخ عبدالقادر صاحب وغیرہ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے ان کے عجیب و غریب حالات کو شامل کرنا ضروری تھا۔ اس طرف میرے پر خلوص احباب جناب مولوی شیخ محمد حسین صاحب متوطن قصبہ بنت اور جناب میر احمد صاحب متوطن پور قاضی اور جناب حافظ محمد اسماعیل صاحب متوطن قصبہ بھنبھنہ وغیرہم نے توجہ دلائی لہذا بعض مشکلات کو آسان کیا گیا اور بعض عبارتوں کو ان کا مطلب فوت ہوئے بغیر کم یا زیادہ کیا گیا۔ چند مضامین اور عجیب قصوں کا اضافہ کیا گیا اس طرح یہ کتاب دوسری بار ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء میں محمد حسین خان صاحب کے زیر اہتمام مطبع مصطفائی دہلی میں ہر طرح صحت کے ساتھ طبع ہوئی۔

تیسری بار اشاعت:

چونکہ دوسری بار یہ کتاب بہت محدود تعداد میں طبع ہوئی تھی اور اس کے طالب بہت تھے۔ لہذا اسی نسخے کو برادر محمد عبدالقادر نے مطبع ہاشمی میں باہتمام محمد ہاشم علی صاحب ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۱ء میں طبع کرایا۔

چوتھی بار اشاعت

اس کتاب کی صحت الفاظ و حروف کے ساتھ چوتھی بار طباعت ۱۲۷۸ھ
۱۸۶۳ء میں مطبع سکندری بھوپال میں باہتمام عبدالواحد عثمانی صاحب عمل میں
آئی۔

گزارشات

دانیان صاحب شعور سے امیدوار ہوں کہ تعصب اور طرف داری کو ایک طرف
کر کے بلا کسی رو رعایت کے اس کتاب کا بہ غور و فکر مطالعہ کریں اور جب حقیقت
حال واضح ہو جائے تو حق کے قبول کرنے اور ناحق کو چھوڑنے میں دیر نہ کریں اور
صرف باپ اور دادا کی پیروی سے گمراہی کے جنگل میں آوارہ نہ پھریں۔ خیال کرنا
چاہیے کہ حق تعالیٰ نے عقل کا گوہر شب چراغ آدمی کو صرف اپنی پہچان کے لیے بخشا
ہے تو اس صورت میں آدمی پر لازم ہے کہ دین کے اختیار کرنے میں کسی کی تقلید کا
گرفزار نہ رہے بلکہ جس طرح اس جلد فنا ہونے والی دنیا کے کاموں میں کمال فکر اور
دور اندیشی سے کاروبار کیا جاتا ہے اور اگر کسی صورت میں تھوڑا سا بھی نقصان نظر آتا
ہے تو اس صورت میں اپنے اور بیگانے کسی کی سننا پسند نہیں کیا جاتا اسی طرح بلکہ اس
سے بھی زیادہ دین کے کاموں میں جن کا فائدہ ہمیشہ رہنے والا ہے نہایت تحقیق اور
خوش بجلانا چاہیے اور اندھوں اور باؤلوں کی طرح دین کی راہ میں نہ چلنا چاہیے مبادا
کہ اس غفلت اور نادانی سے ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہونا پڑے

غم دیں خور کہ غم غم دیں است

ہمہ نمہا فرو تر ازیں است

غم دنیا مخور کہ یہود است

بچ کس درجہاں نیاسود ست

ترجمہ۔ دین کا غم کر کہ یہی اصلی غم ہے دیگر تمام غم اس سے نیچے ہیں۔ دنیا کا غم

مت کر کہ یہ باطل چیز ہے کیونکہ دنیا میں کوئی بھی پرسکون نہیں ہے۔
 اکثر ہندوؤں کو یہ کہتے سنا ہے کہ اپنا دھرم اگر ”رئی سان“ یعنی رائی کے دانہ کے برابر ہو اور دوسرے کا دھرم ”پریت سان“ ہو یعنی پہاڑ کے برابر ہو تب بھی اپنا دھرم نہ چھوڑنا چاہیے۔ لیکن تعجب ہے کہ یہ قاعدہ صرف دین اور دھرم کے بارے میں اختیار کرتے ہیں لیکن دنیا کے اکثر کاموں میں بزرگوں کی پیروی کا خیال نہیں ہوتا یعنی اگر کسی کے باپ اور دادا مفلس اور محتاج ہوتے ہیں تو اولاد کو ہرگز یہ خیال نہیں ہوتا کہ ان کی متابعت میں دولت مندی اور نام و نمود کی خواہش نہ کریں بلکہ جس طرح بھی بن پڑتا ہے مال و دولت کے حصول میں نہایت محنت اور کوشش کرتے ہیں اور دین کے معاملہ میں ہر چند کہ اپنے مذہب کا ناحق ہونا اور دین اسلام کا برحق ہونا سورج کی طرح روشن ہو جاتا ہے اس وقت بھی بزرگوں کی پیروی کا جھوٹا عذر پیش کرتے ہیں۔ اس عقل و شعور کو کیا کہا جائے۔ بجز اس کے کہ ان لوگوں نے دنیا کو بڑی دولت اور عاقبت کو نا چیز سمجھ رکھا ہے حالانکہ خود ہندوؤں کے مذہب کے مطابق بلکہ دیگر تمام دین والوں کے نزدیک دنیا کے عیش و آرام عاقبت کی نعمتوں کے آگے کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتے

دنیا بچ است و کار دنیا ہمہ بچ

اے بچ بچ زہر بچ بچ

ترجمہ: دنیا بچ ہے اور اسی طرح اس سے متعلق امور بھی لہذا اے انسان جب کہ تو خود بچ ہے تو بچ کی خاطر ادھر ادھر مت الجھ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وما هذه الحیوة الدنیا الا لہو ولعب و ان النار الاخرة لہی

الحيوان لو كانوا يعلمون (۲۹/ ۶۳)

ترجمہ: ”اور یہ دنیاوی زندگی (نی نفس) بجز لولعب کے اور کچھ بھی نہیں اور اصل

زندگی عالم آخرت ہے۔ اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔“ (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)
پہلا التماس:

یہ دیکھا گیا ہے کہ گفتگو کے وقت اور مناظرے کے دوران بعض ہندو ان حکایات میں سے بعض سے صاف انکار کر جاتے ہیں اور اکثر اہل اسلام ان کی کتابوں سے واقف نہیں ان کے انکار پر چپ ہو جاتے ہیں۔ اس کتاب میں ہندوؤں کے بزرگوں کی روایات اور حکایات نیز بہت سے قصے جو ان کی پوتھیوں میں مذکور ہیں بطور نمونہ لکھے گئے ہیں۔ اس واسطے مناسب یہ ہے کہ ہندوؤں سے گفتگو کرتے وقت بحث اور مناظرہ کے قصہ کا اظہار کیے بغیر سرسری طور پر ان سے ان حکایات کے متعلق پوچھا جائے تو یقین ہے کہ وہ صاف صاف بچ کہہ دیں گے جب وہ اقرار کر لیں تو پھر جو گفتگو بھی منظور ہو وہ کی جائے۔ واضح رہے کہ ہندوؤں کی اکثریت بھی اپنے مذہب سے واقفیت نہیں رکھتی۔ لہذا ان میں سے اکثر ان حکایات سے انکار کر دیتے ہیں۔

دوسرا التماس:

اس کتاب میں جہاں کوئی برا کلام ہندوؤں کے بزرگوں سے منسوب کیا گیا ہے اس پر یقین کامل نہ کر لیا جائے کیوں کہ احتمال یہ ہے کہ شاید ان کے بزرگوں میں بھی بعض اشخاص مومن اور مقبول بارگاہ الہی ہوئے ہوں اور یہ باتیں جو ان کی پوتھیوں میں ان کے متعلق مذکور ہیں بعض جھوٹ ہوں اور ہو سکتا ہے کہ اسی ملک (ہند) میں حق تعالیٰ کی طرف سے بعض انبیاء بھیجے گئے ہوں اگرچہ جس دن سے جناب خاتم النبیین سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں سابق دین سب منسوخ ہو چکے ہیں۔

تیسرا التماس:

جب کسی ہندو سے دین کی بابت مباحثہ کرنا منظور ہو تو یہ بات سامنے رکھنی چاہیے کہ گفتگو کا انداز ایسا ہو کہ سچے دین کی حقیقت اور خوبیاں ظاہر ہو جائیں اور بھولا ہوا سبق یاد آجائے تاکہ وہ ہدایت پاسکے یعنی مباحثہ سے کوئی غرض نفسانی یا لقلقہ زبانی مقصود نہ ہونا چاہیے۔ اس لیے گفتگو میں نرمی اختیار کریں اور غصہ کو پاس نہ آنے دیں چاہے مخاطب کتنا ہی سخت کلام کرے۔ صبر سے کام لیا جائے۔ ان کے بزرگوں کو حقارت یا گالی گلوچ سے یاد نہ کیا جائے۔ اس انداز میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ کئی طرح کا نقصان ہو سکتا ہے۔

چوتھا التماس:

اس کتاب میں بعض فصلیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک فصل میں بیان کیا ہوا نفس مضمون کسی دوسری فصل میں بیان کیے ہوئے مضمون سے مربوط ہے۔ لہذا حتی المقدور ترتیب وار اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھا جائے تاکہ مطلب ضبط نہ ہو۔

پانچواں التماس:

اکثر حکایات اور قصص کو دانستہ طور پر مختصر کر کے لکھا گیا ہے تاکہ کتاب ضخیم نہ ہو جائے لیکن کوشش یہ کی ہے کہ اصل مطلب فوت نہ ہو۔ اس اختصار کو مقصد کے لیے مضر نہ سمجھا جائے اور تفصیلات کے خواہش مند حضرات -----
”سوط اللہ الجبار“ دیکھ سکتے ہیں۔

چھٹا التماس:

اس رسالہ کی تصنیف سے غرض مذہب ہنود کا بیان ہی نہیں ہے بلکہ یہ مسلمان بھائیوں کے فائدہ کے لیے ہے کیوں کہ اس میں دین اسلام کے ضروری مسائل بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ جو اہل علم اس کتاب سے واقفیت حاصل کریں وہ دوسرے ناخواندہ افراد تک اس کے مضامین کو پہنچائیں انشاء اللہ تعالیٰ ثواب عظیم پائیں گے۔ اس کا احساس اس کے مطالعہ سے ہوگا کیونکہ اس میں عمدہ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

ساتواں التماس:

اس کتاب میں بعض جگہ ناظرین کی ظرافت طبع کے لیے ظرافت آمیز عبارت لکھی گئی ہے اس کو گستاخی پر محمول نہ کیا جائے اور جہاں کہیں ہندوؤں کی حکایات میں فسق و فجور کا بیان ہے اس کو عورتوں کی مجالس میں نہ سنایا جائے۔

آٹھواں التماس:

درد شریف پڑھ کر اس (مصنف) مسکین کے حق میں اس کے استادوں، دوستوں اور مطبع کے مالکان نیز جملہ مسلمان مرد اور عورتوں کے حق میں دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب کے طفیل میں دنیا و آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھے حدیث شریف میں آیا ہے جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کے واسطے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین۔ اور یہ کہ تیرے واسطے بھی ایسا ہی ہو۔ (مشنوی)

بمائد سالما اس نظم ترتیب
نا ہر ذرہ خاک اقد بجائے

غرض نقیشت کرنا یاد ماند
 کہ ہستی را نمی بینم بقائے
 مگر صاحبے روزے بہ رحمت
 کند درکار این مسکین دعائے

ترجمہ: گلستان کی نظم و ترتیب سالہا سال تک باقی رہے گی لیکن ہماری خاک کا ہر ذرہ منتشر ہو جائے گا۔ الغرض یہ ایک ایسا نقش ہے جو میری یادگار رہے گا۔ کہ اسی بنیاد پر ہستی کو تو کسی طرح بقا ہے نہیں۔ مجھے امید ہے کہ شاید کوئی صاحب دل کسی روز۔ میری اس کوشش (گلستان) کو دیکھ کر میرے لئے دعائے خیر کریں۔
نواں التماس:

اس کتاب میں اگر کہیں کوئی غلطی ہو تو اس کی اصلاح کر لی جائے۔
دسواں التماس:

ظاہر ہے کہ :

”رہاگر کوئی تاقیامت سلامت : تو اک روز مرنا ہے حضرت سلامت
 لہذا سب مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ موت کو یاد رکھیں اور اس جہان فانی کی آسائشوں کو اہمیت نہ دیں توشہ آخرت درست کریں۔ اپنا وقت نماز روزہ وغیرہ عبادات مالی و بدنی یعنی جملہ احکام شرع شریف کی بجا آوری میں صرف کریں۔ قرآن شریف کی با معنی تلاوت، مطالعہ کتب، مواظبہ میں شرکت اور کثرت تسبیح و استغفار اور درود شریف میں مشغول رہیں۔ اللہ کی مخلوق کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں۔ تہذیب اخلاق کے واسطے احیاء العلوم کیمیائے سعادت اور منہاج العابدین وغیرہ کتب سے استفادہ کرتے رہیں۔ اتباع سنت نبویؐ کو ہر چیز پر

مقدم رکھیں کیوں کہ اس کے برابر کوئی دولت نہیں اس زمانہ میں بہت سے لوگوں نے سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھ رکھا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:-

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر ماٹھ شہید

(یعنی جو کوئی میری سنت کو مضبوط کر کے پکڑے جس وقت کہ میری امت بگڑ جاوے تو اس شخص کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے)

سو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کو سچا سمجھ کر سب سنتوں کو زندہ کرنے میں بالخصوص بیواؤں کے نکاح میں بہت کوشش کی جائے اور بھاجی وغیرہ رسوم شادی (جو غیر اسلامی ہیں) سے دور رہا جائے۔ موت کو یاد رکھا جائے اور جو علماء نفسانی اور طالب دنیا نہ ہوں ان کی بات پر اعتماد کیا جائے۔ دنیا کے تمام کاموں میں مثلاً "بیہ شادی میں یا مرنے جینے میں اتباع سنت نبویؐ کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور باپ اور دادا کی جو رسم سنت نبویؐ سے ثابت نہ ہو اس کو ترک کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور اصحاب نیز جمیع اولیا اللہ اور صلحا سے محبت رکھیں۔

والسلام علی من التبع الہنی

حواشی

۱۔ مصنف کا نام اسلام لانے سے قبل امت رام تھا۔

۲۔ پائیل ایک بہتی راجہ پیالہ کے علاقہ میں تھی۔ جہاں کفر کا غلبہ تھا۔ اس کو ہندو بتارس ثانی کہتے تھے۔ البتہ اس بہتی کے اکثر افراد نے اسلام قبول کیا۔ یہ بہتی لودھیانہ سے مشرق کی طرف ایک منزل پر تھی۔ (معلوم نہیں اب کیا حال ہے۔)

۳۔ مصنف کے بیان کے مطابق یہ نماز مالیر کوٹلہ جو اس وقت پٹھانوں کی بہتی تھی اور اب پنجاب (بھارت) میں ہے اوا کی گئی۔

۴۔ خود مصنف نے اس کو تیسری بار لکھا ہے۔ ۵۔ آمین ولک مثل نالک:

باب اول

اعتقالات

فصل اول: اللہ تعالیٰ کی پہچان:

ہم سب مسلمان بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو پیدا کرنے والا اور سارے جہان کا مالک ہے۔ اللہ اس کا نام پاک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں کیونکہ اگر دنیا کے کئی حاکم ہوں تو جہان کا بندوبست بگڑ جائے۔ سب بڑائیاں اور کمال اسی کو ہیں اور وہ سب عیبوں سے پاک ہے کیونکہ وہ ہستی جس میں عیب ہو اللہ ہونے کے لائق نہیں ہو سکتی۔ وہ کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں نہ جن کا، نہ آدمی کا، نہ فرشتے کا کیوں کہ جو خود دوسرے کا محتاج ہو، اس کے لیے سارے جہان کا پیدا کرنا، سب کے حل سے باخبر رہنا، سب کی فریاد سننا، سب کو رزق پہنچانا، سب کی حاجت روائی کرنا وغیرہ امور کا سرانجام دینا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ سب (خواہ کوئی کتنا بڑا کیوں نہ ہو) اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ کوئی چیز کسی وقت میں بھی اس سے بے پرواہ نہیں ہو سکتی۔ ہر کسی کو ہر لمحہ اس کی حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو جانتا ہے خواہ اندھیرے میں ہو، خواہ اجالے میں، خواہ زمین میں ہو خواہ آسمان میں خواہ پہاڑ کی چوٹی پر ہو، خواہ سمندر کی تہ میں ازل سے ابد تک ہر چیز کا حل جس طرح جس وقت جس مکان (جگہ) میں جو کچھ گزرا اور گزرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو سب کا علم ہے۔ یہاں تک کہ ہر فرد و بشر کے دلوں کے بھید بھی جانتا ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ یہ سب نہ جانتا تو خدائی کے قابل نہ ہوتا اللہ پاک کا یہ علم آدمیوں،

جنوں اور فرشتوں کے جاننے کے مانند نہیں ہے۔ کیونکہ ان سب کو جو کچھ اور جتنا معلوم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے بتانے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اللہ کی دی ہوئی عقل و حواس کے وسیلہ سے معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ کسی وقت میں کوئی چیز معلوم ہوتی ہے اور کسی وقت میں نہیں معلوم ہوتی۔ ہر وقت ہر چیز معلوم نہیں ہوتی جب کہ حق تعالیٰ کو سب کچھ آپ ہی بغیر کسی کے بتلائے اور کئے بغیر وسیلہ عقل و حواس معلوم ہے۔ وہ ہر چیز کو ہر وقت جانتا ہے اور ہر چیز کو بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے۔ کوئی چیز کسی وقت اس کی نظر سے باہر نہیں یہاں تک کہ اندھیری رات میں چوٹی کے پاؤں بھی دیکھتا ہے اور سب کچھ بغیر کانوں کے سنتا ہے۔ یہاں تک کہ چوٹی کے پاؤں کی آواز بھی سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے جو چاہے سو کرے فقط اس کے ارادہ سے اور ایک حکم کن سے اسے سارا جہاں پیدا ہوا ہے۔ وہ یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک حکم سے سب کو فنا کر دے اور اگر وہ (اللہ تعالیٰ) کسی کام کو نہ کر سکتا تو خدائی کے لائق نہ ہوتا۔ اس کے قدرت ایسی نہیں جیسی آدمیوں، جنوں یا فرشتوں کی قدرت ہے۔ اس واسطے کہ یہ تو سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اپنے آپ ان میں کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نہ کسی کو جتنا ہے اور نہ کسی نے اس کو جتنا۔ وہ نہ کسی کا بھائی ہے اور نہ کسی سے ناتہ رکھتا ہے۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مانند کوئی اور چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ”پچھوں“ ”پچگون“ اور ”بے شبہ“ اور ”بے نمون“ ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ کا آنکھوں سے دیکھنا تو اس دنیا میں ثابت نہیں ہوا پھر تم نے اللہ تعالیٰ کو کس طرح سے پہچانا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوقات سے دیکھ کر پہچانا ہے۔ مثلاً ”رنگے ہوئے کپڑے کو دیکھ کر رنگ ریز کو جان لیتے ہیں کہ کوئی شخص اس کا رنگنے والا ہے اور خط کو دیکھ کر اس کے لکھنے والے کو پہچان لیتے ہیں کہ کوئی شخص اس کا لکھنے والا ہے کیوں کہ بغیر لکھنے والے کے لکھائی نہیں ہو سکتی اور تخت کو دیکھ کر بڑھی کو پہچان لیتے ہیں کہ کوئی شخص اس کا بنانے والا

ہے پھر آدمی ان سب مخلوقات مثلاً "زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، خاک، پانی، ہوا، آگ، درخت، دریا، پتھر، لکڑی، حیوان، انسان، بادل، مینہ، پھول، پھل، گرمی، سردی، خشکی، تری، بیماری، تندرستی وغیرہ کو دیکھ کر ان کے پیدا کرنے والے کو کیوں کر نہ پہچانے گا۔ دوسرے ہم کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں اور وہ کام اکثر اوقات ہماری خواہش کے مطابق نہیں انجام پاتے تو پھر سوچنے کی بات ہے کہ وہ کون سی ہستی ہے جو ہماری مراد کو پورا نہیں ہونے دیتی۔ دنیا میں کوئی فرد و بشر ایسا نہیں، نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا جو یہ کہہ سکے کہ اس کی ہر تمنا، ہر آرزو، ہر پروگرام اس کی مرضی کے مطابق پورا ہوا ہے۔ سو ہماری مرادوں کو پلٹنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ذرا آدمی یہ تو سوچے کہ تھوڑی سی مدت پہلے خود اس کا نام و نشان دنیا میں نہ تھا۔ پھر پہلے مٹی کا قطر ہوا۔ اس سے آدمی بنا۔ یہ کس نے بنایا۔ اگر یہ خیال ہو کہ اپنا بنانے والا خود آپ ہے تو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس وقت جب کہ وہ موجود ہے تو اس کی طاقت یہ ہے کہ خود اپنے بدن پر ایک بال تک نہیں پیدا کر سکتا۔ تو جب پہلے اس کا نام و نشان ہی نہ تھا تو اپنے کو کس طرح پیدا کر لیا ہوگا لہذا معلوم ہوا کہ آدمی کو پیدا کرنے والا خود آدمی نہیں ہو سکتا کوئی اور ہے اور "کوئی اور" سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جس نے سب کو پیدا کیا۔ اگر آدمی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کو غور و فہم سے دیکھا کرے تو اللہ تعالیٰ کے وجود کی شناخت خوب حاصل ہو۔ صرف درختوں کی بو قلمونی کو دیکھے۔ پتوں کو دیکھے، پھولوں کو دیکھے، پھلوں کو دیکھے۔ تو اللہ تعالیٰ کی معرفت یقینی ہے۔

پتہ پتہ بھوتا بھوتا راز ہمارا جانے ہے

جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

ہندو کے یہاں اللہ تعالیٰ کا تصور

ہندوؤں کے یہاں خدا کا تصور دو طور پر ہے ایک ”سُرگن“ یعنی جس میں کوئی گن (صفت / خوبی) نہیں دوسرا ”سُرگن“ یعنی جملہ خوبیوں والا کہتے ہیں کہ نرن اس وقت ہوتا ہے کہ جب تمام مخلوقات فنا ہوتی ہے اور اس کی اس حالت کا بیان کچھ نہیں ہو سکتا اور سُرگن اس وقت ہوتا ہے جب اس کا ارادہ پیدا کرنے کا ہوتا ہے اور مایا ۲ کی جنبش ہوتی ہے تو تین گن (خوبیاں / صفات) یعنی رَج (قوت رَجیمی)، ست (قوت ملکیہ)، اور تم (قوت غضبی) اس میں ظاہر ہوتی ہے۔ روح کی جت سے برہما کی صورت میں ظاہر ہو کر خلقت کو پیدا کرتا ہے اور ست کی جت سے بشن کی صورت میں ظاہر ہو کر خلقت کو پاتا ہے اور تم کی رو سے مہادیو کی صورت میں ظاہر ہو کر خلقت کو فنا دیتا ہے۔ اس کی تفصیلات آگے بیان کی گئی ہیں تو گویا برہما، بشن (یا وشن یا وشنو) اور مہادیو بقول ہندوؤں کے یہ تینوں دیوتا خدا کے مظہر اور نائب ہیں بلکہ ایک خدا کے تین خدا اور بالکل حاکم و مختار ساری دنیا کے ہیں۔ یہاں پر یہ بات قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا جہاں کا کوئی مختار ہی نہیں اور نہ خدا قابل تقسیم ہے۔ بالفرض یہ تینوں خدا کے نائب ۳ کی حیثیت سے کل جہاں کے مختار کل ہیں تو بھی عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ ان کو عادل، منصف اور دیگر اچھی صفات سے منصف اور بری صفاتوں سے پاک ہونا چاہیے لیکن ہندوؤں کے دین سے ان تینوں دیوتاؤں کی صفات کا جو پتہ چلتا ہے وہ ایسی ہیں کہ ایک معمولی فہم کا انسان بھی ہنسنے پر مجبور ہو گا ان میں چند کا ذکر بطور نمونہ کیا جاتا ہے۔

(۱) ————— مہابھارت ۴ میں لکھا ہے کہ اتری منی کی بیوی بہت نیک

کسیں اور جگہ پھینک دیتا ہوں پھر مہادیو نے اس غصہ کی آگ کو سمندر میں جہاں گنگا ندی ملتی ہے وہاں پھینک دیا وہ آگ وہاں پڑتے ہی ایک لڑکے کی صورت بن گئی اور اس لڑکے نے رونا شروع کیا۔ اس کی ہیبت سے زمین و آسمان میں زلزلہ آگیا۔ برہما وہاں آیا سمندر نے برہما کی تعظیم بجا لا کر اس لڑکے کو برہما کی گود میں رکھ دیا کہ اس کا نام آپ ہی رکھ دیجیے اس (سعادت مند) لڑکے نے برہما کی ڈاڑھی ایسے زور سے پکڑی کہ برہما کی آنکھوں سے جل نکلا تھا۔ اس لڑکے کا نام جلندھر رکھا اور شکر دیوتا کہ سارے دیوتاؤں کا گرو ہے، بلا کر کہا کہ جلندھر کو سب دیتوں (دیوتاؤں) کا راجہ بنادے اور برہما نام عورت سے کہ کل تہ نیچی دیتوں کے سردار کی بیٹی ہے اس کا بیاہ کروے۔ شکر نے بموجب حکم اسی طور پر کیا اور جلندھر اسی وقت جوان، قوی، ہیکل بن گیا۔ اور زمین کے سارے راجاؤں اور بہادروں سے زیادہ تھا۔ یہاں تک کہ کوئی قیمت لور دیوتا اس کے مقابلہ کا نہ تھا۔ تب اس کو بہت غرور اور تکبر پیدا ہوا اور اندر کو سرگ (جنت) سے نکال دیا۔

اس بات سے سارے دیوتاؤں نے غمناک ہو کر یہ حال برہما سے عرض کیا۔ (برہما نے ان کو بشن کے پاس بھیج دیا۔ بشن کو جلندھر کا ہلاک کرنا منظور ہوا۔ نارو ۱۱ دیوتا کہ بشن کا دل ہے۔ اس نے بشن کا یہ ارادہ دریافت کر کے یہ سوچا کہ جلندھر بغیر مہادیو کے اور کسی کے ہاتھ سے مارا نہیں جائے گا۔ پھر نارو نے حیلہ کیا کہ جلندھر سے جا کر کہا کہ بادشاہت کے جملہ اسباب تیرے گھر میں موجود ہیں لیکن پاربتی جو مہادیو کی بیوی ہے اور نہایت خوبصورت ہے جب تک وہ تیرے ہاتھ میں نہ آوے تو کچھ لطف نہیں ہے۔ جلندھر نے مہادیو سے پاربتی کو مانگا لیکن نہ ملی تب لڑائی کا قصد کیا۔ چنانچہ مہادیو اور ان کے صاحبزادے ۱۲ جلندھر میں سخت لڑائی ہوئی۔ برہما بشن اور تمام دیوتا مہادیو کی مدد کو پہنچے لیکن جلندھر کے آگے

سب عاجز ہوئے۔ پھر بشن نے اپنے دل میں سوچا کہ برندا جاندھر کی بیوی بہت نیک اور جتنی (با عصمت و پارسا) ہے۔ جب تک اس کی عصمت میں خلل نہ آوے گا جلدھر نہیں مرے گا پھر بشن نے اپنے آپ کو جلدھر کی صورت بنا کر اس کی بیوی سے فعل بد کیا۔ اس حیلہ سے اس کا جنت (پاک) توڑ دیا۔ تب جلدھر مملو پو کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جب جلدھر کی بیوی برندا کو بشن کا یہ فریب معلوم ہوا تو اس نے بشن کو سراپ بد دعا دے کر کہا کہ تو پھر بن جا بشن اس کی بد دعا سے پھر بن گیا۔ جس کو سالگ رام کہتے ہیں اور کنڈ کانڈے (ایک نہر کا نام ہے) میں جا پڑا۔ چنانچہ اب اس ندی میں سے پتھروں کو لا کر پوجتے ہیں۔ القصہ جاندھر کی بیوی برندا اس غم سے آگ میں جل کر راکھ ہو گئی۔ اور اس کی راکھ سے تلسی کا درخت جم آیا۔ چونکہ بشن نے برندا کے وصل سے بہت مزا لوٹا تھا اور برندا پر عاشق ہو گیا تھا۔ اس کے جل مرنے سے بہت ادا اس ہوا اور بیتاب ہو کر اس کی بھسم یعنی رکھ پر آبیٹھا اور بے قرار ہونے لگا۔ دوسرے دیوتاؤں نے یہ حال دیکھ کر تلسی کی پتی اس کے سر پر رکھی چونکہ تلسی بھی بشن کی معشوقہ کی راکھ سے ظاہر ہوئی تھی اس سے بشن کے دل کو تسلی ہوئی۔ چنانچہ اب تک جو لوگ بشن کی پوجا کرتے ہیں سالگرام پتھر کو بشن کا روپ سمجھ کر پوجتے ہیں اور تلسی کی پتی اس پر چڑھاتے ہیں یہ قصہ مختصراً یہاں تمام ہوا۔

مندرجہ بالا داستان سے معلوم ہوا کہ جناب مہادیو صاحب بڑے خوش اخلاق تھے کہ باوجود یہ کہ مہمان کی خاطر داری میزبان پر لازم ہوتی ہے۔ اندر ان کی زیارت کو گیا اس کو جھڑک کر بے عزت کر دیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

یک ترش روئی برائے دفع صد مہمان بس است

چین ابو چوب دربان است صاحب خانہ را

ترجمت ذرا سی کج اخلاقی سو مہمانوں کو بھگانے کے لیے کافی ہے۔ صاحب خانہ کی ابرو پر شکن دربان کی لاشمی کی حیثیت رکھتی ہے۔

تو جناب مہادیو صاحب عاجز اور مغلوب الغضب ایسے تھے کہ اپنے غصہ کی آگ کو روک نہ سکے اور برہما ایسا عاجز تھا کہ ایک لڑکے سے اپنی ڈاڑھی چھڑانہ سکا بلکہ چشم پر آب ہوا اور بشن نے دعا کی اور زنا کیا اور ایک عورت کے عشق میں عاجز و بے قرار ہوا۔ اور اس کی بد دعا سے پتھر بن گیا۔ چنانچہ اب تک تلسی کی پتی سا لگرام پر رکھ کر اس کی پوجا کی جاتی ہے۔ یہ اس کی زنا کی نشانی ہے جو ہندوؤں کی عبادت میں داخل ہے۔ ادھر نارو نے کہ بشن کا دل ہے۔ جلندھر کو بھکا کر مہادیو کی عورت کا سوال کر لیا۔ بے چارے مہادیو کی عزت کو بیٹا لگولیا اور برہما بشن مہادیو یہ تینوں بقول ان کے سارے جہاں کے مالک و مختار ہیں حالانکہ ایک جلندھر کے قتل کرنے سے عاجز ہو گئے پھر ایسے فریبی اور نفسانی خواہشات کے تابع اور عاجز شخصوں کو نائب خدا بلکہ خدا سمجھنا، مختار کل جاننا محض جہالت اور ضلالت ہے۔ اس صورت کو ازلی بد بختی کے سوا اور کیا تصور کیا جائے۔

یہی نہیں اور نیسے۔ ان کے بعض ۱۳ مورخ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ پاربتی جو مہادیو کی بیوی ہے اٹھن مل کر نہانے لگی۔ اس نے اپنے بدن کے میل سے اپنا ایک بیٹا بنایا جس کا نام گنیش ۱۴ ہے گنیش کو اس نے گھر کے دروازہ پر بٹھایا تاکہ کسی کو اندر نہ جانے دے۔ اتنے میں مہادیو باہر سے آگئے۔ گنیش نے ان کو اندر جانے سے منع کیا۔ مہادیو نے خفا ہو کر اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دیا۔ پاربتی اس کے غم سے بہت روئی اور کہنے لگی کہ اس کو زندہ کرو۔ مہادیو نے ہر چند گنیش کے سر کو تلاش کیا مگر کہیں نہ ملا ناچار ایک ہاتھی کا سر کاٹ کر گنیش کے

جسم سے ملا کر زندہ کر دیا۔ اور اس کو یہ انعام دیا کہ جو کوئی شخص کوئی کام کرے پہلے تیرا نام لیا کرے اور جو کوئی کسی دیوتا کی پوجا کرے پہلے تیری پوجا کرے تب اس کی وہ پوجا قبول ہوگی۔ اس سے بھی مہادیو کا ظالم اور ناقص العقل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بھلا ایسے شخص کو خدا اور مختار کل سمجھنا کہاں تک جائز ہو سکتا ہے؟

شو پوران میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے بشن کی ناف سے کنول کا پھول نکلا اس میں برہما اور بشن آپس میں جھگڑنے لگے۔ برہما نے کہا تجھ کو میں نے پیدا کیا ہے۔ بشن نے کہا میں نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ اتنے میں آسمان سے ایک دھواں ظاہر ہوا۔ اس دھوئیں میں سے برہما کو خطاب ہوا کہ تو برہما اور یہ بشن ہے جس کی ناف سے کنول نکلا اور اس سے تو ظاہر ہوا اب تو خلقت کو پیدا کر جب برہما نے اس دھوئیں کی طرف غور سے نگاہ کی تو اس میں سے ایک ”لنگ“ یعنی آلت، نظر آئی۔ برہما ہنس کی شکل بن کر اس ”لنگ“ کی پیمائش کے لیے اوپر اڑا اور بشن سور (خوک) بن کر پاتال (تحت الارضی) کو گیا۔ دس ہزار برس تک دونوں دوڑتے رہے لیکن اس لنگ کی انتہاء ملی۔ پس برہما نے سمجھ لیا کہ میرا مالک اور پیدا کرنے والا یہی ہے۔ اس وقت سے ”لنگ“ کی پوجا شروع کی جو آج تک ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ برہما اور بشن ایسے جاہل تھے کہ آپس میں جھگڑنے لگے اور ہر کوئی اپنے آپ کو ایک دوسرے کا پیدا کرنے والا جاننے لگا اور پھر برہما نے اپنے خالق کو پہچانا کہ ایک بڑے آلت کو اس کی درازی کی وجہ سے اس کو اپنا خالق سمجھ لیا اور دونوں مل کر اس آلت کی مقدار دریافت کرنے سے عاجز ہو گئے۔ آلت کا دریافت کرنا اور اس کے ناپنے میں اہتمام کرنا عقلمندوں کا کام نہیں بلکہ مسخروں اور بڑے بے حیاؤں کا کام ہے۔ غرض ایسے شخصوں کو (اگر وہ کوئی تھے بھی) منظر خدا کہنا محض گمراہی نہیں تو اور کیا ہے بلکہ طرفہ تماشایہ ہے کہ بعض شاستروں میں ان

تینوں کی جھوٹ لکھی ہے۔

پدم پوران میں لکھا ہے کہ برہما آہنکار (سخت مزاج) یعنی متکبر اور مہادیو کا ماتر، یعنی شہوت پسند ہے۔ صرف ایک بٹن ایسا ہے جو پاک و صاف ہے۔ لیکن اسی کتاب میں لکھا کہ بٹن نے جلندھر کی بیوی سے زنا کیا۔ کیا ایسے ہی شخص کو پوتر (پاک) کہنا چاہیے (گویا زنا کی کوئی اخلاقی حیثیت ہی نہیں) اسکندھ پوران میں لکھا ہے۔ اشلوک (شعر) ترجمہ :- بٹن کے درشن سے شو یعنی مہادیو خفا ہوتا ہے اور مہادیو کی خفگی سے بلا شک بڑے دوزخ میں جاتا ہے۔ بیدانت شاستر جو کہ ہندوؤں کے بقول سب شاستروں سے افضل ہے اس میں یوں لکھا ہے کہ (ترجمہ) "نارانی کا پیوند خدا سے ہوا تب سب مخلوقات بن گئی۔ یعنی معاذ اللہ خدا نے آپ کو 'جیو' (حیوان) سمجھ لیا اور بقول سانکھ شاستر کہ جہاں دنیا کا پیدا ہونا خدا سے نہیں بلکہ پراکرتی سے ہے۔ جس کا بیان ساتویں فصل میں آتا ہے۔ اور میمانس شاستر کے مطابق بھی خدا خالق نہیں بلکہ کائنات کے پیدا ہونے کا تعلق کام یعنی اعمال سے سمجھا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک کائنات کی تخلیق کا تعلق زمانہ (کال) سے ہے جب کہ کچھ کے نزدیک سمجھاؤ یعنی خاصیت سے ہے مختصراً "ان کے اکثر شاستروں کے مطابق اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) کسی چیز کا خالق نہیں ہے۔ سبحان اللہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جب سب کائنات کا مالک ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک معطل اور بے کار ہے اور اتنا نہیں سمجھتے کہ اگر اللہ تعالیٰ معطل ہو تو ساری دنیا کی خبر کون رکھے گویا ہندوؤں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا اور جب خدا سے کسی کو نہ فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ نقصان تو پھر اس کے خدا ہونے سے کیا فائدہ نیز بنی نوع انسانی کا برے کاموں سے بچنا اور اچھے کاموں کا کرنا لازمی نہ ہوا کیوں کہ ان کے نزدیک جو سارے جہاں کا مالک ہے وہ تو کچھ کرتا ہی نہیں نہ

نیکیوں کا جزا دیتا ہے۔ نہ بدوں کو سزا تو پھر کوئی اس سے کیوں کر ڈرے اور کوئی اس سے کیا امید رکھے۔ اس موقع پر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی مخلوق کے ذریعہ ہو سکتی ہے کیونکہ جس کاریگر کو آنکھوں سے نہ دیکھا ہو تو اس کے کام کو دیکھ کر ہی اس کو پہچانا جاسکتا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں دیکھنا ثابت نہیں ہوا۔ اس کی مخلوقات کو دیکھ کر ہی اس کو پہچانا گیا ہے۔ تو جب (ہندوؤں کے مطابق) کوئی چیز اس کی پیدا کی ہوئی ہی نہ ہو تو پھر اس کو کس ذریعہ سے پہچانا جائے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ہندو سارے جہاں کے مالک کو جو دانا، پینا، خالق، مدبر حی اور قیوم ہے اس کو معطل سمجھتے ہیں اور پر اُرتی کو جہاں کا خالق سمجھتے ہیں جو اندھی اور بے عقل ہے۔ اس باب کی ساتویں فصل میں اس کا ذکر آتا ہے۔

یا ہندو یہ سمجھتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق کا تعلق کرم سے ہے جو اس کی مخلوقات کا فاعل ہے اور وہ ان کا فعل ہے یا کل یعنی وقت کو خالق سمجھتے ہیں جو بے شعور اور بے جان ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ سے ناولی کو منسوب کرنا اور اس کو کائنات کی پیدائش کا سبب سمجھنا بلکہ اللہ تعالیٰ کو حیوان گردانا کیسی ناولی ہے معاذ اللہ اگر خدا نادان ہو تو دنیا کا کام کس طرح چلے کوئی جو خود نادان ہو خدا کو نادان نہ کہے گا۔ یہ سوچنے کی بات ہے اور انصاف کا تقاضا ہے کہ اس معاملہ پر غور کیا جائے کہ اسلام میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات کس انداز پر بیان ہوئی ہیں اور ہندوؤں کے مذہب میں کیا وہی باتیں مذکور ہیں۔ ہمارے (مسلمانوں کے) نزدیک سب کا خالق، نفع و نقصان بخشنے والا اللہ کے سوا کسی اور کو سمجھنا شرک ہے۔ جب کہ ہندوؤں نے خدا ہی کو معطل قرار دے دیا۔ استغفر اللہ۔ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اس بات سے کہ ہم تجھ کو جو عالم الغیب لا الہ و الشاہدہ ہے نادان

ٹھہرائیں یا تجھ کو معطل سمجھیں اور تیرے علاوہ کسی دوسری ہستی کو کائنات کا پیدا کرنے والا اور نفع و نقصان بخشنے والا سمجھیں اور تیرے سوا کسی اور سے خوف کھائیں اور اس سے امیدیں وابستہ کریں۔ پروردگار تو ہی سب کا مالک، خالق، اور زندہ کرنے والا ہے تو ہی مارنے والا ہے اور عزت دینے والا ہے۔ ذلت بھی تو ہی دیتا ہے اور جزا و سزا بھی تو ہی دینے والا ہے تو جو چاہے کرے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ سب تیرے بندے ہیں، تیرے سامنے عاجز ہیں۔

بالفرض اگر ہندو یہ کہیں کہ بید (وید) اور شاستروں کی بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ سب کچھ جانتا اور بغیر کانوں کے سنتا اور بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے اور خلقت کو پیدا کرتا ہے اور مہا بھارت کے پہلے باب میں حق تعالیٰ کی صفت میں اس طرح لکھا ہے کہ برہما، مہادیو، بشن او اندر سب کو اس نے پیدا کیا ہے اور وہ ہمیشہ سے ہے اور رہے گا وہ فنا نہیں ہوتا۔ وہ سب جگہ محیط، کریم ہے، بخشندہ ہے۔ ضعیفوں کو قوی کرنے والا ہے۔ اس بارے میں یہی کہا جائے گا کہ جو کچھ مندرجہ بالا سطور میں وہی بتایا گیا ہے وہ بھی تو بید (وید) اور شاستروں ہی سے ثابت ہے۔ اس کی تفصیلات آگے بیان کی گئی ہیں۔ مختصراً اگر ان شاستروں سے جن سے خدا معطل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان کو مردہ ہونے کا اعلان کر دیا جائے تو کسی حد تک بات قابل سماعت ہو سکتی ہے لیکن اس کے برخلاف ہندو تمام شاستروں کو ست یعنی حق سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ الزام باقی رہ جاتا ہے۔ دوسرے ہندوؤں کے اکثر شاستروں کا خلاصہ تو یہی ہے کہ خدا خالق نہیں ہے اگر کہیں کوئی ایک آدھ بات اس کے برخلاف ہوئی بھی تو وہ غیر اہم ہے۔

اوتاروں کی حقیقت:

ہندوؤں کے دین میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص باغی اور متکبر ہو کر سرکش کرتا ہے اور اس طرح دیوتاؤں کو تکلیف دیتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک شکل اختیار کر لیتا ہے، یعنی ایک جسم میں اترتا ہے اس واسطے اس کو اوتار کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک خدا تعالیٰ نے چوبیس مرتبہ جسم اختیار کیا۔ ان میں سے اور ان چوبیس میں سے دس کو بہت اشرف سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے چار اوتار ”ست ملہ جگ“ کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ پہلا چھ اوتار ہے۔ کہتے ہیں کہ سنگھار سرودیت برہما کے چاروں ویدوںؑ کو چرا کر نکل گیا اور سمندر میں غائب ہو گیا۔ برہما نے مجبور ہو کر بھگوان سے عرض کیا۔ بھگوان نے مچھلی کی صورت اختیار کر کے سمندر کی تہ میں جا کر سنگھار سرودیت کو مارویدوں کو اس کے پیٹ سے نکل کر برہما کے حوالہ کیا۔ دوسرا کچھ اوتار ہے کہتے ہیں کہ دیوتاؤں نے چودہ رتن نکالنے کے لیے چاہا کہ سمندر کو دہی کی طرح بلودیں۔ مندر اچل پہاڑ کی رائی اور بلسک ناگؑ کی اس میں رسی ڈال کر سمندر کو بلونے لگے۔ مندر اچل پہاڑ جو پہاڑ بہت گراں (بھاری) تھا پاتال (تحت الارضی) کو جانے لگا۔ اس کو سنبھال نہ سکے لاچار ہو کر بھگوان سے عرض کیا۔ بھگوان نے خود کھوے کی صورت اختیار کر کے اس پہاڑ کے نیچے اپنی پیٹھ رکھی تب دیوتاؤں نے حسب دل خواہ چودہ رتن سمندر سے نکلے اور وہ چودہ رتن یہی ہیں انبرت (۱) یعنی اب حیات (۲) ہلال یعنی زہر (۳) مدھرا یعنی شراب (۴) بچھی۔ یعنی بٹن کی بیوی (۵) کام دھین نہ لگئے پست مکھی یعنی سلت منہ والا گھوڑا۔ سورج کی سواری کا چنرما یعنی زنبہا پاز یعنی ناپتنے والی عورت جو اندر کے آگے مجرا کرتی ہے، کلپ برچھ یعنی درخت جو سرگ (سورگ) میں ہے، (۸) گو سب مٹی جو اہر دھسر (۹) بید نام طیب کا ہے، (۱۰) ایر اپت فیل

کا نام ہے، (۱۱) دھنک یعنی کمان جو بٹن کے ہاتھ میں ہے (۱۲) سنگھ جو ہندو پوجا میں بجاتے ہیں۔ تیرا بارہا اوتار کہتے ہیں کہ ایک دیت (دیو) ساری زمین کو مع ساکنان زمین کے بوریہ کی طرح لپیٹ کر پاتال (تحت الارٹی) کو لے گیا۔ بھگوان خوک (مینڈک) کی صورت اختیار کر کے پاتال میں جا کر اس دیت کو مار کر زمین کو اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ چوتھا نرسنگھ اوتار کہتے ہیں کہ ہرن کسب دیت نے لوگوں سے کہا تم میری عبادت کرو۔ پرہلاد اس کا بیٹا خدا پرست تھا۔ ہرن کسب نے لوہے کا ستون آگ میں سرخ کر کے اڑوہ کیا کہ پرہلاد کو اس سے باندھے۔ بھگوان نے اسی وقت ایسے جانور کی شکل پر کہ آدھا اگلا بدن اس کا شیر کا اور آدھا پچھلا بدن اس کا انسان کا تھا ظاہر ہو کر ہرن کسب کو ہلاک کیا۔ کہتے ہیں کہ تین اوتار ترتیباً جگ میں ہوئے ہیں۔ پہلا بلون اوتار۔ کہتے ہیں کہ بھگوان نے دیوتاؤں کے التماس کے بموجب بلون انگلی کے برابر جسم اختیار کر کے راجہ بل کو جو بہت عادل اور خوش خصال تھا چھل یعنی مکر کے ساتھ سلطنت سے خارج کیا۔ چنانچہ اس چھل یعنی مکر کو بھگوان کے مناقب میں داخل کرتے ہیں۔ دوسرا پرس رام اوتار کہتے ہیں کہ راجہ ”سمر باہو“ (جس کے ایک ہزار ہاتھ بٹلائے جاتے ہیں) چھتری نے حمد گن برہمن کو جو پرسرام کا باپ تھا اور خود اس کا ہم زلف بھی تھا قتل کر دیا۔ بھگوان اس کا بدلہ لینے کو حمد گن کے گھر پیدا ہوا تھا۔ ایک تیر ہاتھ میں لے کر ایک خون کے بدلے سارے جہان کے چھتریوں کو قتل کر ڈالا اور چھتریوں کا ختم جہان میں نہ چھوڑا۔ ان مقتولوں کی عورتوں سے برہمنوں نے جماع کیا۔ ان سے جو اولاد باقی رہی اب کھتری اور چھتری کہلاتی ہے۔ تیسرا رام چندر اوتار جو راوَن دیو کے قتل کے لئے راجہ دستر تھ کے گھر پیدا ہوا۔ رام چندر کی بیوی سیتا کو راوَن دیو پکڑ کر لے گیا۔ رام چندر نے ہنومانؑ کی مدد سے اس کو ہلاک

کیا اور اپنی بیوی کو چھڑا لیا۔ بالملیک کی رامین لکھا ہے کہ ان کی بہن شورپ نکھارتی تھیں رام چندر سے اپنا بیاہ کرنا چاہا۔ رام چندر نے کہا کہ میرا بیاہ ہو گیا ہے۔ میرے بھائی بچھمن کا نہیں ہوا۔ تو اس کے پاس جاؤ حالانکہ بچھمن کا بیاہ بھی ہو چکا تھا اور مخفی طور پر کہلا بھیجا کہ تو اس عورت کے ناک کان کٹ لے۔ بچھمن نے ایسا ہی کیا۔ کہتے ہیں کہ اس سبب سے راوون اور رام چندر میں فساد برپا ہوا تھا اور لکھا ہے کہ رام چندر نے عوام الناس اور برہمنوں کو قتل کیا اور اپنی بیوی کو راوون سے چھڑا کر پھر اپنے گھر میں داخل کیا۔ وہ اس سبب سے ایسا نلپاک ٹھہرا کہ ابودھیہ (بھارت میں ایک شہر کا نام ہے) کہ لوگ اس سے پرہیز کرنے لگے۔ دو اوتار دو ابرجک میں ہوئے ہیں۔ پہلا کرشن اوتار کہتے ہیں کہ بھگوان نے کنس نام شخص کے قتل کے واسطے مہترا کے راجہ باسدیو (کنھیا کے والد کا نام) کے گھر دیو (کنھیا کی ماں کا نام) کے پیٹ سے کہ کنس کی چچیری بہن تھی تولد ہو کر کنس کو قتل کیا اور مہترا کی حکومت راجہ اگر سین کو دی۔ اس اوتار نے عورتوں سے بہت ہنسی کھیل کیا ہے۔ دوسرا بودھا اوتار یہ آدمی کی صورت صندل سے تراشی ہوئی اب تک جگن ناتھ میں موجود ہے۔ جب پرانی ہو جاتی ہے پھر نئی بنا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جو کوئی ساری عمر میں اس کا ایک بار درشن کر لے اس کے تمام عمر کے گناہ عبادت بن جاتے ہیں اور اس مقام میں ہندو ایک دوسرے کے جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ ایک اوتار کل جگ یعنی آکر زمانے میں سنبھل شہر میں دشین دت برہمن کے گھر میں پیدا ہو گا جس کو گلکے اوتار کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ تمام خلقت جو کبکک کی تاثیر سے بگڑ گئی ہوگی پھر درست ہو جاوے گی اور ست جگ کا زمانہ شروع ہو گا۔

حواشی

۱۔ کن لفظ عربی کا ہے۔ اس کے معنی ”ہو جا“۔

۲۔ دو تخلیقی قوتوں کا مجموعہ ایک آگیاں دوسری بکھپ نکلت اس کے اور بھی معنی ہیں۔
۳۔ اندر من کہتا ہے کہ خدا نے قریش کو ناسب کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قریش کو پہلوں کو ہلاک کر کے ان کا غلیفہ کیا اور ملائکہ کو الوہیت میں کوئی دخل نہیں۔ وہ تو کارپردازوں اور عاملوں کی طرح ہیں۔

نوٹ: اندر من کہتا ہے کہ یہ تینوں (برہما، بشن اور مہادیو) اس کے بنائے ہوئے ہیں جن میں بشن (دشنو) باقی دونوں سے اشرف ہے کیونکہ وہ اوتار ہے اور بید (وید) میں صراحت ہے کہ ان تینوں کا کوئی وجود نہیں۔ یہ حرف خدائے تعالیٰ کے نام (صفائی) ہیں (سوط الجبار ص ۱۳) اور اس میں لکھا ہے کہ مہابھارت کے مطابق گنگا نے آٹھ بشن کو راستہ میں متشکر دیکھ کر حال پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم، شٹ کی بددعا سے زمین میں جائیں گے۔ اگر تیرے پیٹ سے پیدا ہوں تو خوب ہے اور تو ہم کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالے۔ گنگا نے کہا ایک کو رکوالوں کی ناکہ شوہر کی صحبت ضائع نہ ہو جائے۔ آٹھ بشن اس پر راضی ہوئے اور وعدہ کیا کہ تیرے اس آٹھویں فرزند کو اپنی صفات میں سے آٹھواں حصہ دیں گے اور وہ آٹھواں بیٹا ہوگا۔ مہیکم پٹانہ ہے۔ مہابھارت کی فصل موج دھرم میں ہے کہ آخر بدکار لے بشن (VISHNU) اور برہما کو خلق کی تمہائی کے لیے پیدا کیا اور جاگدیشن (خدا) نے برہما کو گود میں لے کر کہا کہ دنیا کا کاروبار میں نے تجھ کو سونپا اور میں فارغ ہوا۔ اسی میں ہے کہ دیوتوں ناراین آپس میں جھگڑتے ہوئے پٹ گئے۔ اس طرح خلافت میں فساد پیدا ہوا۔ آخر کار برہما نے صلح کرائی اور ایک نے دوسرے کو آغوش میں لیا۔ ناراین نے مہادیو سے کہا کہ ناراض نہ ہونا تیرے ترسول کا داغ میرے سینے پر اچھا معلوم ہوگا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ دنیا کا

خداوند قیامت کے دنیا کو نگل لیتا ہے اور سو جاتا ہے اور جب اٹھتا ہے تو دنیا اسی طرح ہو جاتی ہے۔ جگدیش دریائے عمان میں ہوتا ہے۔ پریشان حال اور زرد صورت، سر گھوڑے جیسا اور جسم آدمی کی طرح۔ اندر من کہتا ہے کہ ایک گروہ کا اعتقاد ہے کہ یشن (وشنو) خدا کا اوتار ہے اور برہما اور مہادیو اس کے برگزیدہ ہیں۔ برہما کو امور عالم کا ذمہ دار بنایا اور مہادیو کو دنیا فٹا کرنے پر مامور کیا۔

۴۔ شائد مہابھارت کے بن چرب میں ہے۔

۵۔ کتاب کا نام جسے ہندو کاتک کے مہینے میں برہمنوں سے سنا کرتے تھے۔

۶۔ ایک دیوتا جسے ہمیشہ کا راجہ بتلایا جاتا ہے۔

۷۔ پہاڑ کا نام جو مہادیو کے رہنے کی جگہ ہے۔

۸۔ مہادیو کا نام ”شب“ یا ”شو“

۹۔ زہرہ ستارہ جس کو ہندو سب دیوتاؤں کا مرشد کہتے ہیں۔

۱۰۔ دیوتاؤں کا سردار یعنی جنیاں۔

۱۱۔ ہندوؤں کی کتابوں کے مطابق ایک دغا باز اور فریبی دیوتا کا نام ہے جس کو یشن کا دل یعنی

ارادہ کہا جاتا ہے۔ ہندو فوج یشن کو بھی بڑا فریبی جانتے ہیں۔

۱۲۔ جو مہادیو کے غصہ کی آگ سے پیدا ہوا تھا۔

۱۳۔ یہ مضمون اسکندھ اور ”شیو پوران“ سے لیا گیا ہے۔ تمام اٹھارہ پورانوں میں سے تین

پوران معتبر ہیں۔ اسکندھ، پدم اور شیو پوران۔ ”سوط“ صفحات ۸۳-۸۵ جلد ثانی۔

۱۴۔ ہندوؤں کا ایک معبود جس کا سر باقی کا سا ہے۔

۱۵۔ ابدی یعنی نادانی کا سیشہ یعنی پیوند۔

۱۶۔ جاننے والا چھپے اور کھلے کا جو چیز ہماری نظر سے پوشیدہ ہے اس کو بھی وہ جانتا ہے، دیکھتا

ہے اور اس سے کوئی چیز کسی وقت پوشیدہ نہیں۔

۱۷۔ ہندوؤں کے یہاں زمانے کے چار دور ہیں۔ ست جگ، تریا جگ، دوا پر جگ اور کل جگ۔

۱۸۔ ہندوؤں کے بقول یہ آسمانی کتابیں ہیں جو برہما پر نازل ہوئیں۔

۱۹۔ ایک قسم کا سانپ جس کو ہندو دیوتا سمجھتے ہیں۔

۲۰۔ کہتے ہیں کہ بہشت میں ایک گائے ہے جس سے طرح طرح کے طعام حاصل ہوتے ہیں۔

۲۱۔ ایسا مرد جس کا منہ شیر کا ہو۔

۲۲۔ چھتری یا کھتری ہندوؤں کی ایک مشہور قوم۔

۲۳۔ رام چندر کے باپ کا نام ۲۴۔ لنگور کی شکل کا ایک دیوتا۔

۲۵۔ راماین ایک مشہور کتاب۔

۲۶۔ شورپ چھان کو کہتے ہیں۔ اس عورت کے ناخن چھان کے برابر پتلے جاتے ہیں۔

۲۷۔ تلسی داس کی راماین میں یہ ذکر موجود ہے۔

۲۸۔ بھاگوت (بھگوت) کے اول باب میں ہے کہ شری کرشن منظر تھے کہ جب عورتیں

نہانے گئیں وہاں پہنچے۔ جب انہیں مائل دیکھا ان کے کپڑے لے کر درخت پر چڑھ گئے۔

جب وہ نما کر نکلیں بہت خوشامد سے کپڑے مانگے۔ مہاراج نے کہا جب تک تم میرے

سامنے برہمنہ ہو کر نہ آؤ گی کپڑے نہ دوں گا۔ ناچار آگے پیچھے ہاتھ رکھ کر شرمگاہوں کو چھپا

کر حاضر ہوئیں۔ فرمایا۔ اس طرح نہیں۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر میرے سامنے آؤ۔ مجبوراً "ایسا

ہی کیا تب کپڑے ملے۔

فصل دوم

فرشتوں کے بارے میں

اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے فرشتے اللہ کے بندے ہیں، نور سے پیدا کئے گئے ہیں، نہ مرد ہیں نہ عورت، نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ اللہ کا ذکر ان کی زندگی ہے۔ وہ پاک ہیں اور گناہ نہیں کرتے۔ جس جس کام پر اللہ نے مقرر کر دیا ہے اس پر قائم ہیں کبھی اللہ کی نافرمانی اور فساد نہیں کرتے اور ان کی کل تعداد کتنی ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت قوت عطا کی ہے نور زور دیا ہے۔

ہندوؤں کے یہاں فرشتوں کا حال واضح نہیں مگر یہ کہا جاتا ہے کہ مخلوقات کی ایک قسم ”دیوتا“ ہیں جو مرد بھی ہیں اور عورت بھی جن کو ”دیوتے“ اور دیوتیاں (دیو اور دیویاں) کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے کام ان کے تابع ہیں۔ مثلاً اندر دیوتا جو جنت (سورگ) کا راجہ ہے، مینہ برساتا ہے۔ جم راج یعنی دھرم رانی نرک سہ کا داروغہ جو مرنے کے بعد خلقت کا انصاف کرنے والا ہے۔ نارو دیوتا جو بشن (VISHNOO) کا دل ہے۔ چترگپت متصدی دفتر نویس ہے۔ لوگوں کے اعمال لکھنے والا ہے۔ برشت دیوتا جو ان سب کا گرو ہے۔ ان دیوتاؤں کے علاوہ اور بھی دیوتا ہیں (جو اندر کے مقام پر رہتے ہیں یا مخصوص جگہوں پر متعین ہیں) ساگھ شاتر میں لکھا ہے کہ دیوتا آٹھ قسم کے ہیں۔ پراجاپتی ۴۔ ایندر پتیر کاند نرب

۵۵۔ نچہ را پھس ۶۔ براہے پیساج : ان سب میں تین دیوتاؤں کو سب سے افضل سمجھا جاتا ہے ایک برہما ت دوسرا بشن۔ تیسرا مہادیو۔ ان تینوں کو خدا کا نائب بلکہ ایک خدا کو تین خدا مانتے ہیں اور پدم پوران ۷۷ کے مطابق سب دیویوں میں تین دیویاں سب سے افضل ہیں جو تینوں دیوتاؤں کی مددگار ہیں۔ ایک مہاکالی کہ مہادیو کی مددگار ہے۔ اس کا وطن مغرب کی طرف کراچی کے نزدیک ہنگ لاج ہے اور اس کا ظہور کانگڑہ اور جوالا کھئی (شمالی بھارت) وغیرہ اڑتالیس کوس میں کیکسر سے جامنڈا۔ (جامنڈہ دیوی کے نام پر جگہ کا نام) تک ہے۔ دوسری مہا بھمی (مہا لکشمی کہ بشن کی یادگار ہے۔ اس کا وطن بندھیا چل (پہاڑ) ہے اور اس کا ظہور دولت میں ہے۔ تیسری سارستی جو برہما کی مددگار ہے۔ اس کا وطن کشمیر ہے اور اس کا ظہور پھویہ شہر کے نزدیک نہر کی صورت میں ہے۔

کہتے ہیں کہ ان تینوں دیویوں سے نو کروڑ دیویاں موجود ہوئی ہیں اور یہ بھی کہ دیوی اور دیوتا کھاتے پیتے بھی ہیں۔ چنڈی پاٹ (ایک کتاب کا نام) سے معلوم ہوتا ہے کہ چنڈی دیوی نے شراب پی ہے کیونکہ دیوتاؤں کے لیے گناہ، فسق اور خدا کی نافرمانی سے پاک ہونا شرط نہیں ہے۔ ان کے بقول دیوتاؤں سے ایسے برے کام صادر ہوئے ہیں کہ ان سے ہر سمجھدار آدمی کو شرم آتی ہے۔ چنانچہ کچھ بیان اس کا انشاء اللہ تعالیٰ اس باب کی چوتھی فصل میں برہما کی تعریف میں آدے گا۔ مہابھارت کی اوپرپ میں لکھا ہے کہ راجہ اپرچھر شکار کے لیے گیا اور جنگل میں اپنی بیوی کو یاد کیا تو اس کا مادہ حیات خارج ہو گیا۔ راجہ نے اس نطفہ کو ایک پتے میں رکھ کر باز کے ہاتھ اپنی بیوی کے پاس بھیج دیا۔ راستہ میں ایک اور باز اس پتے کو طعمہ (کھانے کی چیز) سمجھ کر اس باز سے آلیٹا۔ پتے میں سوراخ ہو گیا۔ راجہ کا نطفہ وہاں سے نکل کر پانی میں ایک مچھلی کے منہ میں جا پڑا اور یہ مچھلی ایک اپشیرہ یعنی

بمشت کی عورت تھی کہ برہا کی دعا سے مچھلی بن گئی تھی۔

الغرض دس ماہ کے بعد ایک مچھیرے نے اس مچھلی کو پکڑ کر جب شکم چاک کیا تو ایک لڑکا اور ایک لڑکی اس کے پیٹ سے نکلے۔ مچھیرا ان کو راجہ پر چہرے کے پاس لے گیا۔ راجہ نے اس لڑکے کو اپنا بیٹا بنا کر رکھا اور لڑکی مچھیرے کو دے دی۔ اس نے لڑکی کا نام ستونتی رکھا۔ جب جوان ہوئی نہایت صاحب جمال اور راست گو تھی اور اس کے بدن سے مچھلی کی بو آتی تھی۔ اس واسطے اس کو مجھ گندھا ۹ بھی کہتے تھے اور اس مچھیرے نے ایک چھوٹی کشتی اس کے حوالہ کر دی اور وہ مسافروں کو بلا اجرت دریا سے پار کیا کرتی تھی۔ ایک بار پراسر رکھ وہاں آپہنچا اور اس لڑکی پر عاشق ہوا جماع کا قصد کیا۔ لڑکی نے کہا کہ برہمن وغیرہ جب ہم کو اس فعل بد میں دیکھیں گے کیا کہیں گے؟ پراسر نے ایسا منتر پڑھا کہ ابر ظاہر ہوا اور اندھیرا ہو گیا۔ اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا لڑکی نے کہا۔ میں کنواری ہوں میزی بکارت زائل ہو جائے گی تو فضیحت ہوگی۔ پراسر نے کہا تیری بکارت پھر بدستور ہو جائے گی اور تو مجھ سے کچھ اور بھی مانگ۔ لڑکی نے کہا میرے بدن کی بدبو دور ہو جائے۔ پراسر نے دعا کی اس کے بدن سے بدبو کی بجائے خوشبو آنے لگی کہ ایک جوجن، یعنی چار کوس تک پہنچتی تھی۔ پھر اس کا نام جوجن گندھا مشہور ہو گیا۔ الغرض اس مستجاب الدعوات شہوت پرست نے اس ستونتی سے جماع کیا اور اس کے نطفہ سے اسی وقت ایک لڑکا پیدا ہوا اور جلد جولن ہوا اور جنگل کو عبادت کے لیے چلا گیا اور اپنی ماں سے کہہ گیا کہ وقت مشکل کے مجھ کو یاد کرنا اور اس لڑکے کا نام بید بیاس ہے یعنی بید نہ کو جدا جدا کرنے والا کہتے ہیں کہ بید (وید) کے چار حصے اسی نے کیے۔ جب اس لڑکی سے مچھیرے وغیرہ نے پوچھا کہ تیرے بدن سے یہ کیسی خوشبو آتی ہے، تو اس نے کہا کہ میں نے ایک عابد مستجاب

الدعوات کو دریا سے پار کیا تھا۔ اس نے میرے حق میں دعا کی۔ یہ اس کی برکت ہے۔ چنانچہ پھر اس لڑکی کا نام جو جن گندھا رکھا گیا۔ اتفاقاً ایک راجہ اس لڑکی پر عاشق ہوا اور اس نے اس کے باپ سے اس کو مانگا۔ باپ نے کہا کہ ایک شرط پر دیتا ہوں کہ اس کی اولاد تیری ولی عہد ہو۔ راجہ نے یہ منظور نہ کیا اور وزیر سے کہا کہ مناسب نہیں کہ میرے ایک بیٹا گنگا کے پیٹ سے موجود ہو اس کے ہوتے ہوئے ملایح کی اولاد کو حکومت اور ریاست سپرد کردوں، لیکن راجہ کے دل میں عشق کی آگ بدستور بھڑک رہی تھی۔ راجہ کے بیٹے نے جو گنگا کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور جس کا نام .ھیکم (ہیشم) تھا، اس حال سے واقف ہو کر ستونتی کے باپ کے پاس آکر یہ عہد کیا کہ ستونتی کی اولاد صاحب ریاست ہوگی، ستونتی کو ملایح سے لے کر اپنی گردن پر اٹھا لایا اور باپ کے حوالے کی۔ اس سے دو بیٹے ہوئے۔ راجہ کے مرنے کے بعد ستونتی کا بڑا بیٹا حاکم ہوا۔ اس کے بعد چھوٹا بیٹا مسند پر بیٹھا۔ .ھیکم نے بنارس کے راجہ کی دو بیٹیوں کو زبردستی پکڑا اور لا کر اس سے بیاہ دیں۔ لیکن اس کے اولاد نہ ہوئی جب وہ مر گیا تو ستونتی نے .ھیکم سے کہا کہ تیرے بھائی کی دو جوہریں (بیویاں) موجود ہیں تو ان سے صحبت کر تاکہ نسل باقی رہے۔ .ھیکم نے منظور نہ کیا آخرش یہ بات ٹھہری کہ ستونتی نے بید بیاس (پراسر کا تنم) کو جنگل سے بلا کر فرمایا کہ تو اپنے بھائی کی بیویوں سے جماع کر تاکہ اولاد باقی رہے۔ بیاس ۱۱۔ نے منظور کیا کہ پہلے ایک عورت کے پاس گیا۔ اس نے بیاس کی صورت دیکھی۔ بال سرخ اور سیاہ الجھے ہوئے، آنکھیں جلتی ہوئی، ڈاڑھی اور موچھیں سرخ، وہ عورت دہشت میں آگئی اور آنکھیں بند کر لیں۔ بیاس نے اس سے جماع کیا اور اپنی ماں سے کہا کہ اس عورت سے لڑکا پیدا ہوگا جو صاحب نصیب، زور آور اور عقل مند بادشاہ ہوگا۔ لیکن اس عورت نے مجھ کو دیکھ کر

آنکھیں بند کر لیں لہذا وہ لڑکا اندھا ہو گا۔ چنانچہ اس سے راجہ ہر تراشت پیدا ہوا کہ اندھا تھا بھر بیاس بجکم ستونقی کے دوسری عورت کے پاس گیا۔ بیاس کی صورت سے اس عورت کو ایسی دہشت ہوئی کہ رنگ زرد ہو گیا۔ بیاس نے اس سے جماع کیا اور کہا کہ اس عورت کا رنگ میری دہشت سے زرد ہو گیا لہذا اس کا بیٹا پانڈ بھی سفید رنگ کا زردی آمیز ہو گا۔ اس عورت سے راجہ پانڈ پیدا ہوا۔ پھر ستونقی نے اسی عورت کو بیاس سے جماع کروانا چاہا۔ اس عورت نے بیاس کی ڈراؤنی صورت کے خوف سے اپنی باندی کو اپنی پوشاک پہنا کر بیاس کی خدمت میں حاضر کیا۔ اس باندی نے بیاس کی بہت تعظیم کی۔ بیاس نے اس سے جماع کیا۔ اس سے راجہ بدر پیدا ہوا۔ ایک روز راجہ پانڈ شکار کے لیے باہر گیا۔ جنگل میں ایک بزرگ اور ان کی بیوی ہرن کی صورت اختیار کر کے جماع کر رہے تھے۔ راجہ پانڈ نے اس کے تیر مارا۔ اس نے راجہ کے حق میں بددعا کی کہ تو جب جماع کرے تو ہلاک ہو جائے۔ راجہ پانڈ نے گھر میں آکر اپنی عورتوں سے یہ قصہ کہا کہ اب میں جماع نہیں کر سکتا اور میں نے سنا ہے کہ لالود بہشت میں نہیں جاتا پھر اپنی بیوی کنتی سے کہا کہ جس طرح ہو سکے میرے لیے اولاد حاصل کر۔ پس کنتی نے کہیں کہیں سے تین بیٹے حاصل کیے۔ ایک جد ہستر، دھرم دیوتا سے، دوسرا، ہیم سین، پون دیوتا سے، تیسرا ارجن، اندر دیوتا سے۔ راجہ پانڈ اس بات سے خوش ہوا اور کہا جیسے تو نے اولاد حاصل کی اسی طرح ماوری (جو اس کی دوسری بیوی تھی) کے لیے بھی اولاد حاصل کر۔ چنانچہ کمار دیوتا سے ماوری کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک نکل، دوسرا سدیو اور یہ پانچ بھائی پانڈو کہلائے (یعنی جد ہستر یا بدھتر، ہیم سین، ارجن، نکل اور سدیو) ان پانچوں کی ایک جو رو تھی جس کا نام درو پدی تھا۔ یہ عورت ہر ایک بھائی کے پاس سلت سلت دن زوجیت کے لیے رہتی تھی۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ . ہیکم اپنی سوتیلی ماں ستونتی ۱۲ء سے کہنے لگا کہ ایک عابد کا بھائی یعنی برشت ۱۳ء دیوتا اپنے عابد بھائی کی بیوی سے جس کا نام ممتا تھا، جماع کرنے کو آیا۔ ممتا نے کہا کہ مجھ کو تیرے بھائی سے حمل ہے اور اس کا لڑکا جو میرے پیٹ میں ہے بید (وید) پڑھتا ہے اور اگر تو اس حالت میں جماع کرے گا تو ساتھ ہی تیرا نطفہ ٹھہر جاوے گا مگر برشت ضبط نہ کر سکا اور اس سے صحبت کرنے لگا۔ لڑکا پیٹ میں سے بولا کہ میری جگہ کو تنگ مت کر مگر اس نے نہ مانا حتیٰ کہ بچے نے قدم آگے بڑھا کر بچہ دانی کا منہ بند کر دیا اور اس طرح برشت کا نطفہ ضائع ہو گیا۔ برشت نے خفا ہو کر کہا کہ تو نے میرا عیش بے مزا کر دیا۔ میں بھگوان سے چاہتا ہوں کہ تو مار زاد اندھا ہو، چنانچہ دعا قبول ہوئی لڑکا اندھا ہی پیدا ہوا مگر وہ لڑکا عالم (ویدوں کا جاننے والا) ہوا اس کو ایک صاحب جمال بیوی ملی۔ کئی بیٹے ہوئے۔ ایک بیٹے کا نام گوتم تھا مگر اس کی بیوی اس سے مطمئن نہ تھی۔ ایک دن اس نے اس دل گیری کا سبب اپنی بیوی سے پوچھا تو اس نے تنگی رزق کی شکایت کی تو خاوند نے کہا کہ تو مجھ کو پھرتوں ۱۵ء کے پاس لے چل کہ کچھ ان سے مانگ کر تجھ کو دوں۔ عورت خفا ہو کر بولی۔ میں مانگا ہوا مال نہیں چاہتی فوراً آج سے میں تیرے گھر کا انتظام نہیں کروں گی تو جو چاہے کر۔ خاوند نے کہا کہ آج سے میں یہ قاعدہ قائم کروں گا کہ کوئی عورت ایک خاوند کے سوا دوسرا خاوند نہ کر سکے گی اور اگر جو کرے گی تو دنیا میں رسوائی ہوگی اور عاقبت میں عذاب ہوگا۔ عورت یہ سن کر خفا ہوئی اور اپنے لڑکوں سے کہا کہ اس کو دریا میں ڈال دو۔ دونوں لڑکوں نے اپنے باپ کو تختہ سے باندھ کر گنگا ندی میں بہا دیا۔ یہ (ویدوں) کا عالم بہتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں راجہ بل نہا رہا تھا۔ راجہ اس کو اپنے گھر لے گیا۔ راجہ کا ارادہ یہ تھا کہ اس ٹائیٹا (عالم) سے اس کی بیویاں اولاد حاصل کریں اور اس

غرض سے اپنی ایک بیوی کو اس کے پاس بھیج دیا۔ اس عورت نے اندھے کے پاس جانے سے گریز کیا اور اپنی جگہ دائی کو بھیج دیا۔ اس دائی کے اس نابینا عالم سے گیارہ بیٹے ہوئے۔ اندھے نے ان کو وید پڑھلایا پھر راجہ نے اپنی دوسری عورت اس کے پاس بھیجی۔ اندھے نے اس کے بدن پر ہاتھ رکھا اور کہا تیرے ایک بیٹا زور آور پیدا ہوگا۔ وہ عورت اسی وقت حاملہ ہوئی اور اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔

ہیکم نے کہا اسی طرح اچھے نیک چھتری برہمنوں سے پیدا ہوتے رہے ہیں اور اسی کتاب کے آؤپر میں لکھا کہ بسوامتر نے جب بہت عبادت کی تو اندر ۱۶ دیوتا ہولناک ہوا کہ مبادا یہ شخص کثرت عبادت سے میری منزل یعنی بہشت کا راج لے لے، لہذا اس نے ایک عورت اپشرہ کو بہشت سے بھیجا تھا تاکہ وہ عورت اپنے ناز و کرشمہ سے بسوامتر کو اپنی صحبت میں مائل کرے اور عبادت سے باز رکھے۔ اسی کتاب کی آؤپر میں لکھا ہے بیشم پائن نے راجہ خنجر سے کہا کہ راجہ پرچہ تارک دنیا ہو کر عبادت کرنے لگا۔ اندر دیوتا نے اس کو طرح طرح کی باتوں سے فریب دے کر عبادت سے ہٹا دیا۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ اندر دیوتا اور چندرمان دیوتا دونوں اہلیا نام کی گوتم رکھ کی بیوی پر عاشق ہوئے۔ ان دونوں میں سے ایک نے مرغ کی صورت بن کر آدمی رات کو آواز بلند کی۔ گوتم رکھ نے جانا کہ مرغ بولتا ہے۔ صبح ہو گئی جلدی سے اٹھ کر نہانے کے لیے گنگا پر گیا۔ گنگا نے کہا کہ ابھی بڑی رات ہے۔ نہانے کا وقت نہیں ہوا۔ گوتم رکھ گھر میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ چندرمان دیوتا دروازہ پر کھڑا ہوا نگہبانی کر رہا ہے اور اندر دیوتا اس کی بیوی کے ساتھ مباشرت کر رہا ہے۔ گوتم نے خفا ہو کر مرگ چھلا یعنی ہرن کی کھال چندرمان کے ماری اور سراپ یعنی بد دعا کی کہ اس کا داغ تمام عمر تیرے بدن پر رہے گا۔ اسی وقت سے سیاہی کا داغ چندرمان کے بدن

پر پڑ گیا اور جو سیاہی کہ چاند میں نظر آتی ہے اسی کا نشان ہے اور اندر خوف سے بھاگ گیا۔ گو تم رکھ نے اندر کو سراپ دیا کہ تو نے ایک فرج کے واسطے یہ محنت اٹھائی۔ تیرے بدن پر ہزار فرجیں ظاہر ہو جاویں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اندر کے بدن پر ہزار فرجیں ظاہر ہو گئیں۔ اندر اس کی شرم سے چھپ کر تلاب کے درمیان کنول کی جڑ میں جا چھپا۔ قصہ مختصر مدت و راز کے بعد بشن کی مہربانی سے وہ فرجیں جو اندر کے بدن پر تھیں آنکھ کی صورت میں بدل گئیں۔ تب اندر وہاں سے نکلا اور سورگ (جنت) کو گیا۔ دیوان نام ایک برہمن کہنے لگا کہ دھرم رائے سے (جس کو سارے جہاں کی عدالتی کہا جاتا ہے اور جو مرنے کے بعد سب کے اعمال کا حساب لیتا ہے۔) سے کتنی (راجہ پانڈے کی بیوی) نے بیٹا حاصل کیا۔ جس کا نام جد ہشٹر (یا بد ہشٹر) ہے۔ اسی واسطے اس کو دھرم پوت کہتے ہیں۔

یہ تمام بیانات جو ہندوؤں کی معتبر کتابوں میں اب تک موجود ہیں معمولی سمجھ کے آدمیوں کے لیے بھی توجہ طلب ہیں۔ زنا کا اس قدر عام ہونا اور اس پر کسی قسم کی سزا کا نہ ہونا انسانی عقل میں نہیں آتا۔ اگر ہندوؤں کی جانب سے یہ کہا جائے کہ ہاروت و ماروت فرشتوں نے بھی ایک عورت سے عشق کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت معتبر نہیں ہے۔ دوسرے اگر بالفرض اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو جس وقت ان سے یہ گناہ سرزد ہوا۔ اسی وقت ان میں صفات بشریت لاحق ہو گئی تھیں۔ وہ گناہ کے بعد نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی کہ وہ باہل کے کنویں میں قید اور سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔ اس کے برعکس ہندوؤں کے دیوتاؤں میں گناہ کا تصور ہی نہیں ملتا اور جب گناہ کا تصور ہی نہیں تو سزا کیسی اور کیسا اخلاق اور کیسی پشیمانی ان کو دیوتا ہی کہنا عقل و خرد پر زبردست چوٹ ہے۔

حواشی

۱۔ ان میں سے چار فرشتے بہت نامور ہیں مثلاً "حضرت جبرائیل علیہ السلام جو اللہ کی کتابیں اور اس کے حکم پیغمبروں پر لایا کرتے تھے۔ حضرت میکائیل علیہ السلام جو اللہ کے حکم سے بندوں کو روزی پہنچاتے ہیں اور بارش کی تیاری بھی کرتے ہیں۔ حضرات اسرافیل علیہ السلام جو صور پھونکیں گے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام جو مرنے کے وقت جان نکالتے ہیں۔

۲۔ مصنف اندر من نے اپنی کتاب تحفۃ الاسلام میں ملائکہ کی عصمت سے متعلق بیودہ گفتگو کی ہے۔ اس کا جواب "سوط الجبار" اور "فتح المسین" تعنیف حضرت مولانا محمد علی صاحب میں دیا گیا ہے۔

۳۔ جنم ۴۔ ستارہ کا نام جس کو مشتری کہتے ہیں۔

۵۔ پرچاہت کے مقام پر رہنے والے ۶۔ ناپنے گانے والے ۷۔ راگس

۸۔ ہندوؤں کی ایک مقدس کتاب کا نام ہے۔

تہ نوٹ:- "سوط الجبار" میں لکھا ہے کہ اسکند پوران کی ادھیائے ۳۱ (صفحہ ۲۹۰ جلد اول) میں لکھا ہے کہ برہمانے دیوتوں سے کہا کہ بزرگ اور سب کا مالک و خالق پالنے والا اور مارنے والا میں ہوں۔ مہادیو نے غصہ ہو کر کہا کہ تو ایسے متکبر کی بات جو کہتا ہے میں جانتا ہوں تجھ سا نادان کوئی پیدا نہیں ہوا اور جہان کا پیدا کرنے والا اور فنا کرنے والا اور سروپ جوت یعنی بچوں و بچکوں تو میں ہوں۔ تو میرے حکم سے پیدا کرتا ہے اور پھر میں فنا کرتا ہوں تو میرے حال سے واقف نہیں جو ایسی بات زبان پر لاتا ہے۔ برہمانے کہا تمہاری پیدائش بھی مجھ سے ہے۔ یہ قبل و قاتل سن کر چاروں بید ہو حاضر تھے سب نے علیحدہ علیحدہ دیوتوں کے روبرو بیان کیا کہ پیدا کرنے والا اور فنا کرنے والا کل اشیاء کا قادر اور موجودات کا مالک و حاکم یہی مہادیو ہے۔ برہمانے کہا کہ تم کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی۔ مہادیو تو

تن پر راکھ ملے ہوئے۔ بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ پاربتی جی سے مشغول ہے۔ اس میں کون سی وضع خدا ہونے کی ہے اس پر سردنتر بید نے کہا کہ یہ مہادیو کی ظاہری صورت ہے۔ ورنہ مہادیو جی پریم برہمہ ہیں اور پاربتی ان کی قدرت کاملہ ہے۔ اور ذات لازوال مترہ ہی ہیں۔ یہ سن کر بھی برہما کو یقین نہ ہوا۔ ایک تجلی قد کی ظاہر ہوئی اور برہما کے اوپر کا پانچواں سر جلادیا۔ اور اسی قصہ میں ہے کہ بہروں ہاتھ نے ایک انگلی کے ساتھ برہما کا ایک سر جس کے ساتھ اس نے مہادیو کی مذمت کی تھی کاٹ دیا اور جشن بھگوان آیا اور اس نے مہادیو کی تعریف کی اور مہادیو نے برہما کی تسلی کردی اور برہما کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر گدائی کرنے کو اور برہما کی چتا دور کرنے کو پھرننا شروع کر دیا

۹۔ گندھ کے معنی ”بو“ کے ہیں۔ ۱۰۔ ہندوؤں کے مطابق بید (وید) آسمانی کتاب ہے جو برہما کے زمانہ میں نازل ہوئی۔

۱۱۔ دیکھئے سوط الجبار صفحہ ۶۹۱: اندر من کہتا ہے کہ ہمارے دین میں یہ مسئلہ ہے کہ عورت اگر بیوہ ہو جائے یا اس کا شوہر بیماری وغیرہ کی وجہ سے اولاد پیدا کرنے کے قائل نہ ہو تو اپنے شوہر کے بھائی (دیور) وغیرہ سے چند شرائط کے ساتھ اولاد حاصل کر سکتی ہے۔ اس عمل کو یوگ کہتے ہیں۔ چنانچہ اوہیائے اول ستاچرا اور اوہیائے نہم شرح منو سرتی ہیں کہ یہ عمل یوگ کا کل جگ میں اس لئے متروک ہے کہ اس زمانے میں خلوص نیت نہیں۔ یہ عمل اس قدر قبیح ہے کہ اس سے متعلق گفتگو کرنا اخلاق کے دائرے سے قطعی باہر ہو جاتا ہے۔ اہل عقل و خرد کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ جس مذہب کی شریعت ایسی ہو کیا اس کو الہامی کہا جاسکتا ہے؟

۱۲۔ سورسین کی بیٹی کا نام کنتی اور بیٹے کا نام بامدیو بتلایا جاتا ہے۔ بامدیو باپ ہے کرشن جی کا۔ اس طرح کنتی شری کشن کی پھوپھی ہوئی۔ کنتی سورج کی اولاد میں ہے اس لیے کہ چندر ہنسی نسل سورج کے نواسہ راجہ حجات اور راجہ پرورداس سے متعلق ہے۔

- ۱۳۔ یعنی مشتری ستارہ جو دیوتاؤں کا گرو ہے۔ ۱۴۔ قدم قدم پر رتا کی کیفیت اہل خرد کے لیے قاتل توجہ ہیں۔ کیا اس کو دین کہا جاسکتا ہے؟
- ۱۵۔ ہندوؤں کی ایک قوم کا نام ۱۶۔ اندر دیوتا کے حالات کے لیے سوط الجبار ملاحظہ کی جائے۔
-

فصل سوم

آسمانی کتابوں کے بارے میں

یہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض پیغمبروں پر بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے کتابیں نازل ہوئیں۔ یہ کتابیں اللہ کا کلام خاص ہیں۔ ان کتابوں میں سے چار کتابیں مشہور ہیں۔

(۱) توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۲) زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری۔

(۳) انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتری۔

(۴) قرآن شریف جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جس کے بعد سابقہ کتابوں پر چلنے کی حاجت نہ رہی۔ اب اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ ہر شخص احکام قرآنی کی پابندی کرے۔

ہندوؤں کے نزدیک چاروں دید آسمانی کتابیں ہیں۔ مہابھارت کے مطابق بید (وید) کو بیاس نے چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے جب کہ بعض کہتے ہیں کہ چاروں دید برہما کے چاروں منہ سے نکلے ہیں (برہما کے چار منہ ہونے کا سبب اس باب کی فصل چہارم میں بیان کیا گیا ہے۔)

قرآن پاک کی خوبیاں: قرآن پاک کی خوبیاں اتنی ہیں کہ وہ بیان سے باہر

ہیں لہذا ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

پہلی خوبی: آسمانی کتاب کی پہلی خوبی یہ ہونی چاہیے کہ وہ اس زبان میں ہو جو دنیا میں بولی جاتی ہو بالخصوص اس زبان میں کہ جس نبی پر وہ کتاب نازل ہو اس کی اور اس قوم کی وہی زبان ہو تاکہ لوگوں پر اللہ کی حجت تمام ہو۔ یہ صفت قرآن مجید میں موجود ہے جب کہ ہندوؤں کے وید ایسی زبان میں ہیں کہ وہ زبان اب دنیا میں کہیں بھی بولی نہیں جاتی۔ اور ان کے بڑے بڑے پندتوں کا بھی یہ حال ہے کہ ہزار میں ایک ہو گا جو ویدوں کے معنی سمجھتا ہو گا۔

دوسری خوبی: یہ بھی عقل کا تقاضا ہے کہ اللہ کے جس بندے پر آسمانی کتاب نازل ہو وہ اچھی صفت سے موصوف ہو اور برے کاموں سے بچنے والا ہو۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کے ذریعہ قرآن پاک ہم تک پہنچا ایسی ہی صفت سے موصوف تھے (اس کا بیان چوتھی فصل میں کیا گیا ہے) جب کہ برہما جس پر ہندوؤں کے مطابق آسمانی کتابیں (چار وید) نازل ہوئیں۔ خود ہندوؤں کے بیان کے مطابق فاسق تھا۔ اور نفسانی خواہشات کا تابع تھا۔ (اس کی تفصیلات فصل چہارم میں بیان کی گئی ہیں)

تیسری خوبی: آسمانی کتاب کی یہ خوبی ہونی چاہیے کہ غیب کی جو خبریں اور دین کے جو اصول اس کتاب سے ثابت ہوں ان میں اختلاف نہ ہو ورنہ اللہ کے کلام پر کذب کا الزام آئے گا۔ قرآن شریف کی کسی بھی خبر اور اصول دین میں اختلاف نہیں ہے جب کہ ہندوؤں کے چھ شاستروں میں جو کہ ان کے بقول ویدوں

سے نکلے ہیں، اخبار اور اصول دین میں شدید اختلاف ہے۔ (اس کی تفصیل فصل پنجم و ہفتم میں بیان کی گئی ہے۔) اس کا ذکر فصل اول میں بھی اجمالاً کیا گیا ہے۔

چوتھی خوبی: ایک آسمانی کتاب میں یہ خوبی بھی ہونا لازمی ہے کہ وہ بر سبیل عموم ساری دنیا میں پھیل جائے۔ جیسا کہ قرآن پاک اس طرح اطراف عالم میں پھیلا ہے کہ کوئی بستی اہل اسلام کی ایسی نہ ہوگی جس میں دو چار قرآن شریف نہ نکلیں گے۔ جب کہ ہندوؤں کے ویدوں کا پتہ بنارس کے علاوہ اور کہیں نہیں لگتا۔

پانچویں خوبی: جب تک اللہ تعالیٰ کو اس آسمانی کتاب کا حکم دنیا میں جاری رکھنا ہو اس وقت تک وہ کتاب تحریف (رد و بدل) سے محفوظ رہے اور دنیا سے ناپید نہ ہو جائے۔ اس معیار پر صرف اور صرف قرآن پاک پورا اترتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک کروڑوں حافظ قرآن مجید کے اطراف عالم میں موجود رہے ہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ”وَأَنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ (۵۱ / ۹) فرمایا ہے یعنی ”ہم اس قرآن پاک کی آپ حفاظت کرنے والے ہیں“ اس پیشین گوئی کے مطابق قرآن پاک اس حد تک محفوظ رہا ہے کہ مشرق سے مغرب تک جتنے نسخہ قرآن مجید کے کسی بھی ملک میں موجود ہیں سب کا متن (عبارت) ایک ہے یعنی وہی الفاظ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک پہنچے تھے کسی میں زیر و زبر کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ ہندوؤں کے ویدوں کی تو صورت حال یہ ہے کہ نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ کس کا کلام ہے، کس کے ذریعہ سے کس کو ملا۔ نہ کوئی اس کو زہنی یاد کر سکا۔ ہندوؤں کا بیان کہ یہ کلام قدیم برہما سے ہم کو پہنچا کوئی تاریخی اہم حیثیت نہیں رکھتا۔ خود برہما

کا وجود تاریخی حیثیت کا حامل نہیں۔ اک وہم اور خیال ہے کیوں کہ خود منو شاستر میں لکھا ہے کہ برہما نے ویدوں کو آگ، ہوا اور سورج سے حاصل کیا۔ اس کو اللہ کا کلام کہنا عقل و خرد سے دشمنی ہے۔

چھٹی خوبی : قرآن پاک بلوچد بے مثال فصاحت اور بلاغت کے جھوٹ سے خال ہے اور جتنے علوم اس وقت دنیا میں ہیں ان سب کی اصل قرآن پاک میں موجود ہے جو عقل سلیم و فہم مستقیم سے بہ آسانی سمجھ جاسکتے ہیں۔ (اس کی تفصیل فصل چہارم میں آئے گی۔)

ساتویں خوبی : ایک آسانی کتاب میں یہ لازمی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو۔ اس کی وحدانیت کا بیان واضح طور پر ہو، مدلل ہو اور شرک (اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا) کی مذمت ہو۔ جبکہ ہندوؤں کے ویدوں میں توحید کا بیان بہت ہی مختصر ہے بلکہ بعض شاستروں میں جو کہ وید سے نکلے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا ہی ثابت نہیں (اس کی تفصیل فصل ہفتم میں آئے گی۔) اللہ کے علاوہ دوسروں کی تعریف کی گئی ہے اور گاتری میں جو سارے ویدوں کا خلاصہ ہے اور جس کو سب منتروں سے افضل ہونے کی وجہ سے مول منتر (اصل منتر) کہا جاتا ہے اللہ کا ذکر تک نہیں ہے بلکہ سورج کا ہی ذکر ہے۔ اور اس کا مضمون توحید کے خلاف ہے۔ (اس کی تفصیل دوسرے باب کی پہلی فصل میں آئے گی۔) واللہ اعلم بالصواب

حاشیہ

۱۔ ہندوؤں کی تاریخی کتابیں اس قدر ناقابل اعتبار ہیں کہ ان میں طوفانِ نوح علیہ السلام جیسے عظیم واقعہ کا ذکر نہیں جو دیگر الہامی کتابوں میں موجود ہے۔
نوٹ:- ہندو محقق پنڈتوں کی جماعت (جس کا نام ”تت بودھن سہا بریلی تھا) کے بیان کے مطابق چار وید مشہور ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) رگ وید (۲) یجر وید (۳) شام وید — اور (۴) اتھروین وید لیکن ہندوؤں کی ہی کتابوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اصل میں وید تین ہیں اور چوتھا وید یعنی اتھروید باقی ویدوں سے ماخوذ ہے۔ پران کی مت میں چاروں ویدوں اور وید برہما کی زبان سے یعنی برہما کے چاروں منہ سے نکلے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ان کا وقت ایک ہونا چاہیے تھا اور ان کی اہمیت بھی برابر ہونی چاہیے تھی مگر ایسا نہیں ہے۔ پنڈت لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کوئی وید ایک وقت میں ایک آدمی کی زبان سے نہیں بنا ہے۔ سب ویدوں کے علیحدہ علیحدہ حصے جدا جدا رشیوں نے بنائے ہیں بلکہ ان رشیوں کے نام بھی جگہ جگہ ملتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رشی لوگ اپنے اعتقادات کے مطابق جو باتیں کیا کرتے تھے ان باتوں کو ان کے ماتحت لوگ آپس میں وظیفہ کیا کرتے تھے اور یہی اب تک گرو چیلہ کہہ کر بیان ہو رہا ہے۔ کیوں کہ بیاس جی سے پہلے یہ چاروں وید نہ تھے۔

فصل چہارم

رشد و ہدایت کے لیے مامور افراد کے بیان میں

کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لیے بنایا ہے اور انسان کو اس لیے بنایا ہے کہ وہ ان چیزوں کو استعمال کر کے اپنی سعادت حاصل کرے۔ اس کی سعادت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ آرام میں رہے اور دکھ سے بچے (یعنی جنت حاصل کرے) اور یہ اس کو اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب وہ اپنے مالک اور پیدا کرنے والے کو پہچان کر اس کی رضا مندی اور رضامندی کے کاموں سے واقفیت حاصل کر کے اس کے حکم بجالائے، یعنی وہ کام کرے جس سے وہ رضامند ہو اور ان کاموں سے بچے جن سے وہ ناراض ہو۔ لہذا ضروری ہوا کہ ایسے شخص کی تلاش کی جائے جس سے اللہ کی رضامندی اور نارضامندی کی باتیں (امرو نواہی) معلوم ہوں۔ ایسے آدمی کو تلاش کر کے اس کو اپنا استاد و مرشد بنائے اور اگر زمانہ حال میں ایسا آدمی نہ ملے تو اس زمانہ سے پہلے جو کوئی شخص ایسا گذرا ہو تو معتبر کتابوں اور معتبر آدمیوں سے اس کی ارشادات دریافت کرے اور ان پر عمل کرے۔ ایسے شخص کی تلاش میں بہت ہوشیاری اور سوجھ بوجھ سے کام لینا چاہیے کیونکہ بقول مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

بس بہر دستے بنا بد دلو دست

(بست سے شیطان آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں لہذا ہر آدمی کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا چاہیے۔)

اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بہتری کے واسطے بنی نوع انسان میں سے ہی ایسے شخص مقرر کئے ہیں جو اللہ کے بست مقبول بندے ہیں۔ ان کا مرتبہ اللہ کے نزدیک ساری مخلوقات سے بست زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام ان کی زبانی بندوں تک بھیجے ہیں۔ اس لیے ان کو پیغامبر نبی اور رسول کہتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے نیک اور خوش خلق ہوتے ہیں کہ ان سے تمام عمر میں کبھی بھی برا کام صادر نہیں ہوتا۔ یہ لوگ طمع و حرص سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ نہ کبھی جھوٹ بولتے ہیں، نہ کسی سے مکرو فریب کا معاملہ کرتے ہیں، نہ کسی پر ظلم کرتے ہیں۔ ایک لقمہ کی چوری بھی ان سے درست نہیں غرض ان سے قصداً کوئی گناہ نہیں ہوتا کیونکہ اگر پیغامبر برے کام کرنے لگیں تو اوہوں کو برے کاموں سے کس طرح روکیں گے؟ لوگ ان کی بات کا کس طرح اعتبار کریں گے کیونکہ مکار کی بات کا تو کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ کردار کی اس پختگی کے ساتھ اللہ کے رسول لوگوں سے فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے ہم کو تمہاری طرف بھیجا ہے۔ ہم تم کو سعادت کی راہ بتانے والے ہیں۔ تم ہماری متابعت کرو ورنہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلو گے۔“ پھر جب لوگ ان کے پیغمبر ہونے پر کوئی نشان مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی صداقت کے لیے ان ہی کے ہاتھ سے بعض ایسے کام ظاہر کر دیتا ہے جو اللہ کی عادت کے برخلاف معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ پتھریا لکڑی کا بولنا، اور بست تھوڑی خوراک سے سینکڑوں آدمیوں کا پیٹ بھر کے کھانا کھالینا اور بعض اوقات آنے والے واقعات کی خبر دینا، انگلیوں سے پانی کا نالا جاری ہو جانا علی ہذا القیاس۔ ایسی باتیں جو اس طرح پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہیں ان کو معجزہ کہا جاتا

ہے۔ (یعنی جس کے کرنے سے عام آدمی عاجز ہو)۔

دنیا میں پیغمبر بے شمار ہوئے ہیں ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے البتہ جتنے بھی پیغمبر ہوئے ہیں، سب برحق تھے۔ ان پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ بنی نوع انسان یعنی سب آدمی انہی کی اولاد ہیں اور سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن آپ کی روح پاک سب سے پہلے پیدا ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر حضرت جبریل علیہ السلام فرشتہ کو بھیجا۔ اس روز سے پیغمبری کی ابتداء ہوئی۔ قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا۔ آپ تیرہ سال مکہ میں رہے۔ مکہ ہی میں معراج شریف ہوئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی سواری کے لیے براق لے کر آئے جس پر سوار کر کر آپ کو مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) لے گئے اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ عرش و کرسی سب کچھ دیکھا۔ بہشت و دوزخ کی بھی سیر کی۔ اس رات بڑی بڑی نعمتیں خدا سے پائیں۔ پھر جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تیرہ سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ دس برس وہاں قیام کیا اور وہاں ہی انتقال فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف وہاں ہی ہے۔ آپ کا مختصر نسب نامہ ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ سال ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں یعنی اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیغمبری ختم کر دی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب قیامت تک اللہ تعالیٰ کے یہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین مقبول ہے۔ گزشتہ تمام ادیان موقوف العل ہو گئے یعنی جو بات

سابق ادیان میں مختلف تھی اس پر عمل موقوف ہوا کیوں کہ اختلاف اخبار و اصول دین میں نہیں۔ بلکہ اعمال و فروع میں ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اب آسمان پر ہیں دنیا میں تشریف لاویں گے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں گے۔

معجزات نبویؐ:

(۱) حضرت ابو نعیم رحمہ اللہ محدث نے اپنی کتاب دلائل النبوة میں یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ رات کو مکہ کے بت پرست سردار جیسے ابو جہل، ابن ہشام، عاص بن وائل اور اسود بن مطلب وغیرہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اگر تو سچا پیغمبر ہے تو چاند کو دو ٹکڑے کر کے ہمیں دکھا دے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور پھر مل گئے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے ہی مکہ کے بت پرستوں نے دیکھا اور کہنے لگے کہ اگر اس شخص نے جادو کیا ہے تو ہمارے ہی اوپر کیا ہو گا نہ کہ سارے جہاں پر۔ پس باہر سے جو مسافر لوگ آویں ان سے دریافت کرنا چاہیے۔ اس کے بعد جب مسافر آئے اور انہوں نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی۔ اس معجزہ سے متعلق روایات صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہیں۔ اس معجزہ کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی دی ہے۔ بے دین تو یہ سمجھتے تھے کہ نہ آسمان پھٹ سکتا ہے اور نہ قیامت قائم ہو سکتی ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

”اقتربت الساعة وانشق القمر وان يروا آية يعرضوا ويقولوا

سحر مستمر ۵۴-۲ یعنی ”قیامت نزدیک آپہنچی اور اگر تم کو شک ہو کہ آسمان کس طرح پھٹ جاوے گا تو دیکھو چاند پھٹ گیا اور بے دنیوں کا یہ حل ہے کہ اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ٹال جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قدیم جادو ہے“

کافروں کی آنکھوں میں خاک پڑنا:

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حنین کی لڑائی میں جب بت پرست موزیوں کا اڑدھام اور ہجوم ہوا اور وہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ تو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک کی اٹھا کر ان کے لشکر کی طرف پھینکی تو ان میں کوئی ایسا نہیں رہا کہ جس کی آنکھوں میں خاک نہ بھر گئی ہو اور انہوں نے شدید ہزیمت اٹھائی اور شکست کھائی۔

غزوہ خندق کا پہلا موقعہ:

مشکوٰۃ شریف اور دیگر مستند کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک بار عرب کے بہت سے کفار جمع ہو کر لڑائی کی عرض سے مدینہ منورہ پر چڑھ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کے بعد حکم دیا کہ اپنی اور ان کی فوج کے درمیان ایک خندق کھودی جائے۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اصحاب کے ساتھ خندق کھودنے میں شریک ہو گئے۔ اتفاقاً خندق میں ایک ایسا سخت پتھر ظاہر ہوا کہ اور لوگ اس کے توڑنے سے عاجز ہوئے۔ یہ حال سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس پر سائل مارا اور وہ پتھر چور چور ہو کر ریت بن گیا

غزوہ خندق کا دوسرا واقعہ :

تھوڑے سے کھانے میں سارے لشکر کا سیر ہو جانا غزوہ خندق کے دوران بھوک کے غلبہ کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ اس غزوہ میں شرکاء کو تین دن سے روٹی کھانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ﷺ کی بھوک کا حال دریافت کر کے اپنے گھر آکر ایک بزغلہ (بھیڑ کا بچہ) ذبح کیا اور میری بیوی نے چار سیر کے قریب جو (اتنے ہی اس وقت گھر میں موجود تھے) پیسے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آہستہ سے عرض کیا کہ اتنا کچھ سلمان ضیافت کا میرے گھر میں موجود ہے۔ آپ ﷺ اور چند اصحاب میرے ساتھ میرے گھر تشریف لے چلیں۔ حضرت ﷺ نے با آواز بلند فرمایا کہ

”اے خندق والو! جابر نے تمہاری مہمانی کی ہے، جلد آؤ“ اور مجھے فرمایا کہ ”جب تک میں تمہارے گھر نہ آؤں ہنڈیا چولھے سے نیچے نہ اتارنا اور روٹی مت پکاتا“۔ پھر حضرت ہمارے گھر تشریف لائے اور گندھے ہوئے آٹے میں اور گوشت کی ہنڈیا میں اپنے منہ مبارک کا لعاب ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی اور روٹیاں پکانے کا حکم دیا۔ اور حضرت اپنے دست مبارک سے روٹی تور سے نکال کر گوشت اور شوربے میں ملا کر لوگوں کو کھلاتے تھے یہاں تک کہ ہزار بھوکوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور حضرت کے ارشاد سے ہم نے بھی کھایا اور ہمسایوں کو بھی تقسیم کیا۔

غزوہ حدیبیہ :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہوئے

اور حضرت ﷺ کے پاس ایک برتن پانی کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے وضو کیا۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کی طرف جھکے اور عرض کیا کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے وضو کریں۔ بس اتنا ہی پانی ہے جو آپ ﷺ کے پاس موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کے اپنا مبارک ہاتھ اس برتن میں ڈالا اور حضرت ﷺ کی انگلیوں میں سے پانی کی نہریں جاری ہو گئیں۔ وہ پانی ہم نے پیا اور اس سے وضو کیا۔

کسی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اس دن آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگر ایک لاکھ ہوتے تو بھی سیر ہو جاتے، لیکن اس دن ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

گہ کی شہادت

مستند کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک اعرابی یعنی گنوار جنگل سے ایک گہ کو پکڑ لایا۔ راستہ میں لوگوں کا ایک مجمع دیکھا۔ اسی اعرابی نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیوں جمع ہوئے ہیں۔ لوگوں نے بتلایا کہ عبداللہ کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ لوگ اس غرض سے جمع ہوئے۔ مجمع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔ اعرابی نے مجمع میں داخل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ لات اور عزری (دو بتوں کے نام) کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تجھ سے زیادہ جھوٹا اور میرا دشمن کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس کی گواہی کریں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلم کا درجہ نبوت سے نزدیک ہے۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اعرابی قسم ہے اللہ کی کہ میں زمین و آسمان میں امانت دار ہوں اور آدمیوں اور فرشتوں نے

مجھے سراہا ہے۔ خدا سے ڈرو اور بتوں کی پرستش چھوڑ دو۔ اللہ کی واحدانیت اور میری پیغمبری کو مان۔ اعرابی نے کہا قسم ہے لات و عزریٰ کی کہ میں تجھ پر ایمان نہیں لاتا جب تک کہ یہ گویہ تجھ پر ایمان نہ لاوے اور گویہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چھوڑ دیا۔ گویہ بھاگنے لگی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گویہ! آگے آ۔ گویہ ہٹ آئی۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گویہ! گویہ نے خوش آزادی سے کہا ”لبیک و سعیدیک“ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو کس کی بندگی کرتی ہے؟“ بولی: ”اس اللہ کی بندگی کرتی ہوں جس کا آسمان میں عرش ہے اور اس کی زمین میں حکومت ہے۔ بہشت میں اس کی رحمت ہے۔ دوزخ میں اس کا عذاب ہے۔“ حضرت نے فرمایا: ”میں کون ہوں؟“ بولی: ”تو رسول ہے اللہ پروردگار کا اور پیغمبروں کا خاتم ہے۔ جو کوئی تجھ کو سچا نبی جانے نجات پاوے اور جو کوئی تجھ کو جھٹلاوے دوزخ میں مبتلا ہووے۔“ اعرابی گویہ کی زبان میں یہ باتیں سن کر حیران ہوا اور کہا کہ میں کوئی دلیل اور معجزہ نہیں مانگتا مجھے اتنی ہی بات سے آپ کے سچے ہونے کا یقین ہو گیا۔ پھر ”اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و انک عبدہ و رسولہ“ (گواہ ہوں میں اس بات پر کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں اور تم اللہ کے بندے اور رسول ہو) کہا۔ پھر کہا۔ ”قسم ہے اللہ کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب میں آیا تھا اس وقت آپ سے زیادہ میرا کوئی دشمن نہ تھا۔ اب میں آپ کو اپنے کلن اور آنکھ اور ماں باپ اور اولاد سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔“ حضرت نے فرمایا۔ ”الحمد للہ“۔

ستون کی شہادت:

مخکوۃ شریف میں مذکور ہے (صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں لکڑی کا ایک ستون تھا جس سے تکیہ لگا کر آپ خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب خطبہ کے لیے علیحدہ ممبر تیار کر لیا گیا تو آپ ممبر پر تشریف لائے۔ یہ صورت دیکھ کر وہ ستون ایسا چلانے لگا گویا ابھی پھٹا جاتا ہے۔ جناب ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ممبر پر سے اترے اور اس ستون کو اپنے بدن مبارک سے لگایا۔ تب وہ اس طرح رونے لگا جیسے کوئی چھوٹا لڑکا روتا ہو اور کوئی اس کو رونے سے چپ کرائے اور وہ روتا رہے۔ آخر وہ ستون خاموش ہوا حضرت سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا کہ یہ ستون اللہ کا ذکر سنا کرتا تھا اس کے غم سے رونے لگا تھا۔

پہاڑوں کا رونا، درختوں کا حاضر ہونا، اور اونٹ کا کلام کرنا:

مستند کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت عقیلؓ نے بیان کیا کہ میں ایک سفر میں پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس سفر میں میں نے حضرتؐ کے کئی معجزے دیکھے۔ ایک یہ کہ میں پیاسا تھا۔ میں نے حضرتؐ سے پیاس کا حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا ”جا“ اور اس پہاڑ سے کہہ کہ پیغمبر ﷺ نے کہا ہے کہ مجھ کو پانی دے۔ میں نے حضرتؐ کے فرمانے پر عمل کیا۔ پہاڑ مجھ سے بات چیت کرنے لگا اور کہا کہ پیغمبر (ﷺ) کی خدمت میں عرض کر کہ مجھ کو جب سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ڈرو دوزخ سے جس کا اندھن آدمی اور پتھر ہیں، میں اتنا رویا ہوں کہ مجھ میں پانی باقی نہیں رہا۔ دوسرا یہ کہ اس دن حضرت نے چاہا کہ فضائے حاجت کریں مگر کوئی آڑ نہ تھی۔ وہاں سے دور کئی درخت تھے حضرتؐ نے ان درختوں سے فرمایا کہ تم مجھ کو چھالو۔ درخت گیند کی

مانند جمع ہوئے حضرت اس پردہ میں قضائے حاجت کو گئے۔ تیسرا یہ کہ ہم ایک مقام پر پہنچے۔ ناگاہ ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا اور حضرت کے آگے دوڑاؤ ہو کر کہنے لگا۔ ”الامان، الامان“ اور اس کے پیچھے سے ایک اعرابی تلوار کھینچے ہوئے آیا۔ حضرت نے فرمایا: ”اے اعرابی تو اس بے چارے سے کیا چاہتا ہے؟“ کہا۔ ”اے رسول اللہ ﷺ اس اونٹ کو میں نے اس لئے خریدا ہے کہ میرا کام کرے اور مجھ کو اس سے نفع ہو۔ اب یہ میری نافرمانی کرتا ہے۔ میں نے یہ قصد کیا کہ اس کو ذبح کر کے اس کے گوشت سے نفع حاصل کروں۔“ حضرت نے اونٹ سے فرمایا کہ تو کیوں باغی ہوا ہے؟ اونٹ نے عرض کیا۔ ”یا رسول اللہ ﷺ میں اس وجہ سے اس کی نافرمانی نہیں کرتا ہوں کہ اس کا کام نہ کروں بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی عشاء کی نماز ادا نہ کرے اس کو اللہ کا عذاب پہنچے اور یہ اعرابی معہ اپنی قوم کے عشاء کی نماز نہیں پڑھتے۔ میں اس لئے بھاگتا ہوں کہ مبادا ان کی شامت سے مجھے بھی عذاب ہو۔“ حضرت نے اعرابی سے پوچھا کہ جو یہ اونٹ کتا ہے صحیح ہے؟ اعرابی نے کہا۔ ”ایسا ہی ہے۔ لیکن میں عہد کرتا ہوں کہ اب رات کی نماز میں سستی نہ کروں گا۔ اور اپنی قوم کو بھی تاکید کروں گا۔“ اس کے بعد اس کے بعد اس کا اونٹ تابعدار ہو گیا۔

سنگریزوں کا تسبیح کرنا:

معارج النبوة اور روضہ الاحباب میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت نے کئی سنگریزے زمین سے اپنے دست مبارک میں لیے۔ یہ سنگریزے اللہ کی پاکی بیان کرنے لگے۔ ان کی آواز ایسی تھی جیسی شہد کی مکھی کی ہوتی ہے۔ جب حضرت نے سنگریزوں کو زمین پر رکھ دیا تو وہ چپ ہو گئے پھر ان کو اٹھا کر حضرت ابو بکر

صدیقؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو بھی اسی طرح تسبیح کرنے لگے۔ پھر جب حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں میں بھی سنگریزوں نے تسبیح کی اور اسی طرح حضرت علیؓ کے ہاتھ میں بھی تسبیح کی۔ لیکن جب حضرتؓ کے حکم سے حضرت ابوذرؓ نے سنگریزوں کو ہاتھ میں اٹھایا تو انہوں نے تسبیح نہ کی حضرتؓ سے دریافت کیا گیا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا اے ابوذر! کیا تو چاہتا ہے کہ خلفائے راشدین اہل کے برابر ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

درخت کا آکر سلام کرنا، بیری کے درخت کا پھٹ جانا:

مستند کتابوں (معارج النبوة وغیرہ) میں لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں آپؐ کی خدمت میں مسلمان ہو کر آیا ہوں لیکن مجھے کوئی معجزہ دکھائیے تاکہ میرا یقین پختہ ہو۔ حضرتؐ نے پوچھا تو کیا معجزہ چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس درخت کو بلائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جا اور میری زبانی درخت کو پیغام پہنچا کر بلالو۔ اعرابی درخت کے پاس گیا اور کہا ”اللہ کا رسول تجھ کو بلاتا ہے۔“ درخت اپنے رگ و ریشہ کو زمین سے کھینچ کر حضرتؐ کی طرف روانہ ہوا۔ اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ ”السلام علیکم یا رسول اللہ۔“ اعرابی نے کہا۔ بس مجھے اتنا ہی معجزہ کفایت کرتا ہے پھر بموجب حکم حضرتؐ کے وہ درخت اپنی اسی جگہ پر جا رہا اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ طائف کی مہم میں حضرت پیغمبر ﷺ اونٹ پر سوار چلے جا رہے تھے کہ ایک بیری کے درخت کے نزدیک پہنچے جس میں بہت کانٹے تھے اور اس وقت آپؐ کی آنکھیں خواب آلود تھیں جب آپؐ درخت کے قریب ہوئے تو وہ درخت بچ سے پھٹ کر آدھا ایک طرف اور آدھا دوسری طرف ہو گیا اور حضرتؐ کا اونٹ اس میں سے سلامتی سے

گزر گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ درخت ابھی تک اسی طرح کھڑا ہوا ہے اور اس کو سدرۃ المنتقی (نبی کی پیری) کہتے ہیں۔

ایک پیالہ دودھ سے بہت سے لوگوں کا پیٹ بھر جانا:

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں بہت بھوکا تھا۔ حضرت نے میرا حال دیکھ کر مجھے اپنے گھر بلا کر ایک دودھ کے پیالہ سے تمام اہل صفہؓ کو شکم سیرہ کیا پھر مجھے پیٹ بھر کر پلایا پھر حضرت نے خود پیا۔

لڑکے کا تندرست ہونا:

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو حضرت کی خدمت میں لائی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا بیٹا صبح و شام دیوانہ ہو جاتا ہے۔ حضرت نے اپنا دست مبارک اس کے سینہ پر لگایا اور دعا کی تو اس بچہ کو قے آئی اور اس کے اندر سے ایک چیز نکلی جو کہتے کے بچہ کی طرح سیاہ رنگ کی تھی۔ اور چلا گیا۔ وہ بچہ تندرست ہو گیا۔ اس کے علاوہ بھی حضرت کے بہت سے معجزات کا ذکر مستند کتابوں میں موجود ہے۔

سب سے بڑا معجزہ:

جو معجزہ حضرت نبی کریم ﷺ کی پیغمبری کا سب سے بڑا گواہ ہے وہ قرآن مجید یعنی کلام الہی ہے۔ باوجود اس کے کہ عرب میں اس وقت بہت سے شاعر تھے جن میں بڑے بڑے کامل اور فصیح تھے، ان لوگوں کا یہ حال کہ اپنی زبان آوری

(فصاحت و بلاغت) میں باقی دنیا کو عجم (گوٹکا) کہتے تھے اور بہت سے لوگ بغض و عناد نیز تکبر کی وجہ سے یہ تمنا رکھتے تھے کہ کسی طرح حضرتؑ پر جھوٹ کا الزام آجائے اور غیرت کے مارے حضرتؑ سے اپنی دشمنی میں اپنا مال بھی صرف کیا اور جانیں بھی دیں۔ بالآخر حضرتؑ نے قرآن شریف کے مقابلے میں صرف ایک سورت ان کی تصنیف مانگی اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم ایسا نہ کر سکو گے۔ سو وہ ایسا نہ کر سکے اور ان کی شاعری کی سب فصاحت اور بلاغت ختم ہو گئی۔ صرف ایک سورۃ کے کہنے سے عاجز ہو گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرۃ کے تیسرے رکوع میں فرمایا ہے۔

O وان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا فاتوا بسورة من مثله
وادعوا شهدائكم من دون الله ان كنتم صادقين (اور اگر تم شک میں ہو
اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندہ پر، تو لے آؤ، ایک سورت اس جیسی، اور
بلاؤ، اس کو جو تمہارا مددگار ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو) ۲/ ۲۳

O فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس
والحجاره اعدت للكافرين

پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو بچو پھر اس آگ سے جس
کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی ہوئی ہے کافروں کے واسطے ۲/ ۲۴
O سورہ یونس کے چوتھے رکوع میں فرمایا ہے :-

ام يقولون افتره قل فاتوا بسورة مثله وادعوا من استطعتم من
دون الله ان كنتم صادقين

(کیا لوگ کہتے ہیں کہ یہ بتلایا ہے تو کہہ دے تم لے آؤ ایک ہی صورت
ایسی۔ اور بلاؤ جس کو بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔) ۱۰/ ۳۸

سورۃ ہود کے دوسرے رکوع میں فرمایا ہے :

ام یقولون افرمہ قل فاتوا بعشر سور مثله مفتریت وادعوا من
استطعم من دون اللہ ان کنتم صدقین فالہم یتجیبوا لکم فاعلموا
انما انزل یعلم اللہ الخ (۱۱ - ۱۳ - ۱۴)

ترجمہ :- (کیا کہتے ہیں کہ بنالایا ہے تو قرآن کو کہہ دے تم بھی لے آؤ ایک
دس سورتیں ایسی بنا کر اور بلاو جس کو بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ
پورا کریں تمہارا کہنا تو جان لو کہ قرآن تو اترا یہ اللہ کی وحی سے (۱۱ / ۱۳ -
۱۴)

اور سورۃ بنی اسرائیل کے دسویں رکوع میں آتا ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن
لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضهم لبعض ظہیراً ۱۷ - ۸۸
ترجمہ: کہہ اگر جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہ لائیں ایسا قرآن ہرگز نہ
لائیں گے اس قرآن اور بڑے مدد کیا کریں ایک دوسرے کی)

معاذ اللہ اگر فرضاً پیغمبر خدا ﷺ اپنے پیغمبر کے دعویٰ میں جھوٹے ہوتے تو
ان فصیح شعراء کے سامنے کبھی ایسا نہ فرماتے کہ اس قرآن کی مانند دس سورتیں یا
ایک سورۃ تیم سے اور تمہارے شاہدین اور مددگاروں سے تمام جنوں اور آدمیوں
سے نہ بن سکیں گی کیوں کہ جھوٹا مدعی جانتا ہے کہ جیسا کہ میں آدمی ہوں ایسے ہی
لوگ ہیں اگر یہ کہوں گا کہ اس کلام کے مانند تم سے ہرگز نہ بن آوے گا تو شاید
اس کے مقابلے میں کوئی شخص ایسا ہی کلام کہہ لاوے تو میں شرمندہ ہو جاؤں غرض
ایسے آدمی سے جو خود جھوٹا ہو وہ ایسا دعویٰ ہرگز نہیں کر سکتا چوں کہ نبی کریم
ﷺ خود صادق تھے اور یہ کلام بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا تھا لہذا قرآن پاک میں کئی

مقامات!۔ سے صاف ظاہر ہے کہ ایسا کلام بلاشبہ کوئی نہیں کہہ سکتا اور کسی سے نہ کہا جاسکا

حضرتؑ کے وقت سے اب تک ہر زمانہ میں دین اسلام کے بہت دشمن ہوتے رہے اور اس زمانہ میں پادری لوگ اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کسی وجہ سے اسلام کو باطل ٹھہرائیں اور اس غرض کے لیے طرح طرح کے علوم اور عربی زبان کو بخوبی سیکھتے ہیں لیکن کبھی بھی قرآن پاک مانند کسی نے دو تین سطر کی عبارت بھی نہیں لکھی نیز ظاہر ہے کہ شاعروں کے کلام کی طرح قرآن پاک میں محبوب کے خال و خط، ناز و ادا، وصل و ہجر یا شراب و کباب و شادی و غم وغیرہ سے متعلق مضامین، جن سمیں عمومی طور پر فصاحت و بلاغت اور صنائع و بدائع کا زیادہ دخل ہوتا ہے، کا کوئی ذکر نہیں ہے مختصراً ”قرآن پاک ہر نوعیت کے جھوٹ اور مبالغہ سے یکسر خالی ہے۔ اس کے برعکس قرآن پاک میں مبداء اور معاد (زندگی کی ابتداء و انتہاء) عبادات و معاملات، اخلاقیات و مملکت (زندگی کو برباد کرنے والی باتیں) کا ذکر ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ولقد صرفنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل فابلی اکثر الناس الا کفورا“ (۸۹/۱۷)

ترجمہ:- ”اور ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اس قرآن میں ہر قسم کا مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے۔ پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کیے ہوئے نہ رہے (۸۹/۱۷)۔ مولانا تھانویؒ

اس کے باوجود قرآن پاک میں عبارت کی خوبی اور رنگینی کے علاوہ علم بیان و معانی کے قواعد کی پوری پوری رعایت موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پڑھنے والا منصف مزاج اور غور کرنے والا ہونا چاہیے۔ تاکہ ان دلائل پر غور

کرے جو قرآن پاک میں بیان کیے گئے ہیں، اور قرآن پاک کے مضامین اور عبارات کو سمجھ کر قرآن پاک کے کلام الہی ہونے کو اور حضرت نبی کریم ﷺ کے نبی برحق ہونے کو عقل سے سمجھے کیونکہ عقل سلیم کے نزدیک اس باب میں ایک ذرہ بھر بھی شک و شبہ نہیں ہے اور اگر کسی کو اس کے بعد بھی ہدایت کا راستہ نہ ملے تو اس کو اذلی کجخت ہی کہا جائے گا۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیغمبر ہونے کی دوسری بڑی دلیل آپ کیا اخلاق حمیدہ اور پسندیدہ اعمال ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے دس برس تک نبی کریم ﷺ کی خدمت کی۔ اس طویل عرصہ میں آنحضرتؐ نے مجھے اف تک نہیں کہا۔ (یعنی جھڑکا تک نہیں) اور نہ کبھی یہ دریافت کیا کہ یہ کام تو نے کیوں نہیں کیا اور نہ یہ پوچھا کہ یہ کام کیوں کیا۔ یہ بھی اسی مستند کتاب میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں آٹھ برس کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دس برس میں نے حضرتؐ کی خدمت کی۔ حضرتؐ نے اس عرصہ میں کسی چیز کے ضائع ہونے پر کبھی ملامت نہیں کی اور اگر کبھی کوئی آپ کے گھر والا مجھے ملامت کرتا تو حضرتؐ فرماتے اس کو ملامت نہ کرو جو کچھ تقدیر میں ہے وہی ہوتا ہے۔ انہی سے ایک اور روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے بکریاں مانگیں اس قدر کہ درمیان دو پہاڑوں کے تھیں حضرت نے وہ سب بکریاں اس کو بخش دیں۔ پھر وہ شخص اپنی قوم میں گیا اور جا کر کہا کہ اے میری قوم مسلمان ہو جا۔ قسم ہے اللہ کی کہ جناب محمد ﷺ بہت کچھ دیتا ہے اور اس قدر دینے سے فقیر ہو جانے سے نہیں ڈرتا۔ اسی مضمون کی ایک اور روایت حضرت جابرؓ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سوالی کو صاف جواب نہیں دیا۔

نزفت لا بزبان مبارکش ہرگز

مگر باشد ان لا الہ الا اللہ

(آپ کی زبان مبارک پر اللہ ان لا الہ الا اللہ کے علاوہ کبھی نہیں، نہیں

(آیا۔)

حضرت انسؓ سے ایک اور روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ حضرتؓ موٹے کنارے والی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک گنوار آہنچلا۔ اس نے حضرتؓ کی چادر مبارک پکڑ کر حضرت کو اس قدر سختی سے کھینچا کہ حضرت اس کے سینہ تک آگئے یہاں تک کہ میں نے دیکھ کہ اس چادر کا کنارہ حضرتؓ کی گردن مبارک میں گڑ گیا اور اس کا نشان پڑ گیا تھا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ اے محمدؐ! یہ مال کہ تیرے پاس ہے تیرا نہیں ہے۔ اور تیرے باپ کا نہیں ہے۔ اللہ کا ہے اس میں سے مجھ کو دلو۔ حضرتؓ نے اس کی طرف دیکھا اور اس کا سوال پورا کر دیا۔ (ایک روایت میں ہے کہ اس گنوار کے ساتھ دو اونٹ تھے حضرت نے ایک پر جو اور دوسرے پر کھجوریں لدوا دیں) حضرت انسؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایسے خوش اخلاق تھے کہ اگر مدینہ کے لوگوں کی ایک باندی بھی آپ کا ہاتھ پکڑ لیتی تو جہاں وہ چاہتی حضرتؓ اس کے ساتھ چلے جاتے (یعنی ایسے کاموں میں حق تعالیٰ ناراض نہ ہوتا) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کافروں پر بد دعا کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے کسی کو برا کہنے کو پیغمبر نہیں بنایا بلکہ مجھے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا (ﷺ) کسی کو گال نہ دیتے تھے اور نہ بازاروں میں چلاتے تھے۔ اگر حضرتؓ سے کوئی برائی کرتا تو آپؐ اس سے بدلہ نہ لیتے بلکہ

معاف کر دیتے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ ایسے متوکل تھے کہ اپنے نفس کے واسطے کچھ ذخیرہ نہ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔ میرے پاس اتنا بڑا فرشتہ کہ کمر اس کی کعبہ کے برابر تھی آیا۔ اس نے کہا کہ تمہارا رب تم کو سلام فرماتا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر چاہو تو پیغمبر بندہ ہو اور اگر چاہو تو پیغمبر بادشاہ ہو۔ میں نے حضرت جبرائیلؑ کی طرف دیکھا۔ (یعنی بطور مشورہ کے) پس حضرت جبرائیلؑ نے اشارہ کیا کہ پست کرو اپنا نفس یعنی بندگی اور فقری اختیار کرو۔ پس میں نے کہا کہ میں پیغمبر بندہ ہوں گا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس حل کے بعد حضرت نے پھر کبھی تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھایا اور فرمایا کہ میں اس طرح کھانا کھاتا ہوں جیسے بندے کھانا کھایا کرتے ہیں اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح کہ بندے بیٹھا کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم کے کچھ دینار حضرت پیغمبرؐ پر قرض تھے۔ لہذا اس نے حضرتؐ پر تقاضا کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے یہودی اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں کہ تجھ کو دوں۔ یہودی نے کہا اے محمد! جب تک تو میرا قرض ادا نہ کرے گا میں تجھ سے جدا نہیں ہوں گا۔ آپؐ نے فرمایا خیر میں تیرے پاس بیٹھا رہوں گا۔ سو حضرتؐ اس کے پاس بیٹھے رہے پھر نماز پڑھی۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء حتیٰ کہ صبح کی نماز بھی، یعنی اتنی مدت تک اسی یہودی کے ساتھ رہے۔ حضرتؐ کے اصحاب اس یہودی کو جھڑکتے تھے۔ حضرتؐ کو اپنے اصحابؓ کی یہ حرکت پسند نہیں آئی۔ اصحابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بھلا ایک یہودی آپؐ کو روکے رکھے اور نکلنے نہ دے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے کسی پر بھی ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر جب

صبح ہوئی تو اس یہودی نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ
یعنی میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ تحقیق بندگی نہیں کسی کی سوائے اللہ تعالیٰ
کے اور اس بات کی کہ بے شک تم اللہ کے بھیجے ہوئے ہو اور کہا کہ میرا آدھا مال
اللہ کی راہ میں تصدق ہے اور سنتے ہو کہ میں نے جو آپ سے گستاخی کی ہے صرف
اس واسطے کی ہے کہ دریافت کروں کہ آپ کی جو تعریف توریت میں ہے یعنی کہ
محمد (ﷺ) عبد اللہ کا بیٹا مکہ میں پیدا ہوگا، اس کی ہجرت گاہ مدینہ (منورہ) ہوگی اور
ان کی عظمت و شوکت شام کے ملک میں ہوگی۔ اور محمد (ﷺ) نہ بد زبان ہوں گے
اور نہ سخت دل نہ وہ بازاروں میں چلانے والا ہوں گے اور نہ فحش وضع اختیار
کرنے والے ہوں گے اور نہ بے ہودہ بات کہنے والے ہوں گے۔ پھر اس یہودی
نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ یعنی بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی
معبود نہیں اور بلاشبہ تم اللہ کے رسول ہو اور کہا کہ یہ میرا مال ہے اللہ کے حکم
کے مطابق جہاں اس کا خرچ کرنا مناسب ہو وہاں خرچ کروں گا
حضرت ابن مسعودؓ صحابی رسول روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر (ﷺ) بوسے
پر سوئے ہوئے تھے۔ جب سوکر اٹھے تو آپ کے بدن مبارک پر بوسے کے نشان
ابھر آئے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے (ابن مسعودؓ نے) عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا
اچھا ہوتا اگر آپ ہم کو حکم دیتے تو ہم آپ کے لیے نرم بستر بچھا دیتے اور اچھے
کپڑے بندھ دیتے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے صرف اتنی غرض ہے جیسے کسی
سوار نے ایک درخت کے نیچے کچھ دیر آرام کیا اور سوار ہی کھڑا رہا پس چل دیا
اور درخت کو چھوڑ گیا ۵
حضرت ابو امامہؓ صحابی سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ
مجھ کو میرے پروردگار نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تیرے لیے بطحاء مکہ (وادی مکہ

مظہم) کو سونا کروں۔ پس میں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں یہ نہیں چاہتا ہوں۔ میں اتنی خواہش رکھتا ہوں کہ ایک روز شکم سیر ہوں اور ایک روز بھوکا رہوں۔ پھر جب بھوکا ہوں تیرے آگے عاجزی کروں اور تجھ کو یاد کروں اور جب شکم سیر ہوں تو تیرا شکر ادا کروں۔ واضح رہے کہ اس جگہ حضرتؑ کے اخلاق سے متعلق بہت ہی مختصر بیان پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تفصیلات کے خواہش مند ناظرین مستند کتابوں سے رجوع کریں۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جمع اوصاف تیری ذات ہے

آپ کی ہر بات کی کیا بات ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وانک لعلی خلق عظیم ----- ۶۸ / ۴

ترجمہ :- ”اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔“

(مولانا تھانوی رحمہ اللہ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت کا خلق قرآن ہے۔ یعنی جو کچھ قرآن مجید

میں ہے وہ بالطبع حضرت کے اخلاق ہیں۔ سبحان اللہ ۔

صفت خلق کسی کہ قرآن است

خلق را و صفت اوچہ امکان است

اور پیغمبروں کے بعد دین کی راہ بتاتے والے پیغمبروں کے نائب ہوتے ہیں

اگرچہ ان کا گناہوں سے بالکل پاک ہونا شرط نہیں پھر بھی ان کے افعال اور اخلاق

بہت ہی نیک ہوتے ہیں اور اگر ان سے کوئی بڑا گناہ صادر ہو تو اللہ تعالیٰ جلد توبہ

نصیب کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے نائب اس وقت سے آج تک جہاں میں

موجود رہے ہیں ان میں سے سب سے اول، افضل اور اشرف وہ لوگ ہیں کہ

حضرتؑ کے اہل بیت اور اصحاب ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں رسول اللہؐ کو دیکھا اور ان کے بعد تابعین ہیں کہ جنہوں نے ایمان کی حالت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو دیکھا اور ان کے بعد تابعین ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں تابعین کو دیکھا اور ان کے بعد علماء، اولیاء اور صلحاء ہیں جن کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ ان نابوں کے اخلاق اس قدر اچھے ہیں کہ جن کے بیان سے دل و جان کو لذت حاصل ہوتی ہے اور ان میں سے بہتوں کے ہاتھ پر خرق عادت (کرامات) بھی ظاہر ہوئے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ :

احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ حضرت ﷺ لشکر کا سامان کر رہے تھے تو حضرت عمرؓ اپنا آدھا مال حضرت کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت نے دریافت کیا گھر والوں کے واسطے کیا چھوڑ آیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آدھا مال اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنا سارا ہی مال اٹھا لائے۔ حضرت ﷺ نے پوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا اللہ اور رسولؐ۔

پروانہ کے لیے شمع، بلبل کے لیے پھول بس

صدیق کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

حضرت امام غزالیؒ نے کیمیائے سعادت (ایک معروف کتاب) میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک غلام نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دودھ لا کر پلایا۔ پینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حلال نہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انگلی ڈال کر قے کر دی۔

تمام دودھ نکال دیا اور کہا کہ بار خدایا جو کچھ میری رگوں میں باقی رہ گیا ہو اس سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

”صواعق محرقة“ (ایک معروف کتاب) میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے دنوں میں ایک شخص کو جس کا نام ساریہ تھا ایک لشکر کا سردار بنا کر کسی طرف روانہ کیا۔ وہ بزرگ ایک روز اپنی فوج کے ہاتھ عجم کے ملک میں کافروں کے غلبہ سے بھاگ چلا تھا اور اس وقت میں حضرت عمرؓ مدینہ منورہ میں ممبر پر خطبہ فرما رہے تھے حضرت عمرؓ کو یہ حال کشف سے معلوم ہوا۔ اپنے خطبہ کے درمیان فرمایا کہ ”یا ساریہ الجبل“ یعنی اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو کر اپنے آپ کو قائم رکھ۔ ساریہ نے حضرت عمرؓ کی آواز اتنی دور ہونے کے باوجود سن لی اور خبردار ہو گیا اور پہاڑ کو اپنی پشت پر لے کر مضبوط ہوا اور کافروں کو بھگادیا۔ اسی کتاب (صواعق محرقة) میں لکھا ہے کہ مصر میں دستور تھا کہ ایک کنواری لڑکی کو بناؤ سنگار کے بعد دریائے نیل کی نذر کر دیا کرتے تھے (دریا میں ڈال دیتے تھے) تو دریا جاری ہوا کرتا تھا۔ جب وہاں مسلمانوں کی حکومت ہوئی اور حضرت عمرو بن عاصؓ اس شہر کے حاکم تھے، تو انہوں نے اس رسم بد کو موقوف کرا دیا۔ دریا بالکل خشک ہو گیا۔ وہاں کے رہنے والوں نے ترک سکونت کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے یہ سب حال حضرت عمرؓ خلیفہ وقت کو لکھ کر بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں حضرت عمرو بن عاصؓ کو لکھا کہ تم نے اس رسم کو موقوف کیا اچھا کیا اور ایک رقعہ چھوٹا سا لکھ کر اس خط میں ملفوف کر کے لکھا کہ اس رقعہ کو دریا

نیل میں ڈال دینا۔ اس رقعہ کا مضمون یہ تھا۔ ”رقعہ اللہ کے بندے امیرالمومنین عمرؓ کا دریاۓ نیل کی طرف..... اُگر تو اپنے آپ سے جاری تھا تو اب جاری نہ ہونا۔ اُگر تجھ کو اللہ جاری کرتا تھا تو میں اللہ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ تجھ کو جاری کر دے۔“ عمرو بن عاصؓ نے اس رقعہ کو دریا میں ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے دریاۓ نیل کو جاری کر دیا۔ تب سے وہ رسم بد اس شر سے موقوف ہوئی۔ حضرت عمرؓ کا پاؤں ایک مفلس کے پاؤں پر پڑ گیا اس نے خفا ہو کر کہا کہ تو اندھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اندھا تو نہیں مگر بھول گیا ہوں تو مجھ کو معاف کر دے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک قبر پر کھڑے ہو کر اس قدر روئے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو گئی۔ رفیقوں نے پوچھا کہ آپ کبھی بہشت و دوزخ کے در سے اتنا نہیں روئے جتنا کہ آج روئے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ عاقبت کی پہلی منزل قبر ہے۔ جس کو اس میں آرام رہا باقی منزلیں اس پر آسان ہوئیں اور جس کو اس میں تکلیف ہوئی۔ باقی منزلیں تکلیف سے گذریں گی تو پہلی منزل میں سب منزلوں کا غم ہوتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چاشت کے وقت (سورج نکلنے سے تھوڑی دیر بعد) اکثر اوقات مسجد نبویؐ میں زمین پر سوتے۔ جب اٹھتے تو سنگریزوں کے نشان آپ کے بدن پر پڑ جاتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ:

ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب فرمایا اس مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ یہ مسئلہ یوں نہیں ہے جس طرح آپ فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا جو تجھے معلوم ہے کہدے۔ اس شخص نے بہت اچھی طرح مسئلہ بیان کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھول گیا تھا۔ یہ شخص صحیح کہتا ہے۔ صواعق محرقہ میں ہی مذکور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے

حضرت ضرار بن حمزہ سے کہا کہ حضرت علیؑ کے اوصاف مجھ سے بیان کیجئے۔ حضرت ضرار نے عملاً اس سے گریز کیا۔ جب حضرت معاویہؓ نے قسم دی تو یوں بیان کرنے لگے کہ حضرت علیؑ بڑے بزرگ اور متقی تھے۔ بڑی قوت والے تھے قول ان کا افضل تھا۔ حاکم اور عادل تھے۔ علم ان کے اطراف سے رواں تھا۔ بات ان کی حکمت تھی۔ دنیا اور اس کی زینتوں سے بے زار تھے۔ ان کی آنکھوں سے بہت آنسو جاری رہتے تھے۔ تدبیر اور تفکر کیا کرتے تھے۔ روکھی، سوکھی روٹی اور موٹے کپڑے پر قناعت کیا کرتے تھے اپنے آپ کو ایک ادنیٰ آدمی سمجھتے تھے جو کچھ ہم پوچھتے اس کا جواب دیتے اگر ہم ان کو بلاتے تو اجابت کرتے۔ اہل دین کی تعظیم کرتے۔ مسکینوں سے قرب رکھتے۔ قول باطل کے تابع نہ ہوتے۔ کوئی ناتواں ان کے عدل سے ناامید نہ ہوتا اور میں نے ان کو اندھیری رات میں تنہا دیکھا ہے کہ اپنا ہاتھ ڈاڑھی میں ملتے تھے اور غم سے روتے تھے اور فرماتے تھے کہ ”اے دنیا میں تجھ پر نہ پھولوں گا۔ تیرا فریب نہ کھاؤں گا۔ یہ فریب اوروں کو دے تو مجھ سے شوق رکھتی ہے اور میں تجھ سے بیزار ہوں۔ کہاں ہو سکتا ہے کہ میں تجھ سے محبت رکھوں۔ میری محبت ہونی تجھ سے بعید ہے میں نے تجھ کو تین طلاقیں بائن دیں کہ پھر رجوع نہ کروں گا۔ عمر تیری چھوٹی ہے۔ اور خوف تیرا بہت ہے۔ ہائے ہائے توشہ کم اور سفر دراز اور راہ کا خوف۔“ یہ سن کر حضرت معاویہؓ رو پڑے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ ابوالحسن (حضرت علیؑ) پر رحمت کرے کہ واللہ وہ ایسے ہی تھے اور جو تم نے کہا سچ ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:

”صواعق محرقة“ میں مذکور ہے کہ حضرت امام حسنؑ نے فرمایا کہ مجھے

شرم آتی ہے کہ میں اپنے پروردگار سے اس حال میں ملوں کہ اپنے پروردگار کے گھر کی طرف پا پیادہ نہ گیا ہوں اس واسطہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے چپکس حج پیادہ پا کیے حالانکہ سواریاں آپ کے ساتھ چلتی تھی اور اسی کتاب میں ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ حضرت حسن علیہ السلام نے دو مرتبہ اپنا سارا مال اللہ کے نام پر دے دیا اور تین مرتبہ اپنا آدھا مال اللہ کے نام پر بانٹ دیا مثلاً "اگر دو جوتیاں اور دو موزے ہوتے تو ایک اللہ کے نام پر دے دیتے۔ اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک ضعیفہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کی زیارت کی۔ حضرت حسن علیہ السلام نے ایک ہزار دینار (سونے کا سکہ) اور ایک ہزار بکرے اس بڑھیا کو بخشے۔ اور اتنا ہی انعام حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس کو دیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر علیہ السلام نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں اس کو بخشیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ:

تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ یزید خلیفہ بن گیا تو اس نے چاہا کہ حضرت امام حسین بھی اس سے بیعت کریں اور اس کی متابعت کریں۔ جناب امام حسین نے اس کو رسول مقبول ﷺ کے طریقہ کے خلاف سمجھا اور اس کی بیعت سے انکار کیا اور اسی سبب سے اپنی جان عزیز اللہ کی راہ میں قربان کی، طرح طرح کی سختیاں اور پیاس کی شدت برداشت کی حتیٰ کہ اپنے اکثر صحابہ اوروں کے ساتھ شہید ہوئے لیکن یزید کی بیعت نہ کی۔ سبحان اللہ حوصلہ ہو تو ایسا ہو۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ:

حضرت ابن حجر مکی رحمہ اللہ (شافعی) اپنی کتاب قلائد القمیان فی مناقب الامام ابی

حنیفہ رضی اللہ عنہا میں لکھتے ہیں کہ حضرت معمرؓ نے کہا کہ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جب کبھی اپنے بال بچوں کے لئے کچھ کھانا یا کپڑا خریدتے تو پہلے اس سے اسی قدر علماء کو بھی دیتے۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حسن ابن زیاد نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کبھی امیروں اور بادشاہوں کا ہدیہ قبول نہیں کیا۔ اور ایک مرتبہ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے کچھ کپڑا بیچنے کے واسطے تجارت میں شریک شخص کے پاس بھیجا۔ اس میں ایک تھان عیب دار تھا۔ آپ نے اس شخص سے کہا بھیجا کہ خریدار سے اس کا تھان کا عیب ظاہر کر کے فروخت کرنا۔ تقدیر الہی سے وہ شخص بیچتے وقت اس تھان کا عیب بیان کرنا بھول گیا اور سب اسباب بیچ دیا۔ جب جناب امام کو اس کی خبر ہوئی تو اس کی قیمت کو اپنے خرچ میں لانا گوارا نہ کیا۔ تو اس کپڑے کی قیمت اور نفع سب مل کر بیس ہزار درہم تھا۔ یہ سب رقم محتاجوں کو دے دی۔ اسی کتاب میں مذکور ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے چالیس سال تک عشاء کے وقت کی وضو سے فجر کی نماز پڑھی اور اکثر ایسا اتفاق ہوتا کہ ایک رکعت نماز میں سارا قرآن شریف ختم کرتے اور اس میں اس قدر رقت ہوتی کہ ان کے رونے کی آواز ہسالیہ سن کر ان کے حال پر ترس کھاتے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ جس جگہ جناب امام اعظم کی وفات ہوئی آپ نے اس جگہ سات ہزار قرآن شریف ختم کیے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ:

مولانا جامی رضی اللہ عنہ (مشہور صوفی بزرگ) اپنی کتاب نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ حضرت قطب ربانی کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ فرماتی ہیں کہ جب سے میرا بیٹا عبدالقادر پیدا ہوا ہے اس نے رمضان المبارک کے دنوں میں

کبھی دودھ نہیں پیا کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان کا چاند بادل کے سبب دکھائی نہیں دیا تھا۔ لوگوں نے حضرت محبوب سبحانی کی ماں سے رمضان کے چاند کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ آج عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا۔ پھر آخر کو معلوم ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہے اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایام طفولیت میں عرفہ کے دن میں گائے چرانے جنگل میں گیا اس گائے نے میری طرف منہ کر کے کہا اللہ تعالیٰ نے تجھے اس کام کے لئے نہیں پیدا کیا اور اس کام کا حکم نہیں دیا میں یہ سن کر ڈرا اور پلٹ کر اپنے گھر کے کوٹھے پر چڑھ گیا۔ دیکھتا ہوں کہ حاجی عرفات میں حج کر رہے ہیں۔ میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے چھوڑ دو اور یہ اجازت دو کہ میں بغداد جا کر علم حاصل کروں اور نیک آدمیوں کی زیارت کروں۔ میری ماں نے اس کا سبب پوچھا۔ میں نے احوال ظاہر کیا۔ میری ماں یہ سن کر روئی اور چالیس دینار میرے خرچ کے واسطے میرے جامہ میں سی دیئے اور مجھ کو رخصت کیا اور مجھ سے عہد لیا کہ میں جھوٹ کبھی نہ بولوں گا میں ایک قافلہ کے ساتھ بغداد کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ ایک سوار نے مجھ سے پوچھا اے فقیر تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا چالیس دینار۔ بولا کہاں ہیں۔ میں نے کہا میرے جامہ میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ وہ ڈاکو یہ سمجھا کہ میں اس سے مذاق کر رہا ہوں اور چلا گیا۔ دوسرے ڈاکو نے بھی اسی طرح سوال کیا اور میں نے بھی وہی حسب سابق جواب دیا۔ ان دونوں نے سارا ماجرا اپنے امیر سے بیان کیا۔ امیر نے مجھے بلا کر پوچھا اور میں نے حسب سابق جواب دیا۔ پھر میرا جامہ پھاڑ کر دیکھا۔ جو میں نے کہا تھا وہی پایا۔ مجھ سے اس سچ بولنے کا سبب پوچھا۔ میں نے کہا میری ماں نے مجھ سے سچ بولنے کا عہد لیا ہے۔ میں اپنے عہد میں خیانت نہیں کرتا۔ یہ سن کر

قزاقوں کا سردار رونے لگا اور کہنے لگا کہ میں کئی برس سے اپنے پروردگار کے عہد میں خیانت کر رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اس سردار نے میرے ہاتھ پر رہنمی اور قزاقی سے توبہ کی اور اس کے ساتھیوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔

حضرت اولیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ:

کیسے سعاد (معروف تصنیف حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ) میں لکھا ہے کہ حضرت اولیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ایسے زاہد تھے کہ گلیوں میں سے کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر اپنی غذا کرتے اور چھوٹی چھوٹی دھبیاں مگری پڑی اٹھا کر پاک کر کے اپنے کپڑے بنا لیتے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ:

کتاب محبوب الابرار میں لکھا ہے کہ حضرت بابا فرید شکر گنج قدس اللہ سرہ العزیز چالیس رات تک ایک کنویں میں اُلٹے ہو کر لٹکے وہ اس طرح کہ عشاء کی نماز پڑھ کر لٹکتے اور فجر کی نماز سے پہلے باہر آجاتے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ایک رات آپ تہجد کے وقت سوتے رہ گئے اور اس روز کی نماز وتر قضاء ہو گئی۔ آپ نے اپنے نفس کو سستی کی یہ سزا دی اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت بابا فرید کری کے درختوں کے نیچے عبادت کیا کرتے اور آپ کی غذا کری کا پھل تھا۔ جس کو ڈبلا کہتے ہیں اور یہ بھی پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے۔

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ:

سنا ہے کہ ایک شخص جس کو بے پور کے راجا نے لے کر پرورش کیا تھا

بھاگ کر پہنچی آیا۔ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے ہمیشہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک جملہ نظر آتا ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ تخت بہشت کا ہے تو مسلمان ہو تو یہ تخت تجھ کو نصیب ہو۔ وہ شخص اسی وقت مشرف باسلام ہو گیا۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ دہلوی:

حضرت مولانا ایک مرتبہ جناب حضرت سید احمد شہید کی رفاقت میں کافروں سے جہاد کر رہے تھے اور باوجودیکہ آپ حضرت سید صاحب کے وزیر اعظم تھے لیکن بعض اوقات اپنے گھوڑے کے لئے جنگل سے خود گھاس لاتے تھے۔ اور کبھی لشکر کے اونٹوں کے شلیتے (ٹانک کے تھیلے) اپنے ہاتھ سے بندھواتے اور کبھی کنکر کی بھٹیوں میں اپنے ہاتھ سے لکڑیاں چیر کر ڈالتے۔ ان کی زندگی تکلفات سے پاک تھی۔

مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا قطب الدین صاحب سلمہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ جناب مولانا عبدالحی مرحوم کشتی میں سوار تھے اور ان کی بیوی اس کشتی کے بیچ میں گاڑی میں بیٹھی ہوتی تھیں کہ نماز کا وقت آیا۔ مولانا نے نماز ادا کی اور بیوی سے کہا کہ تم بھی نماز ادا کرو۔ بیوی نے کہا کہ میں نے گاڑی میں ہی جس طرح ہو سکا نماز پڑھ لی ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ گاڑی سے اتر کر کھڑے ہو کر پڑھو۔ تب ان کی اہلیہ نے سر اور منہ ڈھک کر گاڑی سے اتر کر کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ مولوی صاحب نے لوگوں کی تربیت کے لئے مسافروں کو راغب کر کے فرمایا کہ لوگو! دیکھو

عبداللہؑ کی بیوی نماز پڑھ رہی ہے یعنی تمہاری بیویوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے کہ سفر میں اسی طرح نماز ادا کریں۔ یہ موقع شرم و غیرت کر کے اللہ کے فرض میں قصور کرنے کا نہیں ہے۔

حضرت ابوعلی قلندر پانی پتی رحمہ اللہ:

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت ابوعلی قلندر پانی پتی جب حالت جذب میں تھے تو آپ کی مونچھیں شرعی حد تک سے تجاوز کر گئیں۔ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب نے ایک دن آپ کی ڈاڑھی پکڑ کر مونچھیں کتر ڈالیں حضرت ابوعلی قلندر اپنی ڈاڑھی کو چوما کرتے اور فرماتے کہ میری یہ ڈاڑھی شرع شریف کی راہ میں پکڑی گئی ہے۔

ہندوؤں کے دین کے پیشوا

اگرچہ ہندوؤں کے دین کے بھی بہت سے پیشوا ہوئے ہیں لیکن ان کے افعال اور اخلاق عجب طرح کے ہیں جن سے عقل حیران ہے۔ ان کے دین کا بڑا پیشوا برہما ہے۔

برہما کا ذکر:

برہما کو رسول خدا مانتے ہیں۔ ان کے اعتقاد کے مطابق چاروں وید برہما کے منہ سے نکلے ہیں اور وہ ویدوں کو کلام الہی مانتے ہیں۔ شاستروں کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ وہ ویدوں سے ماخوذ ہیں یعنی ویدوں سے نکلے ہیں۔ چنانچہ برہما ان کے سب پیشواؤں کا پیشوا ہے۔ مہابھارت کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ برہما سارے

دیوتاؤں کا استاد ہے اور مہادیو بھی اسی سے پیدا ہوا۔ ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ مہادیو برہما کی دونوں ابروؤں سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کی نسبت ان کی کئی تاریخوں (بھگوت گیتا) میں لکھا ہے کہ پہلے برہما نے سارستی اپنی بیٹی بنائی اور کام دیو یعنی شہوت (جملع) کو بھی بنایا۔ کام دیو نے برہما سے یہ بخشش چاہی کہ وہ جس کے دل میں جاگھے اس کی عقل ماری جاوے۔ برہما نے اس کو یہی بروے دیا اور کام دیو خود برہما کے دل میں جاگھسا۔ برہما کی عقل رخصت ہوئی اور شہوت غالب ہوئی یہاں تک کہ خود اپنی بیٹی سے جملع کا قصد کیا۔ سارستی شرم و حیا کی وجہ سے ایک طرف کو پھر گئی اور اس طرف برہما کی صورت میں ایک اور منہ ظاہر ہوا۔ اور نظریہ کرنے لگا۔ سارستی پیچھے کو ہو گئی اور اس طرف برہما کا ایک اور منہ ظاہر ہو گیا۔ اور وہ سارستی کو اس منہ سے گھورنے لگا۔ سارستی دوسری طرف کو ہو گئی۔ یہی حال اس طرف کو ہوا چنانچہ برہما کے چار منہ اسی وقت سے ہیں اور اسی وجہ سے برہما کو چترکھ کہا جاتا ہے۔ مختصراً "سارستی نے دیکھا کہ برہما پیچھا نہیں چھوڑتا وہ وہاں سے بھاگ چلی۔ برہما اس کے پیچھے دوڑا۔ سارستی زمین میں غائب ہو کر بھاگنے لگی جب باہر نکل کر دوڑی برہما بھی اس کے پیچھے بھاگا۔ غرض اس طرح سارستی کبھی ظاہر کبھی غائب ہو کر اس کے ہاتھ سے بھاگی پر اس نے پیچھا نہیں چھوڑا جب دیوتاؤں میں اس کے چرچے ہوئے تو مہادیو نے اس گناہ کے بدلے برہما کا ایک سر اوپر کاٹ دیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس گناہ کی شامت سے برہما کی پوجا موقوف ہوئی۔ اور دیوتا پوجے جاتے ہیں لیکن برہما پوجا نہیں جاتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک بار برہما نے پارپتی سے جو مہادیو کی بیوی بتلائی جاتی ہے آشنائی کی تھی اس وجہ سے مہادیو نے اس کا سر کلٹ دیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس سارستی نے ندی کی صورت اختیار کر لی جو کہ کھتری کے علاقہ میں زمین تھانیسر کے نیچے کہیں

ظاہر اور کہیں زمین میں غائب چلتی ہے اور یہ اب تک اس کا نشان موجود ہے اور میتہ پوران میں لکھا ہے کہ برہما نے اپنی بیٹی کو اپنی جو رو بنا کر سو برس تک رکھا پھر اس کو اپنے بیٹے سویم بہوہ سے بیاہ دیا اور یامن پوران میں لکھا ہے کہ برہما نے مہادیو کے ذکر کی انتہانہ پائی اور جھوٹ کہہ دیا کہ میں نے مہادیو کے لنگ کی مقدار دریافت کر لی ہے۔ اس وجہ سے اس کی پوجا موقوف ہوئی۔ ہندوؤں کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ برہما شراب پیتا تھا۔ اور ایسا عقل مند تھا کہ ایک مرتبہ رات کے وقت اپنے آلت کو ناپنے لگا اور جب اس کی انتہانہ پائی تو برہما نے جان لیا کہ یہی میرا مالک اور خالق ہے اور اس کی عبادت شروع کر دی (کیا عقل سلیم ایسی ہستی کو خالق کائنات تسلیم کر کے اس کی عبادت کر سکتی ہے؟) اگر کسی کو برہما کے مزید حالات سے دل چسپی ہو تو وہ مہابھارت، لنگ پوران اور بایو پوران وغیرہ کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ غرض ان کتابوں سے بخوبی واضح ہے کہ برہما فسق و فجور سے پاک نہ تھا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود اپنی بیٹی سے مجامعت کی۔ کیا ایسے فاسق اور بے حیا کی متابعت درست ہے؟ ایسے فاسق اور زناکار کو اللہ کا رسول ہونے سے کیا واسطہ۔ ہندوؤں کی جانب سے اس موقع پر یہ جواب دیا جاتا ہے کہ برہما سامرتھی یعنی مقدور والا تھا اور سامرتھی کو گناہ نقصان وہ نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص شہوت سے مغلوب ہو کر اس قدر بے غیرت ہو جائے وہ سامرتھی کہاں رہا۔ اور اگر برہما سے کوئی غلط کام سرزد نہیں ہوا تھا تو مہادیو نے اس کا سرکیوں کاٹ ڈالا اور اس گناہ کی شامت سے اس کی پوجا کیوں ختم ہو گئی۔ اس سب کے باوجود اللہ کے رسول کے لئے تو لازمی ہے کہ اس سے ہلکے سے ہلکا گناہ بھی سرزد نہ ہو کیونکہ جو شخص خود فسق و فجور میں مبتلا ہو اس کی نصیحت کوئی قبول نہیں کرتا بلکہ اس کو فوراً "یہ جواب ملتا ہے کہ تم خود اس میں ملوث ہو اور ہم کو

منع کرتے ہو۔ اس طرح اس کا مذاق اڑایا جائے گا۔

بعض ہندو اس بات کا جواب یہ دیتے ہیں کہ برہما سے یہ حرکت اس لئے سرزد ہوئی کہ پریشیر (خداوند تعالیٰ) کی مرضی اس قدر غالب ہے کہ برہما بھی اسے نہ ٹال سکا۔ یہ جواب تعجب خیز ہے کہ کیا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ ہی کا ارادہ تھا کہ خود اللہ کا رسول اس طرح بدنام ہو اور ہدایت کا تمام سلسلہ تباہ ہو جائے۔ دوسرے اللہ کے ارادہ کا غلبہ تو اور طریقوں سے بھی ظاہر کیا جاسکتا تھا۔ یہ کچھ اسی نازیبا حرکت پر کیے موقوف ہوا۔ اگرچہ یہ تو تسلیم ہے کہ اللہ غالب حکمت والا ہے لیکن اہل عقل کے نزدیک یہ تسلیم نہیں کہ اللہ کا رسول فاسق و فاجر ہو سکتا ہے۔ ایک پنڈت نے ایک موقع پر اس کا یہ جواب دیا کہ دیکھنے والوں کو بہ ظاہر ایسا معلوم ہوا کہ برہما نے یہ نازیبا حرکت کی ہے جب کے درحقیقت برہما نے ایسا نہیں کیا۔ لہذا یہ دیکھنے والوں کی نظر کی غلطی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے تو بھی یہ بات باقی رہتی ہے کہ پھر مہادیو نے برہما کا سر کیوں کاٹا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ مہادیو نے بھی سر نہیں کاٹا یہ بھی دیکھنے والوں کی نظر کی غلطی ہے تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہندوؤں کی پوتھیاں غلطیوں کا مجموعہ ہیں اور سراسر جھوٹ سے بھری ہوئی ہیں۔ لہذا ہندوؤں کا دین ہی سراسر غلط ٹھہرتا ہے اور جو دین اس طرح کا ہو اس کے ذریعے نجات کی امید رکھنا حماقت ہے۔

حکایت

جن دنوں میں (مصنف کتاب) اپنا اسلام مخفی رکھتا تھا ان دنوں میں نے ایک دن ایک ہندو برہمن سے پوچھا کہ پنڈت جی اگر کوئی راجا سے ملاقات کرنا چاہے تو کیا یہ ملاقات کسی معتبر شخص مثلاً "وزیر یا امیر کے ذریعے سے ہو سکتی ہے یا کسی

بدکار شدے بد معاش کے ذریعہ ہے۔ پنڈت جی بولے کے راجا کے دربار میں لچوں کو کون پوچھتا ہے۔ اس کے بعد میں نے دوبارہ پنڈت جی سے کہا کہ جب راجاؤں کی یہ حالت ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں تو لچوں کے ذریعے رسائی نہ ہوگی۔ پنڈت جی بولے۔ سچ کہتے ہو۔

پھر میں نے کہا کہ پھر تم ایسے شخص کے پیچھے کیوں لگے ہو۔ جو اپنی بیٹی سے جماع کا قصد کرتا ہے یعنی برہما تو پنڈت جی نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ میں یہ بات اپنے دل میں ہی رکھوں۔ ظاہر نہ کروں۔ اگر تفصیل سے دیکھا جائے تو ہندوؤں کے یہاں ایسی ایسی خرافات ہیں کہ کسی نے بیٹی سے زنا کیا۔ کسی نے دغا بازی کی بیشتر ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو بری سے بری صفتوں سے موصوف ہیں۔ جیسا کہ بھگوت گیتا میں کشن کا حال لکھا ہے جس کا ذکر گزشتہ باب میں گزر چکا ہے۔ کیا کوئی عقل سلیم رکھنے والا شخص ایسے شخص کو ہدایت کا ذریعہ تسلیم کر سکتا ہے؟ اس کے مقابلہ میں حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات دیکھے جائیں اور انصاف سے کام لیں کہ کس کی متابعت سے نجات کی امید کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ (آمین)

حواشی

- ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار ابتدائی جانشین
- ۲۔ حضرت کے دولت کدے کے آگے ایک چھت دار چھوڑا تھا اس میں مسکین اوصاف رہتے تھے۔

۳۔ سورہ البور میں ہیں۔ ام یقولون تقوله بل لا یومنون فلیاتوا بحیث مثله ان کانوا صابقین کہتے ہیں یہ قرآن خود بنا لایا کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے

پھر چاہئے کہ لے آئیں کوئی بات اس طرح کی اگر وہ سچے ہیں۔ ۳۴، ۳۵، ۳۶

۳۴۔ اس شخص نے اول تو آدھا مال اللہ کی راہ میں قربان کیا اور ایک لحظہ کے بعد سارا ہی مال حاضر کر دیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت کی صحبت کی تاثیر سے ایک لحظہ کے بعد ہی اس کے دل میں نور ایمان زیادہ روشن ہو گیا۔

۵۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا: زندگی کیا ہے ایک وقفہ ہے

یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

۶۔ سبحان اللہ کیسی جامع دعا ہے!

۷۔ اس کے متعلق پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ۸۔ قدرت والا۔

نوٹ: اندر من نے یہ خیال ظاہر کیا کہ (حضرت) حوا (حضرت) آدم کی دختر تھیں حالانکہ یہ سراسر غلط الزام ہے جبکہ اسلام یعنی قرآن پاک صرف یہ بتلاتا ہے کہ وہ بھی مرد کی طرح مخلوق ہے یعنی اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ ہندوؤں کے یہاں تو یہ کہا جاتا ہے کہ دروپدی کو آگ میں جلا کر دوسری دروپدی بنائی جاتی تھی۔ اس طرح پہلی دروپدی کی دوسری دروپدی بیٹی پیدا ہوئی بلکہ دروپدی پانچوں پانڈؤں کی بیٹی ہوئی۔ اسی طری کی بے جوڑ باتیں دیگر کتب میں مذکور ہیں جن کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ سدا نکلت۔ سدا شیو کی زوجہ اور بیٹی ہوئی۔

فصل پنجم قیامت کے بیان میں

یہ ہمارا ایمان ہے یعنی ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ ایک نہ ایک دن دنیا کا یہ کارخانہ ضرور بالضرور درہم برہم ہو گا۔ جو کچھ اس وقت ہمیں نظر آرہا ہے وہ سب فنا ہو جائے گا۔ کچھ باقی نہ رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر کسی کو زندہ کرے گا اور ہر کسی کو اچھے برے کاموں کا حساب اللہ تعالیٰ کے روبرو دینا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ خود انصاف و عدل کرے گا۔ ظالموں سے مظلوموں کا حق دلایا جائے گا۔ انصاف کے بعد اچھے لوگ جنہوں نے پیغمبروں کا حکم قبول کیا ہے اور گناہوں سے بچتے رہے یا گناہوں سے توبہ کر لی ہے بہشت میں داخل ہوں گے پھر وہاں سے کبھی نہ نکالے جاویں گے اور نہ وہاں ان کو موت آئے گی۔ یعنی وہ بہشت کی زندگی ہمیشگی کی زندگی ہے۔ جب کے برے لوگ کچھ عرصہ کے لئے گناہوں کے اعتبار سے سزا پا کر دوزخ سے نکالے جاویں گے اور بہشت میں داخل ہوں گے۔ بعض ایسے بھی ہوں گے جن کو اللہ سزا نہیں دے گا بخش دے گا لیکن اگر کسی نے بندوں کے حقوق تلف کئے ہیں جیسے چوری، قزاقی، مار پیٹ، گالی، غیبت، بے عزتی، رشوت خوری وغیرہ ایسے گناہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر بخشے نہیں جائیں گے اور اس دن یعنی روز حساب اللہ کے حکم کے تحت اچھے لوگ گنہ گار مسلمانوں کی سفارش کریں گے حق تعالیٰ اس سفارش کو قبول فرمادیں گے اور کفر کے علاوہ جس گناہ کو اللہ چاہے گا

بخش دے گا۔

بہشت کی زندگی بڑی آرام دہ ہے۔ کھانے کے لئے اچھی نعمتیں ہیں۔ عمدہ لباس ہوں گے۔ ستھرے مکان، احباب و اعزاء جو اہل ایمان ہیں۔ ایک دوسرے سے قریب ہوں گے۔ غرض ہر طرح سکون کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ اس کے برخلاف دوزخ میں سراسر تکالیف ہوں گی۔ طرح طرح کا عذاب ہوگا۔ اور ایسی تکالیف ہوں گی جن کا بیان روٹکے کھڑے کرنے کو کافی ہے۔ اللہ اس عذاب سے پناہ دے۔ مناسب تو یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کا مفصل حل مستند کتابوں میں دیکھیں تاکہ ایمان پختہ ہو اور ترک گناہ پر استقامت ہو۔

ہندوؤں کے دین کا حال یہ ہے کہ جس وقت کوئی گناہ گار مرتا ہے تو جہراج (جس کو دھرم رائے بھی کہتے ہیں) کے سپاہی گناہ گار کی روح کو جہراج کے پاس لے جاتے ہیں۔ جہراج اس کے اعمال کا حساب لیتا ہے پھر وہ جس سزا کے لائق ہوتا ہے اس کو ویسا ہی دوسرا جسم ملتا ہے اور پھر اس جسم میں اپنے اعمال کی سزا پا کر اس جسم سے نکل کر پھر کسی اور جسم میں داخل ہوتا ہے اس طرح ہزار ہا ہزار بار جنم لیتا ہے اور اپنے اعمال کے اعتبار سے ہر طرح کے حیوان میں جنم لیتا رہتا ہے۔ مثلاً ”کبھی مکھی میں، کبھی چھری میں، کبھی بھڑ میں، کبھی سور میں اور کبھی کتے میں۔ بلکہ کبھی کبھی درختوں میں تبدیل ہو جاتا ہے اور بعض کے خیال میں پتھر میں بھی منتقل ہو جاتا ہے اور بہت سے جنم لے کر یعنی اپنے اعمال کی سزا پا کر جب گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے تو اس کی مکملش یعنی نجات ہوتی ہے اور مکملش یہی ہے کہ نیست و نابود ہو کر خدا کی ذات میں مل جاتی ہے۔ اور کبھی گناہوں کی شامت سے نرگ یعنی دوزخ میں جا کر وہاں سے نکل کر کبھی پھر جنم لیتا ہے اور کرم بیاک نامی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی پیچھے (ہندو اعلیٰ اتوام کے علاوہ

سب کو ملچھ (ملاک) کہتے ہیں) اگر اپنی زندگی میں اچھے کام کرتا ہے تو مرنے کے بعد وہ شودر ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شودر اپنی زندگی میں اچھے کام کرے تو وہ مرنے کے بعد کتھری ہو جاتا ہے۔ اور اگر کتھری اپنی زندگی میں اچھے کام کرے۔۔۔ تو وہ مرنے کے بعد برہمن کا جنم لیتا ہے اور اگر برہمن اچھے کام کرے تو اس کی موکش یعنی نجات ہو جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب کوئی اچھا آدمی مرتا ہے تو وہ جس دیوتا کی عبادت کرتا تھا اس دیوتا کے مقام میں چلا جاتا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب کوئی سورگ (بہشت) میں داخل ہو جاتا ہے تو مقررہ مدت کے بعد وہاں سے نکل کر پھر جنم لیتا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کوئی بہشت میں گناہ کرتا ہے اس کو بھی یعنی دوبارہ جنم لینے کی سزا ملتی ہے چنانچہ مہابھارت میں مذکور ہے کہ راجہ تجت نے بہشت میں کہا کہ میں اپنے برابر کسی کو نہیں جانتا۔ اندر نے اس نگاہ کے بدلے اس کو بہشت سے دنیا میں پھینک دیا۔ پھر وہ اس گناہ سے پاک ہو کر بہشت میں گیا اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک راجہ جو نیک کردار بہشت میں داخل ہوا۔ ایک دن گنگا (ندی) برہما کے پاس گئی۔ وہ راجہ بھی وہاں موجود تھا۔ ہوا سے گنگا کا دامن اٹھ گیا اور اس راجہ کی نظر گنگا کی رانوں پر پڑی اور وہ اس پر عاشق ہو گیا اور اس گناہ کی شامت سے بہشت سے نکلا گیا۔ ہندوؤں کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ کبھی کبھی اولاد کی بد اعمالی سے باپ داوا بھی دوزخ کے عذاب میں پھنستے ہیں۔ چنانچہ اسی مہابھارت اوپرپ میں لکھا ہے کہ ایک بڑا زاہد برہم چاری (جس نے شادی نہیں کی تھی) ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں اس کے بزرگ کنویں میں لٹکائے گئے تھے۔ اس نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ بولے کہ ہم بڑے عابد اور جگت کرنے والے تھے مگر مرنے کے بعد دوزخ میں ڈالے جانے کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے بیٹے نے شادی سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ اس برہم چاری

بیٹے نے بالک ناگ کی بہن سے بیاہ کیا کہ جہاں (دنیا) کی ابتداء کچھ نہیں، انتہا ہوگی۔ یعنی دنیا کا فنا ہو جانا دو طرح سے ہے ایک تو یہ ہے کہ برہما کی مکت ہو جاتی ہے سوائے دھرم اور ادرم بھاؤنا سنسکار کے سب کچھ فنا ہو جاتا ہے۔ وہ جتنی مدت جہاں موجود رہا تھا اتنی ہی مدت فنا رہتا ہے اور اسی مخلوقات میں سے کوئی شخص برہما بن جاتا ہے اور از سر نو اسی طریقہ پر بعینہ اسی مخلوقات کو کہ فنا ہو گئی تھی بتاتا ہے۔ اور اسی طرح پر جہاں کے فنا ہونے کا نام ہے۔ کھنڈپری اور نیکھنڈپری بہت مرتبہ ہوتی ہے۔ دوسری قسم یہ کہ تمام مخلوقات کو مکت حاصل ہوگی اور تمام جہاں اور برہما دھرم اور ادرم اور بھاؤنا سنسکار بھی فنا ہو جائیں گے کچھ باقی نہ رہے گا۔ اور چاروں عناصر میں سے پہلے زمین، پھر آگ، پھر ہوا اور پھر پانی فنا ہوگا۔ اس طرح کی فنا کا نام ہے مہاپری اور یہ ایک ہی بار ہوگی۔

بیدانت شاستر

بیدانت شاستر کے مطابق دنیا کا فنا ہونا تین طرح سے ہے۔ ایک تو یہ کہ جب برہما کی عمر سے ایک دن گذرتا ہے تو اکثر مخلوقات فنا ہو جاتی ہیں۔ رات بھر فنا رہتی ہیں (یعنی رات بھر برہما سوتا رہتا ہے اور خلقت فنا رہتی ہے جب دوسرا دن ہوا پھر پیدا ہو گئی اور اس قسم کی فنا بار بار ہوتی ہے۔ اس قسم یا صورت کا نام ذی تندن ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ تمام مخلوقات آگیان یعنی بے عقلی میں آجاتے ہیں۔ سوائے آگیان کے اور سب کچھ فنا ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی فنا ایک بار ہوگی اور اس قسم یا صورت کا نام ہے، پر اکرت تیسری قسم یہ ہے کہ آگیان بھی فنا ہو جاتا ہے۔ اور گیان (عقل) روشن ہو جاتا ہے اور اس قسم کی فنا کا نام آتشک اور یہ بھی ایک ہی بار ہوگی اور، عناصر، اس طرح فنا ہوتے ہیں کہ زمین پانی میں فنا ہو جاتی ہے اور

پانی آگ میں اور آگ ہوا میں اور ہوا خلا میں اور خلا مایا میں آکر فنا ہوتے ہیں۔

سانکھ شاستر:

سانکھ شاستر میں مذکور ہے کہ جب دنیا کے فنا ہونے کا وقت آتا ہے تب پانچوں تت یعنی عناصر (ELEMENTS) تراتر میں غائب ہو جاتے ہیں۔ آکاس شد میں پون سپرس میں آگنی روپ میں جل رس پر تھی گندہ میں اور یہ پانچوں تن ماتر آہنکار میں غائب ہو جاتے ہیں اور آہنکار سمت میں پر کرٹ میں آ جاتا ہے۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ تمام شاستر برحق ہیں لیکن قیامت کے متعلق بیان ان جملہ شاستروں میں اتنا مختلف ہے کہ اس کو ایک دوسرے کے مطابق کرنا ناممکن ہے۔ جب کہ یہ حقیقت ہے کہ سب علیحدہ علیحدہ بات کہتے ہیں اور بات بھی ایسی جو ایک دوسرے کی مخالف ہو پھر یہ کہا جائے کہ یہ سب برحق ہیں۔ عقل اس کو قبول کرنے کو کس طرح تیار ہو سکتی ہے۔ ہندو پنڈت اس صورت حال کے جواب میں کہتے ہیں کہ اسلام۔ مسلمانوں میں بھی یہی صورت ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں میں بھی مسائل میں اختلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی بنیادی اختلافات نہیں ہیں جو بھی اختلاف ہے وہ فردی مسائل میں ہے۔

اسلام کے بنیادی اصول:

اسلام کے بنیادی اصول پانچ ہیں۔

(1) اللہ تعالیٰ کو معبود برحق، سب کا خالق اور مالک، واجب الوجود اچھی صفتوں

والا نیز بری صفات اور عیوب سے پاک وحدہ لا شریک لہ، قادر مطلق اور بے نیاز

سمجھنا۔

(۲) جملہ پیغمبروں کو برحق اور سچا (صادق) جاننا۔

(۳) قیامت کے دن اعمال کے حساب کا ہونا۔

(۴) فرشتوں کو حق جاننا۔

(۵) جو کتابیں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں پر نازل فرمائیں ان سب پر ایمان لانا۔

اسلام کے یہ پانچ بنیادی اصول ہیں۔ مسلمانوں کے جتنے فرقے مشرق سے مغرب تک ہیں ان بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک پر کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ فروعات یعنی تفصیلات میں اختلاف ہونا کوئی اہم بات نہیں ہے۔ کہیں کسی روایت کے بیان میں غلطی کا امکان ہے کیوں کہ انسان ضعیف ہے اور خطا و نسیان سے پاک نہیں۔ اس طرح کسی آیت کا مطلب سمجھنے میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

اسلام کے ارکان:

اسلام کے پانچ ارکان ہیں:-

(۱) کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مضمون زبان اور دل سے ماننا مضمون یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

(۲) پانچ وقت کی نماز

(۳) زکوہ یعنی معینہ مال پر مقررہ شرح سے زکوہ دینا۔

(۴) ماہ رمضان المبارک کے پورے دنوں کے روزے رکھنا۔

(۵) بموجب توفیق زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا۔
اسلام کے تمام فرقے ان پانچ ارکان دین کے فرض ہونے پر متفق ہیں ذرا سا
بھی اختلاف نہیں۔

ہندوؤں کے فرقوں کی کیفیت

ہندوؤں کے فرقوں کی کیفیت یہ ہے کہ کرم کلنڈ والے ہر روز کی عبادت یعنی
سندھیا (عبادت کا نام) وغیرہ کو فرض جانتے ہیں۔ اور گیان کلنڈ والے اس کو کچھ
ضروری یعنی لازمی نہیں سمجھتے بلکہ عبادات اور ظاہری اعمال کو گھڑیا کا کھیل سمجھتے
ہیں۔ بعض ہندوؤں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ مسلمان فقراء (صوفیاء) بھی نماز
و روزہ کو لازمی نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ نماز، روزہ، اور دیگر اعمال ابتدائی دور
کے ہیں۔ جب کوئی عارف کامل ہو گیا تو اس کو نماز روزہ کی حاجت نہیں رہتی۔ یہ
بات قطعی غلط ہے۔ اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے وہی فرض ہیں جو اوپر بیان
ہوئے ہیں۔ جو ان کو نہیں مانتا وہ مسلمان ہی نہیں۔

حوالہ

۱۔ ہندوؤں میں چار قومیں ہیں۔ ۱۔ برہمن ۲۔ کتھری ۳۔ ویش ۴۔ شودر
(Untouchable)

۲۔ ایک مذہبی رسم جس میں بڑی دھوم دھام سے بتوں کے نام پر قربانی دی جاتی ہے۔
۳۔ دھرم یعنی خیر ۴۔ اودھرم یعنی شر ۵۔ بھلاؤنا یعنی ارادہ

۶۔ ہندوؤں میں گناہوں سے پاک کرنے کی ایک رسم یا Regeneration

۷۔ ہندوؤں کے مطابق اب تک ہزاروں برہما بن چکے ہیں۔

۸۔ فنا کی ایک قسم یا ایک دور

۹۔ خلا ہندوؤں کے ہاں پانچ عناصر ہیں: اکاس یعنی خلا، پون یعنی ہوا، اگنی یعنی آگ، جل یعنی پانی، پر تھی یعنی زمین۔ اور پانچ تن ماتر ہیں شبد یعنی آواز وغیرہ۔ ت کے معنی عنصر (Element) اور مہات یعنی عنصر یا عناصر۔

۱۰۔ اس کا ذکر ساتویں فصل میں کیا گیا ہے۔ نوٹ: فاضل مصنف نے خود لکھا ہے کہ یہ اصطلاحیں بغیر کسی مکمل تحقیق کے سمجھ میں نہیں آتیں جو ایک کار عبث ہے۔

۱۱۔ اللہ کے بندے ہیں۔ نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ گناہ سے پاک ہیں۔

۱۲۔ یہ اشارہ غالباً "اسماعیلیوں کی طرف ہے جسکو مسلمان ہی تسلیم نہیں کیا جاتا۔

فصل ششم

معبود کے بیان میں

معبود اسی ہستی کو کہا جاتا ہے کہ جس کو سوچ سمجھ کر اس قلیل سمجھا جائے کہ اس کی عبادت یا بندگی یا پوجا کی جائے اور عبادت سے مطلب یہ ہے کہ اس کی آخری حد تک تعظیم کی جائے یعنی اس معبود کے آگے اپنے نفس کو ذلیل (کم تر) سمجھ کر سجدہ وغیرہ کیا جائے۔ اس کو اپنا مالک اور حاجت روا جان کر اپنی دینی و دنیاوی حاجتیں اس سے طلب کی جائیں۔ اس کی نذر اور منت مانی جائے۔ اس کے نام کا روزہ رکھا جائے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

مسلمانوں کا معبود اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو معبود گردانے وہ مسلمان کے نزدیک کافر ہے۔ یہاں تک کہ حالانکہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو سب مخلوقات سے افضل اور اکمل ہیں لیکن اگر کوئی ان کی عبادت کرتا ہے۔ وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے یہی معنی ہیں کہ نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے حق تعالیٰ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

ہندوؤں کے معبود بے شمار ہیں۔ وہ ان معبودوں کے نام پر بت بنا کر پوجتے ہیں اور ان کی تعظیم سولہ طریقوں پر کرتے ہیں (۱) ابابھن یعنی منتر پڑھ کر دیوتا کو بلانا۔ (۲) سنگھاس یعنی بت کے نیچے پیتل وغیرہ کا تخت رکھنا۔ (۳) ننان یعنی غسل

دینا۔ (۳) لیسین یعنی صندل وغیرہ ملنا (۵) اچھت یعنی چاول چڑھانا۔۔۔ (۶) پشب یعنی پھول چڑھانا۔ (۷) فوید یعنی بھوک لگانا۔ (۸) اجمان یعنی پانی پلانا۔ (۹) آنبول یعنی پان وغیرہ چڑھانا۔ (۱۰) بستر پوشاک پہنانا۔ (۱۱) بھوشن یعنی زیور پہنانا۔ (۱۲) دھوپ یعنی خوشبو جلانا۔ (۱۳) دیب چراغ دکھانا۔ (۱۴) سنگھ گھنٹہ بجانا۔ (۱۵) است یعنی سرانہا۔ (۱۶) طواف کرنا۔ ان کے علاوہ اور بھی تعظیم کے طریقے ہیں چنانچہ ایک طریقہ ”شاشانگ“ یعنی سات یا آٹھ اعضاء کا سجدہ کرنا اور اس سے دین و دنیا کی حاجات طلب کرنا اور اس کے منتر پڑھ کر دیوتا کو رخصت کرنا جس کو سرجن کہتے ہیں۔

کتنی عجیب بات ہے کہ انسان کا خود اپنی بنائی ہوئی صورتوں سے جن میں نہ بولنے کی طاقت ہے نہ ہاتھ پیر ہلانے کی حاجت طلب کرنا عقل اور سمجھ بوجھ سے دشمنی نہیں تو اور کیا ہے۔ حاجت تو اس سے طلب کرنی چاہیے جو کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ جو سب کا سوال پورا کر سکتا ہو، جو سب کچھ جانتا ہو سب کو دیکھتا ہو۔ ہر وقت ہر کسی کی فریاد سننے کو تیار ہو چاہے زمین ہو، آسمان ہو، سمندر ہو یا دریا۔ رات ہو یا دن گرمی ہو یا سردی۔ چھوٹا ہو یا بڑا کالا ہو یا گورا ایسی ہستی تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی عبادت کرنا صریحاً ”کفر ہے کبھی کبھی ہندو اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم بتوں سے تو نہیں مانگتے ہم تو ان بزرگوں سے مانگتے ہیں جن کے نام کے یہ بت ہیں۔ یہ جواب کس قدر کمزور ہے۔ آخر اس سے کیوں نہیں مانگتے جس کے یہ بزرگ خود محتاج تھے۔

ہندو معبودوں کے نام

وشنو "یعنی بشن جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

سالگرام "پتھر پر تلسی کا پتہ چڑھا کر پوجتے ہیں۔ کرشن : یعنی کنسیا۔ رام چندرہ : (راجہ) دسترت کا بیٹا۔ سیتا : رام چندر کی بیوی۔ کچھن : رام چندر کا بھائی۔ خود ان کی مورتیاں بناتے ہیں اور پھر خود ان کی پوجا کرتے ہیں اپنے معبود خود بناتے ہیں ان کی تعظیم میں گاتے بجاتے ہیں، ناپتے ہیں کودتے ہیں یعنی جو کام ہو ائے نفس کے ہیں ان کو عبادت سمجھتے ہیں۔ گنیش : اس کا ذکر پہلی فصل میں ہو چکا ہے۔ اس کی مورتی اس طرح بناتے ہیں کہ اس کا دھڑ آدمی کا سا ہوتا ہے۔ سر ہاتھی کا سا۔ پارسی (چھالیہ) کو اس کے نام پر پوجتے ہیں۔ مہاکلی دیوی : اس کی پوجا کا طریقہ یہ ہے کہ جن جن مقامات پر ہندو سمجھتے ہیں کہ اس دیوی کا ظہور ہوا ہے جیسے جوالا مکھی، کانگڑا، پنت پور، اشت بھوئی۔ انیکا بھر راجا منڈا وغیرہ ان مقامات پر جا کر ناپتے کودتے ہیں۔ ڈھول بجاتے ہیں۔ جوالا مکھی کو پوجنے والا اس مکان کو سارے تیر تھون سے افضل جانتے ہیں جسے کسی نے کہا ہے۔

युग मष्टौ युग मेक पयौदका ॥ तज कोट

ममं पुसंवाला मुख प्रदर्शनात् ॥ काशी वामं

”کاشی بائیں بگمبکاپر۔ تھو کا تر کوٹ ساپنیا جوالا مکھی پر درشتات“

یعنی کاشی میں آٹھ جگ جا کر رہے اور ایک جگ اناج اور پانی کے بغیر تپ کرے مگر ان سب کے برابر جوالا مکھی کے ایک دفعہ درشن کرنے سے پن ہوتا ہے۔ جوالا مکھی کی حقیقت یہ ہے کہ یہاں دامن کوہ سے آگ کے شعلے نکلتے رہتے ہیں یوں کہئے کہ یہاں کوئی آتش فشاں پہاڑ کا سلسلہ ہے اور یہاں آتش فشاں پہاڑ پائے جاتے ہیں

وہاں یہ بات بالکل تعجب خیز نہیں۔ دنیا میں ایسی ہزاروں جگہیں ہیں۔ ایسی جگہوں کو معبود سمجھنا اور وہ بھی بیسویں صدی میں سراسر جہالت ہے۔ ان جگہوں پر غریب جملہ کو کس طرح بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ ایک دلچسپ داستان ہے۔ دن رات میں دوبار دیوی کو بھوک لگایا جاتا ہے۔ اس وقت کسی غیر کو اندر جانے نہیں دیا جاتا۔ اس کلام کے لئے بارہ بھو بھو بھو مقرر ہیں۔ یہی بھو بھو مقررہ وقت پر پر جا کے دروازے بند کر کے ایک پجاری کو ساتھ لے کر بھوک لگاتے ہیں۔ اس طرح چوری چھپے کلام کرنے سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید شعلوں میں کچھ مصالحہ وغیرہ ڈال دیتے ہیں جو کچھ گھنٹہ تک جلتا رہتا ہے۔ میلے کے دنوں میں غالباً زیادہ مصالحہ ڈالا جاتا ہے تاکہ دن رات جلتا رہے اور میں (مصنف) نے کسی سے سنا بھی ہے کہ یہ شعلے مصالحہ کے سبب سے روشن رہتے ہیں اور اتنا تو میں (مصنف) نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا کہ جب ان میں سے کوئی شعلہ بجھ جاتا ہے تو اس کو چراغ سے پھر روشن کر دیتے ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ اس مکان میں پانی کے درمیان سے آگ کا شعلہ نکلتا ہے تو یہ بات بالکل غلط ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس مکان میں ایک حوض ہے اس کو ہمیں کھنڈ کہتے ہیں اس کے ایک کونہ میں زمین کے برابر پتھر سے پانی نکلتا ہے۔ اللہ جانے وہیں سے نکلتا ہے یا کہیں دور سے آتا ہے۔ لیکن یہ پانی بہت ہی تھوڑی مقدار میں آتا ہے اتنی تھوڑی مقدار میں کہ آٹھ پیر میں ایک پیالہ بھرتا ہے اور اس سے ذرا بلندی پر شعلہ نکلنے کی ایک جگہ ہے لیکن پانی قریب ہونے سے وہ شعلہ بجھتا رہتا ہے جب کسی کو وہاں ہوم (ہون؟) (عبادت کا نام) کرنا ہوتا ہے تو کپڑے سے اس پانی کو خشک کر کے چراغ سے اس شعلہ کو روشن کرتے ہیں پھر اس پر گھی اور شر اور تل اور جو اور بادام اور کھوپرا دھڑیوں (ایک دھڑی پانچ سیر کے برابر ہوتی ہے) اور منوں ڈالتے ہیں۔ اس کا نام ”ہوم“ (ہون) ہے کہ ان نعمتوں کو دیوتا کی نذر کر کے

آگ میں جلا دیتے ہیں۔ القصہ ان چیزوں سے وہ شعلہ خوب بھڑکتا ہے اور وہ پانی جو کچھ اس وقت میں نکلتا ہے۔ نیچے ہی دبا رہتا ہے بھلا جہاں اتنی آگ جلتے تو دو تین ماشہ پانی کی وہاں کیا تاثیر ہو بچپن کے زمانہ میں ایک رات میں (مصنف) بھی وہاں ہوم کرنے گیا تھا تو یہ حال چشم خود دیکھا کہ اس بات کو بیس برس ہوئے اس کے بعد میں کئی بار وہاں گیا کچھ خیال نہیں کیا اللہ جانے اب بھی وہ پانی آتا ہے یا نہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت اس کی کرنی چاہیے جس نے یہ سب کچھ بنایا۔ دیوی کی پوجا کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بلور (صاف اور شفاف پتھر) کے ٹکڑے پر۔ ۰ ایسا خط بنا کر بت بنا رکھے ہیں اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اس طرح پوجا کرتے ہیں اور ایک طریقہ یہ ہے کہ کنواری لڑکی کی پوجا کرتے ہیں اور اس کو کھانا کھلاتے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی بھی عورت کی شرم گاہ کو بدستور سابق پوجا کرتے ہیں اور بعض اپنا عضو خاص شرم گاہ میں داخل کر کے وظیفہ پڑھتے ہیں جس کو ”چھپا“ کہتے ہیں لیکن مادہ حیات اندر گرنے نہیں دیتے اور اس طریقہ کو بھگ پوجا کہتے ہیں اور اس طرح کی پوجا کرنے والے بام مارگی کہلاتے ہیں۔ بام مہادیو کا نام ہے۔ یہ لوگ مہادیو کی اور دیوی کی عبادت کرتی ہیں اور اپنے مذہب کو ہندوؤں سے بھی چھپاتے ہیں۔ گوشت کھانا اور شراب پینا ان کے یہاں کارثواب اور ان کا قول ہے ”سر بھگ درشناں مکتی“ یعنی عورت کی ایک ہزار شرم گاہیں دیکھنے سے نجات ہوتی ہے اور ایک طریقہ یہ ہے کہ ”جوت“ یعنی کھٹی کا چراغ جلا کر دیوی کو حاضر سمجھ کر بدستور مذکور پوجا کرتے ہیں۔

مہا بھمی سونے چاندی مال و دولت کو بھمی کا ظہور سمجھ کر بدستور مذکور اس کی پوجا کرتے ہیں۔ سارستی دیوی بقول ان کے نہر کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ گنگا ندی ہندوؤں کے بقول مہادیو کے سر میں سے نکلی ہے۔ اس کا پانی بہت لطیف

ہے۔ پراجنا دیوی۔ سوچ (ہندی سال کے ایک مہینہ کا نام) میں دسویں چاندنی رات کو گوہر کے دس اپنے بنا کر بدستور مذکور پوجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دن راجہ رام چندر نے پراجنا دیوی کی پوجا کر کے لکا کو فتح کیا۔ اس دن ہندو بہت چیزوں کی پوجا کرتے ہیں۔ جیسے تلوار، کٹار، ڈھال، ہاتھی، گھوڑا اونٹ، پوتھی (کتاب) قلم و دوات وغیرہ اور ان چیزوں سے مدد مانگتے ہیں۔ یہ کیسی عجیب بات ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ان چیزوں کو انسان کے قابو میں کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اونٹ پر سوار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔

سبحان الذی سخر لنا هذا وما كنا له مقرنین۔ وانا الی ربنا
لمنقلبون۔ (۴۳ - ۱۳ و ۱۴)

ترجمہ۔ اس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم تو ایسے نہ تھے جو ان کو قابو میں کر لیتے اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے (مولانا تھانوی رحمہ اللہ)

یہ سادہ لوح ہندو اس کے برخلاف ان چیزوں کو پوجتے ہیں جو درحقیقت ان کے ہاتھوں میں مسخر ہیں۔ اگر کوئی کسی ضرورت مند کو کھانا کھلاوے یا کپڑا پہناوے تو اس ضرورت مند کو چاہیے کہ اس بزرگ کا احسان مند ہو، اس کا ممنون ہو شکر ادا کرے نہ یہ کہ اس کھانے یا کپڑے کی پرستش کرنے لگے اور اس سے مدد کا طلب گار ہو۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو لوگ باگ اس کو پاگل کہیں گے۔

مہادیو کی پوجا کا طریقہ اس قدر دلچسپ اور بے غیرتی پر مبنی ہے کہ اس کا بیان اخلاقی حدود سے گذر کر کیا جاتا ہے اور یہ محض اس لیے کہ حقیقت واضح ہو جائے۔ پوجا کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مہادیو کے لنگ (عضو مخصوص) کی صورت بنا کر اس کو جھری میں رکھ کر جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس طریقہ سے پوجتے ہیں

جلہری کی شکل عورت کی شرمگاہ جیسی ہوتی ہے مہادیو کے اس فرضی عضو مخصوص پر جلد ہارا کرتے ہیں یعنی پانی یا دودھ میں پانی ملا کر اس کی بہت دیر تک دہار دیتے ہیں اور یہ کس قدر شرم ناک ہے کہ اس کیفیت کا نظارہ سب مرد، عورت، لڑکے، لڑکیاں، بوڑھی عورتیں، جوان دوشیزائیں، بیٹے، بیٹیاں کرتے ہیں۔ اس کو پوجا کہتے ہیں اس پوجا کے اور بھی اسباب ہیں۔ کچھ کالمیان فصل اول میں ہو چکا ہے۔

شب (شو) پوران میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مہادیو کی بیوی پاربتی نے جماع کی خواہش کی۔ اولاً مہادیو نے انکار کیا پھر مباشرت کے وقت اپنے عضو مخصوص کو اس قدر دراز کیا کہ پاربتی نے تنگ اور بے قرار ہو کر بشن کے آگے فریاد اور التجا کی بشن نے مہادیو کا لنگ چکر کے ساتھ کٹ دیا۔ اس پر مہادیو بہت ناراض ہوا۔ بشن نے مہادیو کی بہت خوشامد کی اور اس طرح اپنے آپ کو بچالیا۔ اس وقت سے لنگ کی پوجا شروع ہوئی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ بعض عابدوں نے سہت میں تب یعنی بہت زیادہ عبادت اور ریاضت کی۔ مہادیو نے ان کی عقیدت کی آزمائش کے لیے ان کی خواتین میں جا کر اپنے عضو مخصوص کو برہنہ کر دیا۔ ان برہمنوں کی بد دعا سے مہادیو کا عضو مخصوص اس کے بدن سے جھڑ گیا۔ جب مہادیو اپنی اصلی صورت پر آیا تو برہمنوں نے اس کی بہت تعریف کی۔ مہادیو نے خوش ہو کر عضو خاص کی پوجا کا حکم دیا۔ تب سے لنگ کی پوجا شروع ہوئی۔ اسی قسم کے اور بیانات بھی ہیں جو بے حیائی اور بے شرمی سے بھری پڑی ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ بڑے بڑے سمجھ دار آدمی ان باتوں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور عبادت کے ایسے طریقے روا رکھتے ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ جس کو دیکھ کر شہوت کا خیال نہ بھی ہو تو ہو جائے (مصنف نے لکھا ہے کہ انھوں نے بت

پرستی کا سبب پنڈت رام چندر سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہم بت کو نمونہ بنا کر سامنے رکھتے ہیں تاکہ دل بخوبی قرار پکڑے۔ میں نے کہا جب عضو مخصوص اور عورت کی شرمگاہ کی شکل سامنے ہوگی تو دل کس طرح قرار پکڑے گا بلکہ قرار تو درکنار اور زیادہ بے قرار ہوگا اس کے جواب میں پنڈت جی خاموش ہو گئے۔

گلے — کے متعلق ہندوؤں کا خیال یہ ہے کہ گلے کے جسم میں دیوتا جمع رہتے ہیں اور اس کی پوجا کا طریقہ یہ ہے کہ سونے کے سینگ بنوا کر اس کے سینگوں پر رکھے جائیں اور چاندی کے سم بنوا کر اس کے پیروں کے پاس رکھے جائیں اور ایک چاندی کا پترا اس کی پیٹھ پر رکھا جائے اور اس پر جھول ڈالی جائے اور یہ سب کرنے کے بعد اس کی پوجا کی جائے اور اس گلے کو برہمن کو دے دیا جائے۔ ہندو گلے کی بے انتہا تعظیم کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے گوبر اور پیشاب کو بھی نہ صرف پاک سمجھتے ہیں بلکہ پاک کرنے والا سمجھتے ہیں۔ گلے کی پانچ چیزوں یعنی گوبر، پیشاب، دودھ، دہی اور گھی کو پنج گپ کہتے ہیں اور ان کے نزدیک ان چیزوں سے زیادہ کوئی اور چیز پاک نہیں ہے ہندوؤں میں سے جو بڑے بھگت ہیں ان کا معمول یہ ہے کہ وہ ہر روز پنج گپ پیتے ہیں۔ ہندوؤں میں سے برہمن اپنے جینو (چند دھاگے ملا کر ہار کی طرح ڈالتے ہیں) کے بغیر کھانا نہیں کھاتے اور اگر کبھی ایسا کر لیں تو اس کا تدارک یہ ہے کہ گاتری کا منتر پڑھے اس دن گلے کے پیشاب کے علاوہ کچھ نہ پیئے اور کچھ نہ کھائے اسی طرح برہمن اگر چنڈال کے تلاب کا پانی پی لے یا اس میں غسل کر لے تو (گلے کا) گوبر کھائے پیشاب پیئے تب جا کر پاک ہوگا عام ہندو بھی اگر غیر قوم کے برتن میں کچھ کھانی لے تو اس کو کئی دن تک بر (روزہ) رکھوا کر پنج گپ پلاتے ہیں۔ تب کہیں جا کر اس کو پاک سمجھا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک گلے کے پیروں کی گرد اگر اڑ کر کسی کے بدن پر پڑ

جائے تو یہ گرد پاک سمجھی جاتی ہے۔ اس خاک کو مودھوری کہتے ہیں۔ مٹی کے مکان میں بیٹھ کر کھانا پینا درست نہیں سمجھتے لیکن اگر اس مٹی کے گھر میں گائے ہو تو درست ہے۔ جیسے ایک کہاوت ہے۔

(ترجمہ) نیل کا رنگ پنننا درست نہیں لیکن نیلے رنگ کا ریشمی کپڑا پنننا درست ہے۔ اسی طرح غیر قوم کا پانی پینا درست نہیں مگر چھاپھ میں ملا کر ہو تو درست ہے۔ مٹی کے مکان میں روٹی کھانا درست نہیں لیکن جس مکان میں گائے رہتی ہوں (رکھی جاتی ہوں) وہاں درست ہے یہ ہے گائے کی عظمت۔ کس قدر حیرانی کی بات ہے کہ انسان جس کو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا اس کو نپاک سمجھیں اور گائے جو ایک حیوان ہے اس کا گوبر اور پیشاب پاک اور پاک کرنے والا سمجھیں اس کے علاوہ طرفہ تماشایہ ہے کہ گائے کو گنوماتا کہا جاتا ہے لیکن وہ ضعیف اور مرنے کے قریب ہوتی ہے تو اس ”ماتا“ کو گھر سے نکال دیتے ہیں اور جب مرجاتی ہے تو چوڑے چماروں کے حوالہ کردی جاتی ہے۔ یہ ہوئی ماتا کی عظمت اور عزت بلکہ اس کے چمڑے کے جوتے بنا کر پہنتے ہیں۔

حکایت:

ایک دن رنجیت سنگھ رئیس لاہور نے مولانا جان محمد مرحوم سے کہا کہ مولوی جی ہمارے اور تمہارے بزرگ سب اہل بصیرت اور دانا تھے اب میں پوچھتا ہوں کہ ان دونوں میں سے کون سچا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو یہ مشکل ہے کہ اگر حق بات کہیں گے تو آپ جو ہمارے حاکم ہیں ناراض ہو جائیں گے۔ اور اگر آپ کی خاطر ناحق کہیں تو اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین ہے وہ ناراض

ہو جائے گا۔ رنجیت سنگھ نے کہا جو بات حق ہے بے دھڑک کہ دو۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے دین میں جس چیز کا کھانا حرام ہے۔ وہ یا تو پلید ہے۔ اس واسطے حرام ہے جیسے سور، یا اشرف ہے اس واسطے اس کی تعظیم کی وجہ سے اس کا کھانا حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسے آدمی۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے دین میں گلے کس وجہ سے حرام ہے۔ اس کی وجہ اگر یہ ہے کہ وہ پلید ہے تو پھر اس کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ اور اگر اشرف ہے تو اس کے چمڑے کا استعمال کیوں روا رکھتے ہو؟ رنجیت سنگھ یہ جواب سن کر لا جواب ہو گیا۔

سورج اور چاند:

ہندو ہمیشہ نما کر سورج کے سامنے پانی ڈالتے ہیں اور ان میں سے بعض چاند اور سورج کی مورت (بت) بنا کر پوجتے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ ایسا مہربان ہے کہ اپنی مخلوق کے لئے چاند اور سورج جیسے چراغ روشن کر دیئے ہیں جن کی روشنی سارے عالم میں پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

وجعلنا سراجا وهاجا----- (٤٨/١٣)

ترجمہ: اور ہم ہی نے (آسمان میں) ایک روشن چراغ بنایا (مراؤ آفتاب ہے)
(مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

اور یہ بھی:

تبارک الذی جعل فی السماء بروجاً وجعل فیها سراجاً و
قمر اّمین۔----- (۶۱/۲۵)

ترجمہ: ”وہ ذات بہت عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور انس (آسمان) میں ایک چراغ (یعنی آفتاب) اور نورانی چاند بنایا۔“ (مولانا تھانوی رحمہ اللہ)

یہ تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جن کے لئے اللہ کی مخلوق کو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے نہ یہ کہ ان چیزوں کی پرستش کی جائے اور ان کے نام کے بت بنا کر ان کو سجدہ کیا جائے۔ اس کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ ایک شخص راستہ میں اندھیرا دور کرنے کے لئے چراغ روشن کر دیتا ہے تو راستہ چلنے والوں کو چاہئے کہ اس چراغ روشن کرنے والے کا شکر ادا کریں نہ یہ کہ چراغ کو پوجنا شروع کر دیں ہندو چاند سورج کے علاوہ اور بہت سے اجرام فلکی (stars) کو بھی پوجتے ہیں جیسے بدھ یعنی عطارد (neptune) شکر یعنی زہر (venus) منگل یعنی مریخ (mars) برہست یعنی مشتری (mercury) سیڑج یعنی زحل (saturn)۔ راہ کیت یعنی ”راس ذنب“ ستاروں کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ ستارے ان کی خواہش کے موافق اپنی تاثیرات ظاہر کریں اور اپنی نحوست ان سے دور رکھیں۔ یہ کس قدر نادانی کی بات ہے کہ اول تو ہندو یہ بات نہیں سمجھتے کہ ستاروں سے نحوست اور سعادت ہی ثابت نہیں اور اگر ہو بھی تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے دواؤں میں گرمی اور سردی یا خشکی اور تری کی استعداد ہوا کرتی ہے اور جب وہ دوا کسی کے استعمال میں آتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ اگر ان دواؤں سے نفع یا نقصان ظاہر کرنا چاہتا ہے تو جب استعداد کے مطابق گرمی یا سردی یا تری پیدا کر دیتا ہے۔ یعنی اس تاثیر کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ خود اس دوا کی کوئی حیثیت نہیں مثال اس کی یہ ہے کہ کاسنی اور خرقة میں اللہ تعالیٰ نے سردی کی استعداد رکھی ہے لیکن

خود کاسنی یا خرفہ میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اپنی تاثیر بدل سکیں اس میں اضافہ کر سکیں یا کمی کر سکیں۔ اس لئے اگر کوئی ان دواؤں کی خوشامد کرے۔ (پوچھا کرے) اور ان سے یہ التجا کرے کہ یہ اپنی تاثیر اس کی خواہش کے مطابق ظاہر کریں سو اس سے زیادہ عقل کا دشمن کون ہوگا۔ اسی طرح اگر بالفرض اللہ تعالیٰ نے برست یعنی مشتری میں سعادت اور سنیچر یعنی زحل میں نحست کی استعداد رکھی ہو تو خود ان کی کیا طاقت ہے کہ وہ کسی کی خوشامد اور التجا سے اپنی تاثیر بدل سکیں۔ ستارے بے چارے صرف مجبور اور اللہ کے قابو میں ہیں ان میں جو خاصیتیں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں۔ جیسے سورج میں گرمی اور روشنی، چاند میں سردی اور روشنی یہ سب فرشتوں کے وسیلے سے ظاہر ہوتی ہیں اور فرشتے و ستارے سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

(۱) والنجوم مسخرات بامرہ۔ (۱۲/۱۶)

ترجمہ: ”اور ستارے بھی اس کے حکم سے مسخر ہیں“ (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

فسبحن الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون (۸۳/۳۶)

ترجمہ: ”تو اس کی پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم

سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے“ (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

غرض ہندو جن کو اپنا معبود سمجھتے ہیں ان کا بیان کہاں تک کیا جائے ان میں چھوٹے اور بڑے یعنی عوام و خواص میں اکثر اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی پوجا کرتے ہیں اور ان کو اپنا حاجت روا اور نفع و نقصان دینے والا سمجھتے ہیں کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ لوگ اپنے اصلی مالک اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اور اس کے بندوں کو پوجنے لگے۔

ہندوؤں کا جواب

اس موقع پر ہندوؤں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اکثر مسلمان بھی قبر کو پوجتے نظر آتے ہیں گویا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں (صاحبان قبر) کو معبود ٹھہراتے ہیں ان کو حاجت روا اور نفع نقصان کا مختار سمجھتے ہیں۔ قبروں پر ناک رگڑتے ہیں چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ کوئی سید سلطان کے نام کا جانور ذبح کرتا ہے۔ کوئی سوا من کا روٹ پکاتا ہے۔ کوئی حضرت امام ضامن کا پیسہ بانو پر باندھ کر ان کو اپنا نگہبان جانتے ہے۔ کسی نے حضرت پیر دستگیر کو اپنا معبود ٹھہرایا ہے اور حاجت روائی کے واسطے ان کی گیارہویں کرتا ہے اور کوئی ان کی قبر کی طرف منہ کر کے ہاتھ باندھ کر گیارہ قدم چلتا ہے اور کہتا ہے **یا شاہ عبدالقادر شیبہ** **اللہ تعالیٰ** شیخ عبدالقادر کچھ دوا کے واسطے اور کوئی کہتا ہے۔ یا شیخ عبدالقادر المدد اور کہتا ہے کہ یا محی الدین تم بن کون لے میری خبر اور کوئی کہتا ہے۔ بوہڑ شتاب خور لو میراں کیوں اتنا چڑھ لایا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ اول محی الدین، آخر محی الدین، باطن محی الدین اور کوئی پیر دستگیر کے نام پر چراغ جلا کر ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور کوئی پیر دستگیر کے نام پر جھنڈا کھڑا کر کے اس کی تعظیم کرتا ہے اور کوئی حضرت امام حسین کا تعزیہ بنا کر رزق اور اولاد طلب کرتا ہے اور کوئی سید سالار اور شاہ مدار سے حاجت مانگتا ہے اور کوئی خواجہ معین کی قبر سے مال و زر طلب کرتا ہے اور کوئی پیروں سے نفع کی امید اور نقصان کا خوف رکھ کر ان کی نیاز دیتا ہے جیسے بابا فرید الدین گنج شکر کی کھجری، شاہ عبدالحق کا توشہ۔ حضرت علیؑ کا کوئٹہ۔ حضرت عباسؑ کی حاضری، پیر نصیر کی تین کوڑی کی نیاز، پیر نبویؑ کا نمک، بندگی صاحب کی قبر کا غلاف۔ کوئی حضرت

شاہ قیص صاحب کی قبر پوجنا ہے۔ کوئی حضرت بوعلی شاہ قلندر کے مزار کو پوجتا ہے۔ کوئی حضرت شیخ صدر الدین ہائیری کی قبر کو پوجتا ہے۔ بکری وغیرہ چڑھاتا ہے۔ کوئی شاہ عنایت دینی کے نام پر چراغ جلاتا ہے اور نیاز دیتا ہے۔ کوئی کسی کے نام پر مٹھی نکالتا ہے اور کوئی کسی کے حق میں جب دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اوروں کے نام ملا دیتا ہے۔ اور کوئی کہتا ہے اللہ اور بیچ تن کو راضی رکھیں اور کوئی کہتا ہے اللہ اور پیر تیری مشکل آسان کریں اور کوئی کہتا ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ تجھ پر فضل کریں اور کوئی کہتا ہے اللہ اور غوث اعظم تیری مراد پوری کریں اور کوئی اللہ کا نام تک نہیں لیتا بلکہ صرف یوں کہہ دیتا ہے کہ پیر صاحب محبوب پاک تجھ کو خوش رکھے اور بعض پیر زاوے کہتے ہیں دوا پیر تجھ کو خوش رکھے۔ جد پاک تیری حاجت برلائے اور کوئی اللہ کے نام کی طرح بزرگوں کے نام کا وظیفہ کرتا ہے۔

مثلاً ”کوئی کہتا ہے۔ ”یا علی (علیہ السلام) کوئی کہتا ہے ”یا حسین (علیہ السلام) کوئی کہتا ہے ”یا میران“ کوئی ”یا بھیکہ“ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ بزرگ ہماری فریاد ہر وقت سنتے ہیں اور ہمارے حال کی خبر رکھتے ہیں اور بعض لوگ اپنے پیر کی صورت کا تصور باندھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ پیر کو ہمارے حال کی خبر ہے اور کوئی اپنے بیٹوں کی زندگی پیروں سے مانگتا ہے اور اولاد کے جیتے رہنے کے لئے ان کے نام کو پیروں کی طرف نسبت کرتا ہے۔ کوئی اپنی اولاد کا نام امام بخش رکھتا ہے۔ کوئی پیر بخش، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی میراں بخش، کوئی سالار بخش، کوئی عبدالنبی، کوئی عبدالرسول اور کوئی اپنی اولاد کے سر پر کسی پیر کی چوٹی رکھتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کی بدھی ڈالتا ہے جیسے محرم میں لڑکوں کے گلے میں سرخ ڈورے ڈالتے ہیں۔ سبز کپڑے پہناتے ہیں اور کوئی بابا فرید کے نام کی بیری ڈالتا

ہے اور کوئی کسی کے نام پر جانور ذبح کرتا ہے اور کوئی کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے۔ اور کوئی لڑکوں کی بیماری میں ستیلا کو پوجتا ہے کسی کی عورت میرا زین خان کے نام کی بیشک دیتی ہے اور بعض مرد اور عورت جانوروں کی آواز سے بدشگونئی وغیرہ لیتے ہیں اور بعض ملا کتاب میں فال دیکھ کر کسی کو بتلاتے ہیں۔ تجھ پر سید سلطان کی خفگی ہے اس واسطے تجھ پر رزق کی تنگی ہے، ان کی نیاز لوار کر۔ کسی کو بتلاتے ہیں کہ تجھ پر پیر صاحب خفا ہیں اس واسطے تیرا لڑکا بیمار ہے۔ اور کسی کو سیاہ پری یا لال پری کی خفگی بتلاتے ہیں۔ اور ان کی پوجا کرواتے ہیں اور ہم (ہندو) جو اپنے معبودوں کے نام پر سالگ رام اور مہادیو کانگ رکھ لیتے ہیں تو تم لوگ بھی اپنے پیروں کے نام کی چھڑی یا جھنڈی کھڑی کرتے ہو اور ہم اپنے معبودوں کی صورتیں بنا کر پوجتے ہیں، تو تم قبروں کو بنا کر ان کی صورتوں کو پوجتے ہو۔ جیسے تعزیہ، پیر خانہ، چلہ خانہ چنانچہ لدھیانہ میں ایک خانقاہ پیر صاحب کے نام پر مشہور ہے اور وہاں جا کر سینکڑوں آدمی سجدہ کرتے ہیں۔ چڑھوا چھڑاتے ہیں، روشنی کرتے ہیں، اور ہم (ہندو) دیوی کے نام پر جوت جگاتے ہیں اور تم پیر کے نام پر چراغ جلاتے ہو اور اگر ہمارے یہاں بلد یو کا چوترا ہے تو تمہارے یہاں امام کا چوترا ہے اور اگر ہمارے یہاں ٹھاکر دوارہ ہے تو تمہارے یہاں امام باڑہ ہے اور اگر ہم کشن جی کی عبادت میں گاتے، بجاتے، ناچتے، کودتے ہیں تو تم (مسلمان) اپنے پیر کے نام پر مجلسیں تیار کر کے ڈھولک، سارنگی، طبلہ بجوا کر راگ سنتے ہو، ناچتے کودتے ہو اور تمہارے دین (اسلام) کے بزرگ صوفی اس طور کی مجلس کو عبادت سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اس میں وضو کر کے بیٹھتے ہیں اور بعض مسلمان قبروں کی تعظیم میں کبیوں (طوائفوں) کو بھی نچواتے ہیں اور ہم (ہندوؤں) پر تم نے (مسلمانوں نے) اعتراض کیا تھا کہ ہندو کھیل تماشے کو عبادت سمجھتے ہیں تو دیکھو یہ سماع (توالی) کی محفلیں

اور طبلہ سارنگی اور کسی کا ناچ بھی تو کھیل، تماشا ہی ہے تو پھر جب یہ سب قباحتیں اور اللہ کے سوا اوروں کو نفع نقصان بخشنے والا سمجھنا تمہارے دین میں بھی موجود ہے تو پھر ہم پر (ہندوؤں پر) تمہارا (مسلمان کا) اعتراض بے جا ہے۔

جواب الجواب:

(مسلمانوں کی جانب سے)

ہماری تمہاری گفتگو دین کے مقدمہ میں ہے۔ تو ہمارے دین کی اصل قرآن اور حدیث ہے۔ جب کہ تمہارے دین کی اصل بید اور شاستر ہیں۔ لہذا ہم نے تمہارے دین کے کاموں پر اعتراض کیا ہے۔ وہ سب کام تمہارے بید اور شاستروں کے اعتبار سے روا اور درست ہیں اور اگر ہمارا یہ کہنا غلط ہے تو تم کھل کر کہو کہ یہ باتیں ہمارے دین (ہندومت) میں روا نہیں ہیں۔ دوسرے تم نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے (مسلمانوں نے) دین میں اللہ کے علاوہ اوروں کو معبود ٹھہرانا درست ہے اور اس کے علاوہ جو باتیں تم نے (ہندوؤں نے) ہمارے (مسلمانوں کے) دین کے متعلق کہی ہیں یہ سب باتیں نا سمجھ مسلمانوں میں رائج ہیں لہذا جن کو تم (ہندو) اسلام کے خلاف بہت زبردست اعتراض سمجھتے ہو اس کی سرے سے کوئی بنیاد ہی نہیں۔ یہ سب باتیں قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں۔ ایسی باتوں کو ہمارے دین میں شرک اور بدعت کہتے ہیں۔ شرک کا مطلب ہے۔ کسی اور کو اللہ کا شریک کرنا۔ اور بدعت وہ کام ہے جو ہمارے پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے وقت میں نہ ہوا ہو اور لوگ اس کو دین کا کام سمجھنے لگیں۔ تمہیں (ہندوؤں کو) معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام میں شرک اور بدعت سے بڑھ کر

اور کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ کلام دراصل جاہل مسلمانوں نے تمساری (ہندوؤں کی) صحبت سے اختیار کر لیے ہیں۔ یہ کلام ہرگز ہرگز قابل اعتبار نہیں کیوں کہ یہ کلام اسلام کی رو سے ناجائز ہیں اور سراسر اسلامی تعلیمات کے برخلاف۔ اسلام میں جتنا شرک کی برائی کا ذکر کیا گیا ہے اتنا اور کسی چیز کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ لِمَن يَشْرِكْ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ (۱)“
ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دے دیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہوگا بخش دیں گے۔ (مولانا تھانوی رحمہ اللہ)

اور اپنے حبیب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتا ہے:
”قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا“ (۱) ”إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ“ ولو كنت أعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسنى السوء“ (۲) ”إِن أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ“ (۳)۔

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی۔ میں تو محض (عذاب سے) ڈرانے والا اور (احکام شرعیہ بتلا کر ثواب کی) بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔“ (مولانا تھانوی رحمہ اللہ)

اب (اے ہندوؤ!) دیکھو کہ باوجود اس کے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سارے جہان سے زیادہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے نفع و نقصان کا مالک اور غیب دان ان کو بھی نہیں بتلایا تو پھر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے بھی نفع یا

نقصان کی امید رکھنا یا اس کو غیب دان سمجھنا اور اس سے حاجت طلب کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔ الطیرہ شرک یعنی (جانوروں کی آواز سے شگون لینا شرک ہے۔)

اسی طرح حدیث میں آتا ہے۔ ”من انا عرافاً“ مسئلہ عن شیء لم یقل له صلوا ربیعین لیلہ یعنی ”جو کوئی خبر بتانے والے (غیب کی باتیں بتانے والا) ہٹن نجومی، رمل پھینکنے والے یا فال دیکھنے والے کے پاس آوے اور اس کچھ پوچھے تو چالیس رات تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔“

حدیث شریف میں آیا ہے۔ لعن اللہ من ذبح لغير اللہ یعنی اس شخص پر کہ جو سوائے خدا کے اور کسی تعظیم میں جانور ذبح کرے اللہ اس پر لعنت کرے اسی طرح حدیث مبارک ہے۔ من حلف بغير اللہ فقد اشترک یعنی جس نے قسم کھائی سوائے اللہ کے اور کسی کی پس تحقیق وہ شخص مشرک ہوا۔

تفسیر عزیزی (قرآن پاک کی مشہور تفسیر) میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ ”ماشاء اللہ ولو شئت“ یعنی جو اللہ اور تم چاہو وہ ہوگا۔ حضرت نے فرمایا۔ جعلتني لله ندا“ بن منشاء اللہ وحمد۔ یعنی۔ ٹھہرایا تو نے مجھ کو اللہ کا شریک یوں نہیں بلکہ وہی ہو گا جو چاہے گا اللہ اکیلا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح کہنا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو خوش رکھے۔ یا ”اللہ اور رسول گواہ ہیں“ یا ”اللہ اور پر صاحب تیری حاجت روا کریں“ کسی طرح بھی درست نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ۔ ”یسئل احدکم بربه حاجته کلها حتی یسئل الملح ویسئل شسع نعله اذا

”نعطع“ یعنی ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی حاجتیں اپنے رب سے مانگے یہاں تک کہ نمک بھی اللہ ہی سے مانگے اور جوتے کا تمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگے۔ مختصر اپنی ہر حاجت کو خواہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو یا کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو وہ اللہ ہی سے مانگے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کی معروف کتاب ”فوز الکبیر“ میں لکھا ہے کہ ترجمہ ”شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفتوں میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے متعلق یہ اعتقاد قائم کر لے کہ وہ جو چاہتا ہے اسی وقت ہو جاتا ہے یا اس کو حواس کے بغیر (سننے، دیکھنے وغیرہ کے بغیر) اور اسی طرح دلیل عقلی یا خواب یا الہام کے بغیر علم حاصل ہو جاتا ہے اور وہ جس شخص پر رحمت کرتا ہے وہ شخص تندرست اور آسودہ حال ہو جاتا ہے یا وہ کسی بھی بیمار کو شفا بخش سکتا ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے سے شرک لازم آتا ہے۔“

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے رزق یا بیماری سے صحت یا درازئی عمر مانگنا یا اس کی ناراضگی سے ڈر کر یا اس سے نفع کی امید رکھ کر نیاز دلانا شرک ہے۔

تفسیر عزیزی میں بیان کیا گیا ہے کہ:

ترجمہ: اللہ کے نام کی مانند کسی اور کے نام کا وظیفہ کرنا اور عبداللہ بن عبدہ علی، عبدالنبی، اور بندہ حیدر علی اور اسی طرح حسین بخش، میراں بخش، پیران دیا، محبوب بخش، قلندر بخش، بو علی بخش، سالار بخش، مدار بخش، خواجہ بخش، امام بخش، سلطان بخش وغیرہ وغیرہ

اور سوائے خدا کے کسی اور کے نام پر جانور ذبح کرنا یا نذریا منت ماننا یا بلا کے دور ہونے کے واسطے کسی کو پکارنا اور نفع یا نقصان کا اس سے صادر ہونا۔ ایسے تمام کام

شرک کے ہیں۔ البتہ کسی بزرگ کا وسیلہ پکڑنا جیسے یوں کہنا ”یا الہی میں حضرت
..... کا وسیلہ پکڑ کر تجھ سے دعا مانگتا ہوں کہ تو میری یہ مشکل آسان کر دے۔“
درست ہے۔

در مختار (ایک مشہور کتاب) میں لکھا ہے۔

”علماء اور بزرگوں کے سامنے زمین بوسی (زمین کو چومنا) حرام ہے اور نہ
صرف یہ کہ جو کرے بلکہ وہ بھی جس کے لیے ایسا کیا جائے۔ دونوں گناہ گار
ہیں۔“

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ارشاد الطالین میں لکھتے
ہیں کہ:

”جاہل لوگ کہتے ہیں ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی شفاء اللہ یا خواجہ شمس الدین
ترک پانی پتی“ ایسا کہنا جائز نہیں ہے۔ البتہ بزرگوں کے وسیلہ سے اللہ سے دعا
مانگنا درست ہے۔“

غرض اسلام میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود ٹھہرانا اور اس کو حاجت روا
اور نفع و نقصان کا مالک سمجھنا درست نہیں بلکہ شرک ہے۔ ہندوؤں کی طرف
سے یہ کہنا کہ صوفی لوگ کھیل اور تماشے کی مجلس کو عبادت سمجھتے ہیں تو اس کا
جواب یہ ہے کہ صوفی بننا بہت مشکل ہے اور ہمارے دین اسلام میں صوفی اس کو
کہتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہشوں کو چھوڑ کر بالکل شریعت کا تابع ہو۔ ریاضت
اور مجاہدے سے اپنے دل کو صاف کرے اور جو لوگ کہ طبلہ و سارنگی وغیرہ سنتے
ہیں یہ لوگ بلا سوچے سمجھے غفلت کے سبب ایسی مجلسوں میں جاتے ہیں۔ سچے
صوفی تو وہ ہوتے ہیں جن کے اخلاق چوتھی فصل میں بیان کیے گئے ہیں۔ صوفیوں
کے ہاں تو ایک دم بھی اللہ کی یاد سے غافل ہونا درست نہیں۔ کھیل تماشے کا تو

ذکر ہی کیا ہے اسلام میں کھیل تماشا قطعی منع ہے۔ اللہ پاک قرآن پاک میں فرماتا ہے:-

وذر الذين اتخذوا دينهم لعباً و لهواً و غرتهم الحيوه الدنيا (۷۰-۷۱)

ترجمہ: اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ انھوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا ہے اور دنیاوی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال کر رکھا ہے۔“ (مولانا تھانوی رحمہ اللہ)

اور یہ بھی فرمایا:

”ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله
بغير علم ويتخذها هزواً“ اولئك لهم عذاب مهين۔ (۳۱-۳۲)

ترجمہ: اور بعض آدمی ایسا (بھی ہے) جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے ہو جائے گمراہ کرے اور اس کی ہنسی اڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔“ (مولانا تھانوی رحمہ اللہ)

مفسرین قرآن کے مطابق یہ آیت راگ اور باجوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔ احادیث نبوی ﷺ کی شہور کتاب مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وامرني ربي بمحق المعازف والميزامير۔“

یعنی ”میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ معازف اور مزامیر دونوں کو مٹا دوں۔“

معازف ان باجوں کا نام ہے جو ہاتھ سے بجائے جاتے ہیں اور مزامیر ان باجوں کو کہتے ہیں جو منہ سے بجائے جاتے ہیں۔ اسلام کے چاروں مکاتب فکر کے

اَللّٰم اس پر متفق ہیں کہ باجوں کے ساتھ راگ سننا حرام ہے۔ ہاں اتنا جائز ہے کہ کبھی عید کے دن یا بیاہ وغیرہ میں کوئی دائرہ (ایک باجہ کا نام ہے) یا بے یا کوئی ایسی نظم وغیرہ جس میں خوشی کا یا بہاروں کی بہادری کا بیان ہو گئے یعنی خوش الحانی سے پڑھے تو مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اس قدر مصروفیت میں زیادہ غفلت نہیں ہوتی لیکن اس پر بھی دوام اور متواتر ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

صوفیاء کے چار طریقے:

اس زمانہ میں صوفیوں کے چار بڑے بڑے طریقے ہیں جو زیادہ مشہور ہیں:

(۱) قادری (۲) سروردی (۳) نقشبندی (۴) چشتی۔

ان چاروں میں سے حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جو قادری سلسلے کے امام ہیں انھوں نے کبھی ایسی مجالس نہیں کی۔ غنیت الطالبین میں جو آپ کی تصنیف ہے۔ اس طرح لکھا ہے۔ (مختصر ترجمہ) ایسی مجالس اس صورت میں جائز ہیں کہ اس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو۔ یعنی گانے بجانے کے کسی قسم کے بھی آلات نہ ہوں اور نہ کوئی خلاف شرع کھیل کود ہو۔“

کیونکہ یہ سب حرام ہیں۔ حضرت شہاب الدین رحمہ اللہ سروردی طریقے کے امام ہیں ان کے یہاں بھی اس قسم کی مجالس کا ہونا ثابت نہیں بلکہ ان کے مرید خاص حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی نے گلستان میں لکھا ہے:

”میں ابتداء شباب میں راگ سنا کرتا تھا پھر میں نے توبہ کی“

اب دیکھئے کہ توبہ تو گناہ سے ہوتی ہے عبادت سے نہیں۔ نقشبندی طریقہ کے متعلق تو سب کو معلوم ہے کہ ان کے یہاں اس قسم کی مجالس سے سخت انکار

ہے۔ جہاں تک چشتی سلسلہ کا تعلق ہے تو اس طریقہ کے بزرگوں نے بھی بابجے کے ساتھ راگ نہیں سنا۔ اگر کوئی ان کی نسبت ایسی روایت بیان کرتا ہے تو وہ بے اصل ہے افتراء ہے۔ البتہ بعض بزرگوں نے خلوت میں بیٹھ کر اپنے مریدوں کی زبانی سے کبھی کبھی ایسا راگ سنا ہے جس میں اللہ اور اس کے رسول کی تعریف ہو یا اس میں ایسا مضمون ہو جس کو سن کر ایک حالت ذوق کی پیدا ہو۔ اس میں بھی کھیل تماشے یا طبلہ و سارنگی کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ صورت بھی تمام چشتی بزرگوں کی نہیں تھی بعض اس کاشدت سے انکار کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کبھی کبھی راگ سنا کرتے تھے۔ جب کہ ان کے خلیفہ حضرت نصیر الدین اولیاء چراغ دہلوی راگ سننے سے منکر تھے۔ ایک شخص نے حضرت نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ کے پیر تو راگ سنتے ہیں آپ کیوں نہیں سنتے۔ حضرت نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جو کوئی پیر شرع کے خلاف کرے تو مرید کو اس کی متابعت نہ کرنی چاہئے۔ ایک شخص نے یہ بات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے کہی تو انہوں نے کہا کہ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سچ کہتا ہے۔ ایک روایت ہے حضرت قاضی ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے راگ سننے پر معترض تھے۔ مگر جب حضرت قاضی صاحب بیمار ہوئے تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان کی مزاج پرسی کو گئے اور شریعت کے مطابق اجازت طلب کی۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ اب میرا وقت آخر ہے۔ اللہ سے میری ملاقات کا وقت قریب ہے۔ لہذا مجھے یہ گوارہ نہیں کہ اس وقت بدعتی میرے سامنے آوے۔ یہ سن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قاضی صاحب سے جا کر کہو کہ بدعتی بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے۔ جب قاضی صاحب نے یہ سنا تو اسی وقت اپنا عمامہ دیا اور کہا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کے نیچے

اسے بچھا دو اور عرض کرو کہ اس پر چل کر اندر آئیں یہ اللہ کے ولی ہیں ان میں اتنا ہی قصور تھا یعنی راگ سنا۔ کہتے ہیں کہ حضرت نظام الدین صاحب رحمہ اللہ نے اس عمامہ کو ادب سے اٹھایا اور سر پر رکھ لیا اور اندر گئے۔ جب باہر آئے تو قاضی صاحب بہشت نصیب ہوئے اور جب تک حضرت قاضی صاحب مدفون نہ ہوئے حضرت خواجہ نظام الدین صاحب رحمہ اللہ کے آنسو بند نہ ہوئے۔ دوسرے اس طرح کا راگ بھی جن بعض بزرگوں نے سنا ہے وہ ان شرائط کے ساتھ سنا ہے کہ اس مجلس میں کوئی خوبصورت جوان العمر عورت یا مرد نہ ہو۔ قوال راگ کی مزدوری لینے والا نہ ہو۔ راگ کا مضمون کفر اور فسق نہ ہو۔ نماز کا وقت نہ ہو۔ گانے بجانے کے آلات نہ ہوں اور بھی شرطیں ہیں۔ اس کے بلوجود اگر کسی نے اعتراض کیا تو انہوں نے اپنی لغزش کو تسلیم کیا۔

ہندوؤں کی جانب سے اس بیان پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے بزرگوں میں کچھ بھی طاقت نہیں ہے اور وہ بالکل عاجز اور درماندہ تھے کہ جن سے نہ کسی کو فائدہ پہنچتا تھا نہ نقصان جب کہ ہندوؤں کے بزرگ بڑے شکی من یعنی طاقت والے تھے کہ لوگ ہاگ ان سے حاجات مانگتے اور مروا پاتے ہیں۔

جواب

مسلمانوں کے بزرگوں کے متعلق یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ ان میں کچھ بھی طاقت نہیں ہے بلکہ بنیادی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے بزرگ اللہ کے شریک نہیں ہیں۔ وہ ہمارے تمہارے آگے نہیں بلکہ اللہ کے سامنے عاجز ہیں۔ رہا نفع یا نقصان پہنچانا تو نفع یا نقصان دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ شخص خود کسی کو

نفع یا نقصان پہونچانے کی قدرت رکھتا ہے تو یہ بات یعنی کہ نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت تو یہ قدرت صرف اللہ ہی کا خاصہ ہے۔ کسی اور کی شان نہیں ہے اور کسی انسان کی خواہ نبی ہو یا ولی ہو یہ شان نہیں ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اگر ولی اللہ کی جناب میں کسی کے واسطے دعا کرے اور اللہ پاک اس کی دعا قبول کر لے تو اس طرح کا نفع مسلمانوں کے بزرگوں سے بہت سے لوگوں کو پہنچا ہے۔ اسی طرح بہت سے ظالموں اور سرکشوں کو ولیوں کی بددعا سے نقصان بھی ہوا ہے۔ اس لیے ہمارے سب علماء کے نزدیک یہ درست ہے کہ کوئی شخص کسی زندہ بزرگ سے اللہ کی جناب میں اپنے لیے دعا کی درخواست کرے (یوں نہ کہے کہ آپ میری دعا پوری کریں) بعض صوفی بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کسی مرے ہوئے بزرگؒ کی قبر کے پاس جا کر اس سے کہے کہ اے بزرگ تم میرے واسطے اللہ کی جناب میں دعا کرو تو بھی درست ہے۔ البتہ اتنا لازمی ہے کہ کوہوں اور میلوں سے کسی بزرگ کو نہ پکارا جائے۔ کیوں کہ ہر وقت ہر چیز کی خبر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہوتی اگرچہ مسلمانوں کے بعض بزرگوں کو بعض اوقات اللہ کے حکم سے دور دور کی بھی خبر ہو گئی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے۔

قابل توجہ بات

ہمارے (مسلمانوں کے) سب سے بڑے بزرگ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ان کا فیض اس قدر جاری و ساری ہے کہ اس وقت سے قیامت تک جتنے مسلمان مرد و عورت ہیں سب حضور ﷺ کے طفیل سے اور ان ہی کی ہدایت سے دوزخ سے بچے اور بہشتی ہوئے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ پیر اور جمعرات کو مسلمانوں کے اعمال فرشتے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ حضور ﷺ اچھے اعمال کو

ایسے دفتر میں لکھوادیتے ہیں کہ کبھی نہ مٹیں اور برے اعمال سن کر مسلمانوں کے واسطے اللہ سے بخشش مانگتے ہیں۔ یہ فیض اب تک جاری ہے۔ قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت سے گناہ گار بخشے جاویں گے۔ بعض بغیر عذاب کے اور بعض دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ حضور ﷺ سے جس قدر فیض اللہ کی مخلوق کو پہنچا ہے اس کا بیان اس قدر وسیع ہے کہ اس کے لئے ہزار ہا کتابیں بھی ناکافی ہیں۔ اللہ پاک نے خود فرمایا۔

وما ارسلنک الا رحمةً للعالمین (۱۰۷/۲۱)

ترجمہ: ”اور ہم نے (اے) مضامین نافعہ دے کر اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر مہربانی کرنے کے لئے“ (مولانا تھانوی رحمہ اللہ)

حضور ﷺ کے علاوہ جتنے نبی ہیں ان سے بھی اسی طرح کا فیض خلق خدا کو پہنچا۔ انبیاء کے بعد اولیاء ہیں۔ ان سے بھی بہت سے فیض کے چشمے جاری ہوئے۔ خصوصاً حضور ﷺ کے اہل بیت، اصحاب کبار، تابعین اور تبع تابعین جن سے دین حق دنیا میں پھیلا اور ان کے بعد وہ بزرگ ہیں۔ جنہوں نے حضور ﷺ کی احادیث کو جمع کیا جیسے حضرت امام محمد اسماعیل بخاری رحمہ اللہ، حضرت امام مسلم رحمہ اللہ، حضرت نسائی رحمہ اللہ، حضرت ابن ماجہ رحمہ اللہ، حضرت ابوداؤد رحمہ اللہ وغیرہ اور فقہ کے امام جیسے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ، حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ، حضرت امام محمد، حضرت امام زفر رحمہ اللہ اور حضرت سفیان رحمہ اللہ وغیرہ۔ ان کے ساتھ ساتھ عقائد کے امام حضرت ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ، حضرت ابوالمصور ماتریدی رحمہ اللہ۔ ان کے علاوہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ، حضرت شبلی رحمہ اللہ، حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، حضرت مودود چشتی رحمہ اللہ، حضرت امام غزالی رحمہ اللہ اور

حضرت امام احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ مجدد الف ثانی وغیرہم کہ علم سلوک و تصوف اور معارف کے امام ہیں۔ ان بزرگوں کے علاوہ اور مشاہیر بھی ہیں جن کا نام لکھنا طوالت کا باعث ہے۔ اور دین کے مسائل اطراف عالم میں پھیلے۔ ان کی خدمات تحریر میں لانے کے لئے ہزار ہا کتابیں بھی ناکافی ہیں۔ اس کے برخلاف ہمارے (ہندوؤں کے) بزرگ ہیں کہ کس نے کسی سے دغا بازی سے سلطنت چھین لی۔ کسی نے لاکھوں آدمیوں کا قتل عام کیا۔ کسی نے کسی کی جو رو سے زنا کیا۔ کسی نے کسی کی ناک کاٹ دی۔ کسی نے بد خلقی کی جیسا کہ دوسری اور چوتھی فصل میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ لوگوں کا (ہندوؤں کا) یہ کہنا کہ ہمارے بزرگ بڑے شکتی مان یعنی قدرت والے تھے جن سے لوگ باگ اپنی مرادیں مانگتے تھے، اور حاصل کرتے تھے۔ سو وہی ہمارے شکتی مان دیوتا ایک جلندھر دیت کی لڑائی میں کہ ہمارے کہنے کے مطابق انہی کا بنایا ہوا تھا عاجز ہو گئے اور جلندھر نے برہما کی داڑھی پکڑ کر اس کو رلایا اور مہادیو اپنے غصہ کی آگ کو نہ روک سکا اور گنیش کا سر تلاش کرنے لگا۔ اور نہ پاسکا۔ برہما اور بشن ایک آلت کو ناپنے لگے اور اس کی انتہا نہ پاسکے یہ سب باتیں بیان کی جا چکی ہیں۔ اس قسم کی باتیں مہا بھارت اور آپ کی (ہندوؤں کی) تاریخوں میں درج ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ہر قسم کی قدرت رکھنا اور ہر قسم کی احتیاج سے پاک ہونا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ لہذا وہ مستحق عبادت ہے اور کوئی نہیں۔ اس لئے ہمارے یعنی مسلمانوں کے دین کا خلاصہ یہ ہے۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ یعنی ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں“ جنہوں نے اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچایا۔ بعض نادان اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے حاجت مانگتے ہیں۔ اور ان کو ان کی مراد مل بھی جاتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ کوئی کسی طرح

مانگے اللہ دے دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح چھوٹا بچہ ماں باپ کو چھوڑ کر ہر چیز اپنی دائی (nurse) سے مانگتا ہے اور نرس ماں باپ سے لے کر اس کو دیتی ہے۔ لیکن بچہ یہ سمجھتا ہے کہ نرس دے رہی ہے۔ اگر ایک نابالغ انسان ایسا سوچتا ہے کہ تو اس کا شرک اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اس سبب سے دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔

جینی اور سراوگی

جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ ہندو ہونا (Hinduism) فی نفسہ کوئی دین نہیں ہے۔ ہندوؤں میں بے شمار متضاد اعتقالات رکھنے والے چھوٹے چھوٹے اور بڑے بھی گروہ ہیں جن میں جینی اور سراوگی بھی ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مشرک نہیں ہیں۔ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو عبادت کا سزاوار نہیں سمجھتے۔ نہ ہم کشن کو مانتے ہیں نہ بشن کو۔ نہ مہاوپ کو نہ دیوی دیوتا کو نہ گنگا کو نہ جمنہ کو۔ ان لوگوں کے متعلق صورت حال یہ ہے کہ ان کے نزدیک اللہ دو طور پر ہے۔ ایک زرگن پر میشر جس کی کوئی صفت ہی نہیں اور اس کو معطل سمجھا جاتا ہے۔ دوسرا سارکار پر میشر۔ سارکار پر میشر کے متعلق تم ہندو یہ خیال رکھتے ہو کہ کوئی شخص بھی پرہیزگاری کی زندگی گزار کر غیب داں بن جاتا ہے اور ایسے پر میشر ان لوگوں کے نزدیک چوبیس آدمی ہوئے ہیں کہ اول ان میں آدھ ناتہ اور آخری مہاویر ہے۔ سوچیے کہ جس گروہ کے نزدیک ہمیں خدا ہوں ایک زرگن پر میشر اور چوبیس سارکار پر میشر اس سے زیادہ کوئی مشرک ہو سکتا ہے۔

حکایت

مصنف نے لاہور میں ایک شخص سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے آدمی کافی ہیں۔ جو دین اسلام کی حقانیت کے قائل ہیں مگر ان میں اتنی جرأت ایمانی نہیں کہ اس کا اظہار کر سکیں۔ اور پچے پچے توفیق خداوندی ہوتی جاتی ہے وہ ظاہر کرتے رہتے ہیں۔

نانک پنہتی

نانک پنہتی اگرچہ ہندوؤں سے مختلف ہیں لیکن ان کو بھی ہندوؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کو آج کل سکھ کہا جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ شرک سے خالی ہیں اور بیلا گرو نانک اور دوسرے گروؤں نے شرک نہیں کیا۔ یہ تو صحیح ہے کہ بیلا گورونانک کے کلام میں توحید کا بہت ذکر ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ مشرکوں سے بے زار تو ہوا لیکن جناب نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لایا۔ یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کی متابعت نہ ہوگی، اللہ کے نزدیک شرک سے بچنا قابل قبول نہ ہوگا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیلا گورونانک نے حضرت محمد ﷺ کی تعریف کی ہے اور

ਬਾਪੁ ਮੁਸਾ ਤੇ ਰਾ ਤਮਾ ਜਾਈ
ਸਗਲਾ ਲਾਮ ਹਰੀ ਚਰ-ਰਾਵ ਨਾਲਾ ਅੰ ਮਰਾ ਤਰ
ਦਮਾਸਤੁ ਯੋ ਦਮਾ ਲਗ ਸਰ = ਯਾਗਯ ਯੇ-ਯ ਚਰ

کہا ہے "ترجہ" (پنجابی زبان سے) "جناب محمد ﷺ کی متابعت کے بغیر عبادت

بے کار ہے، اور پہلا نام خدا کا دوسرا رسول ﷺ کا اور تیسرا کلمہ نانک کا اگر پڑھ لے تو درگاہ میں قبول ہو جاوے۔ ”لہذا اس کا تقاضا ہے کہ جو بابا نانک کے چیلے ہوں ان کو چاہئے کہ بابا صاحب کا حکم مانیں اور مسلمانوں کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے گرو گوبند سنگھ نے شرک کو ظاہر کیا اور نینا دیوی کی پوجا کی، اس کے علاوہ ہوم کیا اور اپنے ایک چیلے کا سرکٹ کر دیوی کی قربانی دی اور ہوم میں جلاویا۔ اس کے علاوہ اس نے دیوی کی مناجات اس طرح کہا ہے کہ ”کشن بشن سے کچھ کام نہیں چلتا۔ جو کچھ کام چلتا ہے وہ تجھ سے (دیوی سے) چلتا ہے گویا اس نے دیوی کو اللہ کا شریک بنایا ہے۔“

دس گرنتھی پوتھی

دس گرنتھی پوتھی میں اس طرح درج ہے: (ترجمہ پنجابی زبان سے)
 (۱) ”لولا“ دیوی کی عبادت کر کیوں کہ نانک نے اس سے مدد مانگی تھی“
 (۲) ”دیوی انکنت نے امر داس اور رام داس کی مدد کی“
 (۳) ”اے لوگو ارجن، ہر گوبند اور ہر رائے کے نام چہو“
 (۴) ہر کشن کو یاد کر کے اس سے مدد مانگنی چاہئے جس کے دیکھنے سے سب دکھ جاتا رہتا ہے۔

(۵) گروتھ بہادر کا نام چہنا چاہئے تاکہ گھر میں دوڑ کر نعمت آوے۔

(۶) اے ممدوح ہر جگہ مدد کرنا

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥

उठल्लट भमल्ल गन मग मग पग मेग टी मगल्ल
 विम ठेम गल्ल गगि धीरभि गदीयग गेटा म्हाठो
 २ उठोप आली टी म्हा उठोप उर वताउद उर्वमन
 द्दोग दमठ पय गठाठप अटेपोपि बीमउद्यष्टी
 द्दही मपो एगद

(گرکھی عبارت) یہ کلمات صریح شرک کے ہیں جن سے کوئی سمجھ
 دار آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ ہندو پنڈت خود سکھ مذہب کو بدعتی کہتے ہیں۔ جنم
 ساکھی میں ایسی خرافات کا بیان ہے جو ان کے (سکھ مذہب) کو باطل قرار دینے کے
 لئے کافی ہے۔

اللہ پاک جملہ ہندو اور سکھوں کو ہدایت عطا کرے۔ آمین۔

نوٹ۔ ہندوؤں کے یہاں ستاروں کی حیثیت

ہندوؤں کے یہاں ستاروں کو بھی معبود (عبادت کے لائق) سمجھا جاتا ہے۔
 مہابھارت کے سانپ پرب میں بیان ہوا ہے کہ چاند کو دھچ کی بددعا سے کئی شکلیں
 اختیار کرنی پڑیں اور صحت کے بعد بھی (یعنی بددعا کے اثرات ختم ہونے پر بھی) یہ
 صورت ہے کہ روشنی کے کمل کے باوجود اس کے سینہ پر سیاہ داغ موجود ہے۔
 اسگندھ پوران کے اودھیائے (باب) ۱۵ کے مطابق چاند نے من کا جو دنیا کا پالنے
 والا ہے بڑا بیٹا ہے۔ اس نے اپنے مرشد پر ہست کی بیوی تارا سے زنا کیا۔ اس زنا

کے نتیجہ میں بدھ پیدا ہوا۔ اور ہومن سورج کا پوتا کسی کی بددعا سے عورت ہو گیا تھا۔ اس کے پیٹ سے بدھ کا بیٹا راجہ پرورد پیدا ہوا۔ اس کی اولاد میں شریف ہندوؤں کے دونوں خاندان ہیں۔ (جن کو سورج ہنسی اور چندر ہنسی کہا جاتا ہے) بی کنٹی جو کشن جیو کی پھوپھی ہیں سورج کی نسل سے ہیں۔ سورج نے اس کنواری سے جماع کیا۔ اس کے نتیجہ میں راجہ کرن پیدا ہوا۔ اس سے پیشتر چاند اور اندر کا گوتم کی جورو سے قصہ اور برہست سے اس کی بھالی کا قصہ بیان ہو چکا ہے۔ یہ قصہ عجیب ہے۔ اور تجر وید میں ہے کہ برہست نے اپنی صورت زہرہ کی بنائی اور اسرن یعنی دیوتاؤں کو چہل تعلیم کہا اور بچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو بچ سمجھایا۔ زہرہ یعنی شکر کو دیوتاؤں کا مرشد سمجھاتا ہے۔ اسکندھ پوراں کے اودھیائے (باب) ۷۷ میں ہے کہ برہما سے منگل اور منگل کشپ اور کشپ سے سورج پیدا ہوا۔ پرچاپت نے اپنی بیٹی سنگھا اس سے (سورج سے) بیاہ دی اور ہم بستی کے وقت سنگھا سورج کی تجلی کی تالاب نہ لاسکی۔ سورج نے اس کی خاطر اپنے آپ کو بیضہ مردہ کے کر کے اس سے مباشرت کی پھر جب اس میں تندی آئی تو سنگھا بھاگ کر اپنے باپ کے گھر گئی اور اپنا ساہو چھوڑ گئی۔ سورج اس کے سالیہ سے مباشرت کرتا رہا۔ سنگھا گھوڑی بن کر پہنر کے جنگل میں چرنے لگی۔ سورج دیوتا خبر پا کر اس کے پیچھے لگا۔ اور گھوڑا بن کر اس کے درپے ہوا اور شدید مستی سے آگے پیچھے میں تمیز نہ کر کے اس کے تھنوں میں دخول کیا اس حرکت سے اس کے کمار پیدا ہوا اسکندھ پوراں میں ہے۔

کہ جو سورج دیوتا کی پرستش چھوڑ کر کسی دوسرے کی پرستش کرتا ہے وہ دوزخ میں جاتا ہے۔ جو کوئی سورج نکلنے کے وقت دریا کے کنارے جا کر سورج کے سامنے دو مرتبہ سجدہ کرتا ہے اس کو ثواب عظیم ملتا ہے اور اس کو سورج دیوتا سے

نیک دعا ملتی ہے۔ سورج کو پوجنے والوں کو دنیا میں اعلیٰ مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ چھانڈوک اپنکنڈ سام بید میں لکھا ہے کہ سورج میں جو سرخی ہے وہ آگ کا جزو ہے اور سفیدی پانی کا اور سیاہی مٹی کا۔ پس آفتاب ان تینوں کے اجتماع کا نام ہے۔

اس طرح سورج اور چاند کے پوجنے والوں کے معبود خاک اور پانی اور آگ ہوئے اور اسی اپنکنڈ میں ہے کہ جب اس نے چلنا کہ وحدت سے کثرت ہو تو اس نے مختلف شکلیں اختیار کیں۔ اپنے نور سے آگ کو روشن کیا۔ جب آگ نے کثرت کا ارادہ کیا پانی پیدا ہوا اور پریہ اپنکنڈ حجر میں ہے کہ پانی ہوا سے بنا اور ہوا اکاس سے اور اسی میں ہے کہ سب سے پہلے پانی پھر جملہ لطیف عناصر موجود ہوئے۔ اور پریہ ارن اپنکنڈ حجر بید میں لکھا ہے کہ ہرن گرہ کی ریاضت کرنے سے حرارت ہوئی اس حرارت سے آگ پیدا ہوئی آگ سے آفتاب۔ آفتاب سے ہوا اور اسی میں لکھا ہے کہ دنیا کے انتظام میں برہما کی صورت آگ جیسی ہوئی مگر اس سے پرورش نہ ہو سکی۔ غرض اور بست سے دیوتا پیدا کیے گئے اور آخر میں زمین دیوتا کو پیدا کیا گیا۔ مختصراً "وینوں میں ان معبودوں کی پیدائش میں شدید اختلاف ہے البتہ یہ خوب واضح کہ کیسا مذہب ہے اور کیسے اچھے اس کے معبود ہیں۔

حواشی

۱۔ ابھی حال ہی میں ۱۹۹۱ء اسی جگہ (ترکاشی) میں زلزلہ آیا ہے جو آتش فشاں ہونے کا ثبوت ہے۔

۲۔ اس قسم کے اطراف عالم میں سینکڑوں جٹھے ہیں جن کو انگریزی میں Geasser کہتے

ہیں۔

۳۔ تفصیلی نوٹ اس باب کے آخر میں دیکھئے۔

۴۔ اس کو بعض فقہاء نے کفر لکھا ہے۔

۵۔ یہ پنجابی لفظ ہیں۔ بوہڑ کے معنی 'آؤ' اور چ کے معنی 'دیر لگائی'۔

۶۔ بیدار کرنا۔ ۷۔ یہودی جو غیب کی خبریں بتاتے تھے۔

۸۔ مسلمان علماء کے نزدیک درست نہیں۔

۹۔ قرآن مجید سے فال لینا مکروہ ہے۔

۱۰۔ ارشادِ اطہارین از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ کے مطابق ایسا کہنے والا کافر ہے۔

۱۱۔ اسلامی تعلیمات۔ کہ اعتبار سے جب بچہ (لڑکا یا لڑکی) پیدا ہو تو اس کے دانے کان میں

اذان دی جائے اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے اور

نام رکھا جائے مثلاً "عبدالرحمن" محمد اسلمی یا فاطمہ عاتقہ وغیرہ۔

۱۲۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور

حضرت امام مالک رحمہ اللہ۔

۱۳۔ لکھا ہے کہ حضرت نصیر الدین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

۱۴۔ بعض علماء کے نزدیک یہ درست ہے۔

۱۵۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو غیب کا علم نہیں۔

۱۶۔ جو کے ایمان پر مرے۔

۱۷۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی قرآن و حدیث کے معانی سمجھنے اور اس سے

دین کے مسئلے حل کرے۔

۱۸۔ ہوم گھی کو دیوتا کی نذر کر کے آگ میں جلاتے ہیں۔ تاکہ پختی سکھوں کے دس مرشد

ہیں۔ ۱۔ تاکہ ۲۔ انگٹ ۳۔ امر داس ۴۔ رام داس ۵۔ ارجن ۶۔ ہر گوبند ۷۔ ہر رائے ۸۔ ہر کشن

- ۹۔ تیغ بہادر ۱۰۔ گوہر شکر جس نے اس مذہب کو بدل ڈالا۔ بالوں کا مونڈنا، تمباکو کھانا، حقے پینا اس نے حرام کر دیا اور فوج کشی کر کے ملک کو لوٹنا شروع کر دیا۔
- ۱۹۔ جنم ساگھی میں نانک کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے مدینہ کا سفر کیا وغیرہ۔
- ۲۰۔ سوط اللہ البیہار صفحات ۱۱۸-۱۱۹
- ۲۱۔ ایضاً " ۲۲۔ ایضاً " ۲۳۔ ایضاً "

فصل ہفتم

اسلام میں مذہبوں کا اختلاف

اگرچہ اسلام کے تتر فترے مشہور ہیں لیکن اعتقادات اور اصل الاصول میں سب کو اتفاق ہے اختلاف نہیں۔ مثلاً "اللہ تعالیٰ کا خالق اور مالک، وحدہ لا شریک لہ اور جامع جمیع صفات کمال اور جملہ نقصانوں کی صفوں سے پاک ہونے پر سب کو اتفاق ہے۔ سوائے اللہ کے کسی اور کی عبادت کو سب کفر جانتے ہیں۔ سب پیغمبروں کو اللہ کے بھیجے ہوئے برحق جانتے ہیں۔ سب فرشتوں کو برحق جانتے ہیں اور جتنی کتابیں اللہ نے پیغمبروں پر اتاری ہیں سب کو برحق سمجھتے ہیں۔ قیامت کے دن حساب ہونے کو اور بہشت و دوزخ کو سب سچ جانتے ہیں۔ سب کا یہ ایمان ہے کہ مسلمان ہمیشہ بہشت میں رہیں گے۔ کافروں کو بہشت نصیب نہ ہوگی وہ دوزخ میں جلیں گے۔ سب کا اتفاق ہے کہ دن رات میں پانچ وقت کی نماز میں سترہ رکعت نماز فرض ہے۔ اسی طرح ایک سال میں ایک ماہ کے روزے فرض ہیں اور اگر حیثیت ہو تو عمر بھر میں ایک بار کعبہ کا حج اور اسی طرح صاحب نصاب پر زکوہ فرض ہے۔

ماں باپ کی خاطر داری اور اطاعت کرنا، کنبے کے لوگوں اور ہمسایوں سے مروت کرنا، اللہ کی رحمت کی امید رکھنا اس کے عذاب کا خوف رکھنا شریعت، جملہ کتب آسمانی، انبیاء اور فرشتوں کا ادب کرنا زنا، چوری، رشوت ستانی، ظلم، حرام خوری، شراب خوری جوئے بازی حسد، کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اس سے

جلنا) غیبت (کسی کے پیچھے ایسا ذکر کرنا جسے سن کر وہ رنجیدہ ہو) ریا (دکھاوے کے لیے عبادت کرنا) تکبر (اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنا) رعونت (اپنے آپ کو فی نفسہ بہتر سمجھنا) ظاہری گناہوں اور باطنی گناہوں کو برا سمجھنا۔ ان باتوں پر سب فرقوں کو اتفاق ہے کسی کو ذرہ بھر اختلاف نہیں۔ بعض فروعی مسائل اور جزئیات میں تھوڑا بہت اختلاف ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اللہ کے کلام میں اختلاف ہے۔ واضح رہے کہ اللہ اور رسول کے کلام میں مطلق اختلاف نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ بعض آیتوں اور حدیثوں کے معنی کسی کی سمجھ میں کچھ اور آئے یا کسی کی دانست میں کسی حدیث کے راوی کو کچھ سمجھ ہو گیا اور اس نے غلطی سے دوسرے طور پر بیان کیا اور اس کو صحیح سمجھ کر اس پر عمل کیا گیا۔ اس کے علاوہ اختلاف کی اور بھی وجوہات ہیں لیکن اس بات پر سب فرقے متفق ہیں کہ اللہ اور رسول کے کلام میں کوئی معمولی سا بھی اختلاف نہیں ہے اور جو اختلافات ہیں وہ محض قیاسی اور عقلی ہیں۔ اس صورت حال کے باوجود مسلمان سب فرقوں کو حق پر نہیں جانتے بلکہ سب کا عقیدہ یہ ہے کہ ان میں صرف ایک فرقہ حق پر ہے اور حق پر وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی اور رسول اللہ کے اصحاب و پیروں کے طریقوں پر چلتے ہیں اور ان میں کمی اور بیشی نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو اہل سنت کہتے ہیں کہ جب کہ ہندوؤں کے یہاں کئی سو مذاہب (فرقے) ہیں۔ ان میں چھ مذاہب بڑے ہیں یعنی چھ شاستر ہیں۔ ان چھ شاستروں میں بہت سے اختلافات ہیں لیکن ان اختلافات کے باوجود ہندو ان کو ست یعنی برحق مانتے ہیں۔ یہ بات عقل کے نزدیک محال ہے کہ باوجود اس اختلاف کے یہ شاستر برحق ہوں اور ان میں سے کوئی بھی غلطی پر نہ ہو۔

ہندوؤں کے بڑے مذاہب:

پہلا بیدنت شاستر

یہ شاستر بیاس کا نکالا ہوا ہے۔ اس شاستر کو ماننے والے بیدانتی کہلاتے ہیں۔ ان کے نزدیک خدا کے سوائے اور کوئی چیز موجود نہیں ہے یہ لوگ تمام مخلوقات کو خواب و خیال سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک جب برہم یعنی خدا میں مایا کی جنبش ہوئی تب وہ ایشر کہلایا گیا۔ ایشر تین طرح سے ہولج گن کے پیوند سے برہما ہوا اور ست گن کے پیوند سے بشن ہوا اور تمگن کے پیوند سے شب مہادیو پیدا ہوا۔ برہما پیدا کرنے والا۔ بشن پالنے والا۔ شب فنا کرنے والا غرض ان کے نزدیک دنیا کے جملہ امور کا تعلق ان تینوں سے ہے اور خدا یعنی برہم معطل ہے۔ حقیقت میں یہ تینوں خود برہم ہیں مایا کی وجہ سے ایشر کہلاتے ہیں اور جب کہ برہم کو ابدیا یعنی پیدائشی کا پیوند ہوا تب وہ جیو یعنی جاندار کہلایا یعنی یہ سارے جاندار خود ہی برہم ہیں ابدیا یعنی بیدائشی کے سبب سے اپنے آپ کو جیو جانتے ہیں۔ ان کے نزدیک برہم یعنی خدا اور ایشر یعنی برہما اور بشن اور شب جیو ہونے سے یعنی جاندار ہونے سے ایک ہی وجود ہے۔ ابدیا کو آگیان بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے آگیان ان کے نزدیک دو قوتیں رکھتا ہے۔ ایک قوت کا نام پچھپ شکت ہے۔ یعنی پیدا کرنے کی شکتی (قوت) جس سے جاندار پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری اور ن شکت ہے۔ یعنی کے دبا لینے کی قوت اور مکت ان کے نزدیک یہ ہے کہ بیدائشی دور ہو جاوے اور جیو (جاندار) جو آگیان کے سب اپنے آپ کو برہم سمجھ رہا ہے اپنے آپ کو برہم سمجھ لے تاکہ جینے اور مرنے سے چھوٹ جاوے۔ ابدیا کے متعلق بیدائشی دو

اعتقاد رکھتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ ابدیا بہت ہیں۔ ان کے نزدیک مکت (نجات) کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور بعض کا اعتقاد یہ ہے کہ ابدیا بہت ہیں۔ ان کے خیال میں مکت (نجات) بہت سوں کو حاصل ہو چکی ہے۔ ان کے نزدیک مکت (نجات) حاصل ہونا گیان یعنی دانش کا ہے جس کسی کا آگیان یعنی بیدانٹی دور ہوا اس کو گیان حاصل ہوا اور اس نے اپنے آپ کو خدا سمجھ لیا اور اس کی مکت (نجات) ہو گئی۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ آگیان کے تین گن (صفت) ہیں رنج جس سے خواہش، غم اور خوشی حاصل ہو۔ ست جس سے عقل اور خوش حالی و آسودگی حاصل ہو۔ تم جس سے غصہ اور جہالت اور تن آسانی حاصل ہو اور یہ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ یہ تینوں صفتیں برہ یعنی خدا سے وابستہ ہیں۔

دوسرا میمانسیا شاستر

یہ شاستر جیمن رکھ کا نکالا ہوا (ترتیب دیا ہوا) ہے۔ اس کے شاگردوں کے نام یہ ہیں مراوی مصر کمارل بہت پرہاکر کردار۔ اس شاستر والوں کو میمانک کہتے ہیں یہ حق تعالیٰ کو خالق نہیں جانتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جو رنج و راحت یا اقبال اور اوبار، خوشی و غم وغیرہ جو کچھ پیدا ہوتا ہے اس کا تعلق کرم یعنی عمل سے ہے اور جس طرح بیدانٹی تینوں ایشروں کو خدا کا نائب اور مظہر سمجھتے ہیں۔ میمانک اس کو نہیں مانتے بلکہ ان کا خیال یہ ہے کہ انہی آدمیوں میں سے کبھی کوئی برہا پنچپتا ہے کوئی شب (مادیو) اور جہن کی ابتدا یا انتہا پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ یہ پہاڑوں، دریاؤں وغیرہ کو ابدی سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جسم ذرات سے مرکب ہے۔ جزلا۔ تجری سے انکار کرتے ہیں اور ان کے خیال میں مکت (نجات) کا وسیلہ گیان اور کرم دونوں ہیں۔ یہ انسان کو اپنے اعمال کا مختار سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک دس

پدارتھ ہیں جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ ”بدیا کے معنی علم کے ہیں ابدیا کے معنی بے علمی ہوئے۔ گیان کے معنی علم اور آگیان کے معنی بے علمی ہوئے۔ پچھپ کے معنی قوت پیدا کرنے کے ہیں۔ جزا۔ تجزیہ متکلمین کے نزدیک وہ جز ہے (ایٹم) جو تقسیم نہیں ہو سکتا“

تیسرا نیا شاستر

یہ شاستر گوتم (ہندو فلسفی) کا ترتیب دیا ہوا ہے۔ اس میں فلسفہ منطق اور مناظرہ کا بیان ہے۔ بعض ہندو اس کو بید کا حصہ نہیں سمجھتے بلکہ اس کو بید سے باہر سمجھتے ہیں لیکن یہ سمجھنے کے باوجود یہ شاستر مردود نہیں ہے۔ جو لوگ اس شاستر سے واقف ہیں اور اسی پر اعتقاد رکھتے ہیں ان کو نیاک کہا جاتا ہے۔ اس شاستر کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی ابتداء ہے نہ انتہا۔ وہی پیدا کرنے والا ہے۔ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی پیدا کی ہوئی ایک صورت سے تعلق پیدا کرتا ہے اور اس کے ذریعہ ر ویلے سے لوگوں کو ایک کتاب پہنچاتا ہے۔ اس کتاب کی چار قسمیں ہیں۔

---- ایک رگ وید یا بید۔ دوسرا جروید۔۔۔۔ تیسرا سام وید یا بید چوتھا اتھر بید۔۔۔۔ یہ لوگ بہشت اور دوزخ میں رہنے کو ابدی نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک خدا کی آٹھ صفتیں ہیں۔ ان میں سے چھ کو قدیم سمجھتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) گیان یعنی ہر چیز کا علم ہونا۔

(۲) پر تین یعنی تدبیر۔

(۳) اچھیا یعنی خواہش۔

(۴) سکھیا یعنی واحد۔

(۵) پر مال یعنی بے انتہا مقدار۔

(۶) پر مھکتو یعنی تشخیص و تمیز۔

باقی دو صفتوں کو حادث سمجھتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) سنجوگ یعنی پیوند یا وابستگی

(۲) بھاگ یعنی جدا ہونا۔

اور موجودات سولہ پدارتھ پر مشتمل ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) پر نتیجہ (۲) پرمان (۳) پر مٹی (۴) ششی (۵) وشنٹ (۶) سدہانت (۷) ادیوا (۸)

تزرک (۹) ترقی (۱۰) باد (۱۱) جلمپ (۱۲) تپانا (۱۳) ہیستو (۱۴) ابھاس (۱۵) چھل (۱۶)

جاٹ

نیا یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ کت (نجات) کے لئے ان سولہ چیزوں کو جیسی کہ

ہیں دریافت کریں۔ ان کے نزدیک عالم (دنیا) قدیم ہے لیکن فنا ہونے والا ہے۔

چوتھا بیشش شاستر:

یہ کناد کا مرتبہ ہے۔ اس شاستر پر اعتقاد رکھنے والوں کو بیشیشک کہتے ہیں۔

اس شاستر کے بیشتر مسائل نئے شاستر سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن ان کے نزدیک

پدارتھ سات ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) رب (۲) گن (۳) کرم (۴) سلمان (۵) سیکھ (۶) سوائے (۷) ابھایا۔

پانچواں ساکھ شاستر:

یہ شاستر کھیل کا مرتبہ ہے۔ اس شاستر پر اعتقاد رکھنے والے خدا کو خالق نہیں

مانتے۔ بلکہ ان کے خیال میں ہر چیز کی پیدائش پر کرتی ہے یعنی پر ا کرتی علت اولی

ہے۔ وہ حاکم کو قدیم جانتے ہیں اور کسی شے کے فنا ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ معلول علت بن جاتا ہے۔ اس شاستر میں تت (Element) بیان کئے گئے ہیں جو چار ہیں۔ پہلی تت پر اکرتی (Nature) ہے جو ان کے نزدیک ہر چیز کا کارن (سبب) ہے اور یہ پر کرتی کارج یعنی مسبب نہیں ہوتی اور اس کی صفت یہ ہے کہ یہ ایک جو ہر قدیم بیدانش ہے جو ہر جگہ موجود ہونے والی صفت یعنی رج گن والے تمام گن والے اور ست گن والے۔ دوسرا تت: برکرتی: بکرتی جو بعض چیزوں کا کارن (سبب) اور بعض چیزوں کا کارج (سبب) ہوتی ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) مست جس کو بدھ بھی کہتے ہیں۔

(۲) آہنکار (جو تین طرح کی ہے پہلی اگر اس میں ست گن کا غلبہ ہے تو بی کرت آہنکار کہلاتا ہے دوسری اگر اس میں رج گن کا غلبہ ہے تو یہ تیجس آہنکار کہلاتا ہے۔ تیسری اگر اس میں تم گن کا غلبہ ہے تو بھوتاؤ آہنکار کہلاتا ہے۔)

(۳) تیسری قسم تن ماترا۔ (جو پانچ ہیں سپر آواز سپرس یعنی ایک چیز کا دوسرے سے چھوٹا روپ یعنی شکل رس یعنی گندہ ذائقہ یعنی بو۔)

تیسرا تت: بکرتی۔ جو کارج یعنی سبب ہوتی ہے اور سبب نہیں ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک اندری یعنی حواس اور بعض دوسرے اعضاء۔ یہ پانچواں عنصر پانچوں تن ماتر سے موجود ہوئے ہیں۔ اکاش۔ سدی پوں۔ سپرس سے۔ اگن۔ روپ سے۔ جل رس سے۔ پرتھی گندہ سے۔ چوتھا تت: پر کرتی نہ بکرتی کہ نہ معلول ہے اور نہ علت یعنی نہ سبب ہوتی ہے نہ مسبب اور اس کو پرکھ اور آتما بھی کہتے ہیں۔ پرکھ کی دو قسمیں ہیں ایک جیو آتما یعنی نفس ناطقہ۔ اس کو بھی قدیم سمجھا جاتا ہے دوسرا پر تم آتما یعنی خدا تعالیٰ۔ ہندوؤں کا اعتقاد ہے جب پر کرتی کا

رکھ سے پیوند ہوتا ہے تو دنیا کی پیدائش ہوتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جب پرکرتی کا رکھ اندھی ہے اور آتما یعنی پرکھ لنگڑا ہے یعنی یہ دونوں ایک دوسرے کے پیوند کے پیوند کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے اور کہتے ہیں کہ وقت پرلے۔ یعنی فناء عالم کی تینوں عرض یعنی رجن گن، سمت گن، اور تم گن برابر ہوتے ہیں اور جب دنیا پیدا ہوتی ہے تو ست گن غالب ہوتا ہے اس وقت مہ تت پیدا ہوتا ہے۔

الغرض: ہندوؤں کے نزدیک جب پرکرتی کو پرکھ سے پیوند ہوتا ہے تو ست گن غالب ہوتا ہے تب مہ تت پیدا ہوتا ہے اور مہ تت سے آہنکار اور آہنکار سے گیارہ اندریاں اور پانچ تن ماتر سے پانچ عنصر اور جب دنیا فنا ہوتی ہے تو پانچوں تن ماتر میں غائب ہو جاتے ہیں جب کہ پانچ تن ماتر آہنکار ہیں اور آہنکار مہ تت ہیں اور مہ تت پرکرتی ہیں۔

چٹھا شاستر یا تبخل یہ بہت بخل کا مرتبہ ہے۔ یہ اکثر باتوں میں ساگھ شاستر سے ملتا جلتا ہے۔ اس شاستر کے مطابق مکت یعنی نجات جوگ یعنی ریاضت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ سوائے ان چھ شاستروں کے تین شاستر اور ہیں لیکن برہمنوں کے نزدیک یہ تین شاستر مردود ہیں۔

(۱) جین شاستر: یہ شاستر جین کا مرتبہ ہے۔ اس کو ماننے والے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آدمی نیکو کاری سے ہمہ دان (سب کچھ جاننے والا) بن جاتا ہے اور اس کا کلام خدا کا کلام ہو جاتا ہے۔ ایسے آدمی کو ساکار پر میشر کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک چوبیس آدمی ایسے ہوئے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا آدمی اوناٹھ اور سب سے آخری مہاویر ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو زرگن یعنی بلا صفت مانتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ میں کوئی قدرت نہیں ہے۔ بلکہ وہ معطل ہے۔ ان لوگوں کے خیال میں

عورت کی اس وقت نجات نہیں ہوتی جب تک وہ مرد کے جنم میں نہ آجائے۔ ان میں بعض لوگ ثواب کی خاطر غذا ترک کر کے مرجاتے ہیں۔ اس عمل کو سنہارا کہتے ہیں۔ برہمن اس فرقے سے اتنے متنفر ہیں کہ وہ اس فرقہ کے لوگوں کے سامنے آنے سے شیرباہی کے منہ میں جانا بہتر سمجھتے ہیں (غالبا" مراد جینیوں سے ہے) دوسرا بودھ شاستر ہے۔ یہ بدھ کا مرتبہ ہے جو بہار کے علاقہ کے حاکم راجہ سدھارتھ کا بیٹا تھا اس کی ماں کانام مایا تھا۔ اس شاستر کا نام شک من ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ شک من ناف سے پیدا ہوا ہے۔ برہمنوں کے نزدیک بدھ دس اوتاروں میں نواں اوتار ہے (غالبا" یہ بدھ مت کا بیان ہے) اس مذہب والے خدا کو خالق نہیں مانتے۔ یہ لوگ دنیا کی ابتدا اور انتہا پر بھی یقین نہیں رکھتے ان کا کہنا ہے کہ دنیا ہر لمحہ فنا ہوتی ہے اور ہر لمحہ پیدا ہوتی ہے۔ یہ لوگ نہادھویا بہت کرتے ہیں۔ مردار کو کھالیتے ہیں کیوں کہ یہ خدا کا مارا ہوا ہے۔ لیکن خود کسی جاندار کو نہیں مارتے۔ زمین سے گھاس تک نہیں اکھاڑتے۔ عورتوں سے ہم بستری کو اچھا نہیں سمجھتے۔ تیسرا مذہب گرونانک کا مرتبہ ہے۔ اس مذہب والے بسوائے عناصر (Elements) کے کسی چیز کو موجود نہیں مانتے ان کا کہنا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے وہ عناصر کا کھیل ہے۔ ان کے نزدیک جو چیز حواس سے معلوم ہو۔ بس وہی موجود ہے۔ (گویا الہام یا وحی پر یقین نہیں رکھتے) معقولات پر بھی یقین نہیں رکھتے اور نہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ بہشت اور دوزخ کے ہونے سے انکار کرتے ہیں ان کے نزدیک بہشت یہ ہے کہ آدمی کی خواہشات پوری ہوتی رہیں اور دوزخ یہ ہے کہ آدمی کسی کا محکوم ہو جائے۔ ان کے خیال میں زندگی کا ماحصل عیش و کامرانی ہے۔ (غالبا" مراد سکھوں کے مذہب سے ہے۔)

حواشی

۱۔ کہتے ہیں کہ بیس بیس سال ان تینوں کی حکومت رہتی ہے۔ برہما کے بیس سال، میں کثرت پیدائش، بش کے بیس سال میں کثرت پرورش اور شو کی بیسی میں موت کی کثرت ہوتی ہے۔

۲۔ بیدانت کے برخلاف ان کے یہاں وسیلہ نجات صرف علم ہے۔

۳۔ مصنف کتب نے خود یہ واضح کیا ہے کہ ان کا بیان دراز ہے اور ان کا سمجھنا مشکل ہے۔ لہذا صرف نام دیئے ہیں۔

فصل ہشتم

دعوت کے بارے میں

دعوت سے مراد یہ ہے کہ جو مسلمان نہ ہو ان کو اسلام کی طرف بلایا جائے ان سے کہا جائے کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر برحق ہیں۔ وہ خاتم الانبیاء ہیں جو شخص ان کے دین کو اختیار کرے گا وہ اللہ کی لمان میں آجاوے گا اور جو نہ مانے گا وہ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جائے گا لہذا اگر کوئی دین اسلام قبول کرنا چاہے تو سب سے پہلے اس کو تلقین کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود اور حاکم اور مالک نہیں ہے۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے ہیں۔ پھر اس کو ایمان کی صفات بتلائی جائیں اور مستحب ہے کہ پھر اس کو غسل کرنے کو کہا جائے اور اس کے بعد کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہلوایا جائے جو شخص مسلمان ہو جائے اس کی خاطر داری کی جائے۔ اللہ کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہے۔ بقول شیخ سعدی:

بمجد اللہ آنکس کہ مسلمان شدہ
اگرچہ گدا بود سلطان شدہ

(اللہ کا شکر ہے کہ جو شخص مسلمان ہو جاتا ہے اگرچہ وہ گدا ہو بادشاہ ہو جاتا ہے)۔
ہندو کسی دوسرے شخص کو اگر وہ ان کا دین قبول کر لیتا ہے اپنے سراج میں شامل نہیں

کرتے بلکہ ان کے یہاں جو چار قومیں (برہمن، کھتری، میش، شودر) وہ ایک دوسرے سے اتنے الگ ہیں کہ کسی صورت میں بھی ایک قوم کافر دوسری قوم میں شامل نہیں ہو سکتا۔ لہذا ہندوؤں کو اسلام کی دعوت دیتے وقت ان سے دو سوال کئے جائیں۔

پہلا سوال: یہ ہو کہ کیا تمہارا دین خدا کی طرف سے ہے؟ اگر وہ جواب میں یہ کہیں کہ خدا کی طرف سے نہیں۔ تو ان سے یہ کہا جائے کہ ایسے دین کو جو خدا کی طرف سے نہ ہو برحق نہیں کہا جاسکتا۔ لہذا اس دین کو ترک کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ اگر ہندو یہ کہیں کہ ان کا دین خدا کی طرف سے ہے تو ان سے یہ کہا جائے کہ خدا تو سارے جہان کا خدا ہے اس کی رحمت تو عام ہوتی ہے لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی رحمت صرف ہندوؤں تک محدود ہو اور کوئی اور اس میں داخل تک نہ ہو سکے۔ اس کے برعکس اسلام جو اللہ کی طرف سے ہے۔ اس میں ہر شخص خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی خواہ مجوسی خواہ آگ کا پرستار خواہ ہندو خواہ جینی خواہ بدھ ہو خواہ سکھ ہو خواہ برہمن ہو خواہ شودر، کلمہ پڑھتے ہی مسلمانوں میں شامل ہو جاتا ہے اور اس کے وہی حقوق ہو جاتے ہیں جو اور کسی بھی دوسرے مسلمان کے ہوتے ہیں۔ اسلام میں نہ نسل کی اہمیت ہے نہ رنگ کی نہ قوم کی۔ اس دین (ہندومت) کو کس طرح کامل کہا جاسکتا ہے جس میں کوئی دوسرا داخل نہ ہو سکے بلکہ خود ان میں یہ امتیاز ہے کہ سوائے برہمنوں کے کسی اور کو کبھی (نجات) حاصل نہیں ہوگی۔

دوسرا سوال: یہ ہو سکتا ہے کہ کیا تمہارے (ہندوؤں کے) نزدیک اسلام خدا کی طرف سے ہے؟ اگر وہ کہیں کہ اسلام خدا کی طرف سے ہے تو ان سے کہا جائے کہ ہمارے دین (اسلام) کے مطابق جو شخص اسلام قبول نہ کرے گا وہ دوزخی ہوگا لہذا تم (ہندوؤں) کو چاہئے کہ مسلمان ہو جائیں کیونکہ جو دین خدا کی طرف سے ہو اس کو ضرور قبول کرنا چاہئے ورنہ خدا کا غضب ان پر نازل ہوگا۔ اگر وہ یہ جواب دیں کہ اسلام خدا کی طرف سے نہیں ہے تو ان (ہندوؤں سے) دریافت کیا جائے کہ اگر (معاذ اللہ) مسلمانوں کا دین خدا کی طرف سے

نہیں ہے تو پھر وہ (مسلمان) کیا کریں تاکہ ان کو نجات مل سکے۔ یہ بھی دریافت کیا جائے کہ آیا ان کے (ہندوؤں کے) یہاں ہمارے لئے (جو ہندو نہ ہوں) کوئی طریق عبادت ہے؟ اگر وہ جواب دیں کہ ”ہے“ تو ان سے یہ دریافت کیا جائے کہ پھر وہ مسلمانوں کو اپنے دین میں کیوں شامل نہیں کرتے۔ اگر وہ (ہندو) یہ جواب دیں کہ کوئی طریقہ عبادت نہیں ہے تو ان (ہندوؤں) سے یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ مسلمان کیا کریں کیوں کہ تم (ہندو) ہمارے دین کو خدا کی طرف سے تسلیم نہیں کرتے اور تمہارے (ہندوؤں کے) دین میں ہماری کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تو کیا خدا نے ہم مسلمانوں کو بے کار پیدا کیا۔ اس کا جواب ان سے لیا جائے۔

دوسرا سوال: جس زمانے میں میں نے (مصنف - نے) خود مسلمان ہو جانا ظاہر نہیں کیا تھا۔ دیگر احباب سے دین اسلام کے متعلق گفتگو ہوتی رہتی تھی اور میرے ایماء پر چند احباب درپردہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن وہ بھی میری طرح اپنا اسلام لانا چھپاتے تھے۔ اس زمانے میں بہت سے ہندو پنڈتوں سے گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ایک دن ایک ہندو پنڈت کہنے لگا کہ اگر فلاں پنڈت اسلام قبول کر لے تو وہ بھی اسلام قبول کر لے گا۔ یہ دوسرا پنڈت ایک اور شہر میں تھا۔ وہاں سے اس کو بلایا گیا۔ یہ پنڈت چھ شاستروں پر عبور رکھتا تھا۔ اس سے مباحثہ شروع ہو گیا۔ یہ مباحثہ پندرہ دن جاری رہا لیکن اس پنڈت کو میرا (مصنف کتاب) کا مسلمان ہو جانا معلوم نہ تھا۔ اس کو یہ گمان تھا کہ میں یوں ہی اس موضوع پر گفتگو کر رہا ہوں۔ ایک دن مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوا یعنی اللہ نے میری دل میں ایک تقریر کا مضمون ڈالا اور میں نے پنڈت جی سے سوال کیا کہ ”اگر مسلمان اپنے دین و طریقہ پر قائم رہیں تو کیا ان کی مکت (نجات) ہوگی یا نہیں؟“ پنڈت جی نے جواب دیا ”کیوں نہیں ہوگی پھر میں نے پوچھا ”مسلمانوں کا دین حق ہے یا نہیں“ پنڈت جی نے جواب دیا ”ان کا دین ان کے لئے حق ہے“ پھر میں نے دریافت کیا ”مسلمانوں کے دین کی اصل قرآن پاک ہے تو قرآن پاک سچی کتاب ہے یا نہیں؟“ پنڈت جی بولے ”ہاں قرآن پاک سچا ہے“ اس پر میں

نے کہا کہ قرآن پاک میں آتا ہے۔

”ومن یتبع غیر الاسلام دینا“ فلن یقبل منه وهو فی الآخرہ
من الخسرین۔ (۸۵)

ترجمہ: اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سوا اس سے ہرگز
قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہے۔“

یہ آیت پڑھ کر اور اس کا مطلب بتلا کر میں نے کہا کہ تم نے یہ اقرار کیا تھا
کہ قرآن پاک سچی کتاب ہے سو قرآن پاک تو یہ کہتا ہے کہ اللہ پاک کو اسلام کے
علاوہ کوئی اور دین قابل قبول نہیں لہذا اب تم فوراً مسلمان ہو جاؤ اور اپنے دین
سے توبہ کرو میری یہ دلیل سن کر پنڈت جی بولے ”اگر قرآن پاک میں یہ لکھا ہے
تو قرآن پاک سچا نہیں ہے۔“ اس جواب پر میں نے پنڈت جی سے کہا کہ تمہارے
خیال میں قرآن پاک سچا نہیں ہے اور مسلمان کو ان کے دین میں نجات بھی نہیں
ملے گی تو پھر میں تم سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ اگر (معاذ اللہ) مسلمان یہ خواہش
کریں کہ تم ان کو (مسلمانوں کو) اپنے دین میں شامل کر لو اور ان کے لئے عبادت
کا کوئی طریقہ بتلاؤ جس سے وہ مکت (نجات) حاصل کریں۔ اور آیا تمہارے کسی
شاستر میں کوئی طریقہ عبادت لکھا ہے یا نہیں؟ ابھی میں نے پنڈت جی کے اس
جواب پر مزید کچھ نہیں کہا تھا کہ وہ دوسرا شخص جس کے ایماء پر پنڈت جی کو بلوایا
گیا تھا از خود بولا ”واہ پنڈت جی مسلمانوں کے لئے مکت (نجات) ان کے اپنے دین
میں بھی نہ ہو اور تم بھی ان کے لئے کوئی طریقہ عبادت نہیں بتلاتے ہو تو اب وہ
بے چارے کہاں جائیں، کس طرح اپنے اللہ کی عبادت کریں۔ دیکھئے اس کے
برخلاف مسلمان تو یہ کہتے ہیں کہ تم یعنی ہندو ان کے دین میں داخل ہو جاؤ تو
تمہاری نجات ہو جائے گی۔ تو کیا خدا نے ان کو یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور وہ

کس طرح مکت (نجات) حاصل کریں اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت جی تمہارا ہی دین جھوٹا ہے۔“ چنانچہ یہ بحث اس بات پر ختم ہو گئی اور وہ شخص جس کی خواہش پر یہ مناظرہ ہوا تھا درپردہ مسلمان ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک

مندرجہ بالا گفتگو کے علاوہ بعض ہندو افراد سے جب اسلام کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ان کا دین اجل (روشن) ہے جب کہ تمہارا (مسلمانوں کا) دین گھور یعنی میلا ہے۔ اس میں وہ کہتے آویں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اجل دین تو اسلام ہے جس میں توحید بھری ہوئی ہے اور گھور دین تو ہندوؤں کا ہے جو شرک سے بھرا ہوا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس میں گوہر کا کھانا اور پیشاب پینا روا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس میں اعضائے تناسل کی پوجا کرنا اور دوسرے بے حیائی کے کام درست ہیں بلکہ ثواب کے کام سمجھے جاتے ہیں اور ایسا دین اجل کہاں رہا (اس کتاب میں ہندوؤں کے دین کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے کیا اس کی بنیاد پر اس کو اجل کہا جاسکتا ہے۔) بعض ہندو یہ کہا کرتے ہیں کہ اگرچہ مسلمانوں کا دین عقل و فہم کے اعتبار سے غالب ہے لیکن ہماری (ہندوؤں کی) پوتھی (گیتا) میں لکھا ہے کہ اپنا دین اگرچہ رائی کے برابر ہو اور دوسرا دین پہاڑ کے برابر ہو جب بھی اپنا دین نہ چھوڑنا چاہئے۔ اس بات کا یہ جواب ہے کہ جب کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا دین باطل ہے تو پھر اس پر قائم رہنا محض حماقت ہے۔ اور یہ بات ایسی ہے کہ اگر یہ واقعی گیتا میں لکھا ہے تو گیتا بھی باطل کتاب ہے کیوں کہ اس میں ایسی کم فہمی کی بات لکھی ہے کیونکہ جس شخص کو یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ زہر کھا رہا ہے اور اس کے باوجود وہ اس زہر کو کھاتا رہے تو وہ شخص یقیناً ہلاک ہو جاوے گا دین یا دھرم تو وہی ہے جو حق ہو ناحق کو دین کہنا کہاں تک درست ہے۔

حکایت:

ایک روز میں (مصنف کتاب) اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا علاؤ الدین صاحب رحمہ اللہ سے دین کے متعلق گفتگو کر رہا تھا اس وقت میرے ایک دوست موجود تھے۔ میں نے حضرت ممدوح سے عرض کیا کہ اگر آپ کو یہ یقین کامل ہو جائے کہ ہمارا دین اسلام باطل ہے تو آپ اس دین یعنی اسلام کو چھوڑیں گے یا نہیں؟ حضرت نے جواب دیا کہ اگر بالفرض محال ایسا ہو جائے تو اگر ہم اس دین کو نہ چھوڑیں تو اللہ کی لعنت ہم پر نازل ہوگی۔ دوسرے دن میرے اس دوست کے سامنے سابق پنڈت جی سے گفتگو ہونے لگی۔ میں نے پنڈت جی سے کہا کہ اگر تم کو یہ یقین ہو جائے کہ ہندو دھرم باطل ہے تو کیا تم اس دین کو چھوڑو گے یا نہیں؟ پنڈت جی بولے ”ہرگز نہیں“ میں تو ابھی خاموش تھا کہ میرے یہ دوست بولے کہ پنڈت جی! یہ کیا انصاف کی بات ہے کہ باوجود اس کے کہ ایک دین کو باطل بھی سمجھا جائے اور پھر اس کو چھوڑا بھی نہ جائے۔ ایسی بے انصافی کی بات مسلمان تو نہیں کہتے جیسی کہ تم (پنڈت جی) کہتے ہو چنانچہ چند دن کے بعد میرا یہ دوست بھی مسلمان ہو گیا مگر اپنا ایمان پردہ میں رکھا۔ الحمد للہ علی ذالک بعض ہندو یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا دین یعنی اسلام بہت اچھا ہے کہ ان کے یہاں صرف ایک رب یعنی معبود ہے جب کہ ہندو دھرم میں ہزاروں معبود ہیں لیکن ایسے لوگ صرف اپنے بڑوں کی تقلید میں دین اسلام اختیار نہیں کرتے اسی طرح بعض ہندو یہ کہتے ہیں کہ اگر خدا کو ہمارا مسلمان ہونا منظور ہوتا تو ہم کو ہندوؤں کے گھر کیوں پیدا کرتا؟ مسلمانوں کے گھر پیدا کرتا۔ ہم تو پیدا ہی ہندو

ہوئے ہیں لہذا ہم خود خدا کی پیدائش کو کس طرح بدل دیں گے۔ اس کا جواب بہت صاف ہے وہ یہ کہ یہ ضروری نہیں جو شخص جس قوم میں پیدا ہوا ہو وہ اسی قوم کے چال و چلن پر رہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ اپنی عقل و فہم کے اعتبار سے دین حق کی تلاش کرے اور جو دین اللہ کی طرف سے ہو اس کو اختیار کرے۔ اس وجہ سے ہمارے دین یعنی اسلام میں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جب اس کو شعور ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے دین کے حق ہونے کی دلیلیں دریافت کرے صرف باپ دادا کی تقلید پر نہ رہے۔ لہذا کوئی ہندو کے گھر میں پیدا ہوا ہے تو اس پر یہ لازمی نہیں ہے کہ وہ ہندو رہے۔ جیسے ہی اس کو شعور آئے یا جب بھی عقل آئے تو دین حق کی تلاش کرے اور مسلمان ہو جائے تاکہ اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ اور پیدائش مسلمانوں سے زیادہ ہو کیوں کہ اس نے اپنے باپ دادا کا مذہب باطل چھوڑ کر جو ان مردی کا ثبوت دیا ہے۔ اس لئے وہ زیادہ ثواب کا حق دار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمت الی النور“

ترجمہ: اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی

طرف: (۲/۲۵۷)

ہندوؤں کی طرف سے یہ دلیل کہ ہم اول سے ہی ہندو پیدا ہوئے ہیں غلط ہے۔ کیوں کہ جو یہ کہتا ہے اس سے یہ پوچھا جائے کہ جس دن وہ پیدا ہوا اس دن اس پر کون سی نشانی ایسی تھی جس کی بنیاد پر اسے ہندو کہا جائے۔ نہ وہ رام پکھن سے واقف تھا، نہ برہما اور بڑش سے، نہ اس کے گلے میں زنار تھا اور نہ وہ سندھیا (ہندوؤں کی عبادت) سے واقف تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ولادت کے بعد ہی آدمی ہندو ہو جاتا ہے یا مسلمان۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

”ہر پچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنالیتے ہیں یا نصرانی۔ مفہوم“

بعض ہندو یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی پیدائش کو کس طرح بدل ڈالیں اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ جناب پیغمبر ﷺ کی متابعت اختیار کرنے سے خدا کی پیدائش میں تغیر لازم نہیں آتا ہے بلکہ یہ تو اللہ کی عین مرضی ہے۔ مثلاً ”کوئی بادشاہ اپنی ایک فوج کو ایک قلعہ میں رکھ کر اس کی پرورش کرے پھر وہ بادشاہ کسی وقت اپنے معتمد کی زبانی اس فوج کو کہلا بھیجے اور ساتھ ہی اپنا فرمان بھی اس کے ہاتھ بھیجے اور صاف حکم دے کہ اس قلعہ سے نکل کر فلاں شہر میں جاؤ اور اس معتمد کی تابعداری کرو تاکہ ہم (بادشاہ) تم پر مہربان ہوں اور تم کو بہت سہولتیں عطا کریں۔ ایسی صورت میں اگر اس فوج کے لوگ یہ کہنے لگیں کہ ہم کو بادشاہ نے جس قلعہ میں اول دن سے رکھا ہے ہم تو اس قلعہ میں ہی رہیں گے۔ اور اگر بادشاہ کو ہمارا فلاں شہر میں رکھنا منظور ہوتا تو ہم کو اول دن ہی سے اس میں رکھتا اور اگر ہم اس قلعہ کو چھوڑیں گے تو بادشاہ کے حکم میں تغیر ہو جائے گا۔ تو اس فوج کے لوگوں کو سننے والے سب بے وقوف سمجھیں گے کہ بادشاہ کے حکم کی بجا آوری کو حکم میں تغیر سمجھتے ہیں لہذا بادشاہ کے قہر میں گرفتار ہوں گے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے ہندوؤں کو ”اولاً“ ہندوؤں کے گھر پیدا کیا۔ جب تم نے تربیت پاکر عقل سنبھالی تو تم کو (ہندوؤں کو) اپنے معتمد یعنی پیغمبر ﷺ کے ذریعہ اپنا پیغام بھیجا اور اپنے فرمان عالی شان یعنی قرآن شریف کے ذریعہ کہلوایا کہ اپنے باپ دادا کے طریقوں کو چھوڑ دو اور دین اسلام اختیار کرلو تاکہ تم بہشت میں رہو اور وہ (اللہ) تم سے خوش رہے۔ اس صورت میں اگر ہندو مسلمان ہونے کو خدا کی پیدائش کا تغیر سمجھیں تو نہایت افسوس کی بات ہے اگر یہی دلیل آگے بڑھائی

جائے تو جو کئی کسی مفلس کے گھر پیدا ہوتا تو اس کو دولت مند بننا حرام ہو جاتا کیونکہ اس کے باپ دادا مفلس تھے۔ اسی طرح جس کے باپ، دادا اندھے ہوتے وہ باپ دادا کی تقلید میں کس طرح بیٹا (دیکھنے والے) رہ سکتا۔ ظاہر ہے کہ ایسے کاموں یعنی دین کے کاموں میں باپ دادا کی تقلید درست نہیں بلکہ ان امور میں اپنی عقل کو کام میں لانا چاہئے۔ ورنہ تو اگر دادا چور، ظالم اور زنا کار ہوں یا شرابی ہوں تو بیٹے کو بھی ان کی تقلید میں چور، ظالم، زانی اور شرابی ہونا چاہیئے۔ آخر جب ان کاموں میں عقل استعمال کر کے ہی بچا جاسکتا ہے تو دین کے کاموں میں عقل کو کام میں لانا اور بھی ضروری ہے۔ عقل جو ہر چیز سے افضل ہے آخر کس لئے ہے۔ عقل اللہ نے دی ہی اس لیے ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اور حق و باطل میں تمیز کر لے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کر لے۔ اللہ نے ہر ایک کو جدا جدا عقل دی ہے کہ ہر کوئی اپنے دین کی تحقیق کرے اور اگر باپ دادا کا دین اللہ کی مرضی کے مطابق نظر آئے تو اس پر قائم رہے اور اگر اس کے برخلاف ہو تو جلد از جلد اس کو چھوڑ دے حتیٰ کہ خود شاستروں میں لکھا ہے کہ اگر باپ دادا کا مذہب باطل نظر آئے تو اس کو چھوڑنا ضروری ہے۔ جیسا کہ پہلاد نے کیا۔ پہلاد نے اپنے باپ ہرن کسب کا مذہب اس لئے چھوڑا کہ ہرن کسب اپنے آپ کو خدا کہلاتا تھا۔ یعنی ہرن کسب کا مذہب خود پرستی تھا اور پہلاد خدا پرست تھا اسی لیے شاستروں میں پہلاد کی بہت تعریف لکھی ہے۔ اگر ان دونوں کے بارے میں یہ کہا جائے کہ گو ہرن کسب اور پہلاد کا اعتقاد اور چال چلن جدا جدا تھا مگر دین تو دونوں کا ایک ہی تھا۔ اسکے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دین کا بدلنا دراصل اعتقالات اور چال چلن کا ہی بدلنا ہے اور کوئی چیز نہیں بدلتی لہذا جس طرح پہلاد نے اپنے باپ کے برے اعتقادات اور چال چلن کو چھوڑ کر اچھا اعتقاد

اور چال چلن اختیار کیا۔ اسی طرح ہندوؤں کو بھی چاہیے کہ وہ بھی اپنے باپ دادا کے دین کو یعنی اللہ کے سوا اور کی عبادت کو درست جاننا اور برا چال چلن یعنی بت پرستی کرنا چھوڑ کر اللہ کو معبود سمجھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما سمجھیں نماز، روزہ اور دیگر فرائض ادا کریں اگر ہندو یہ کہیں کہ پرہلاد نے اپنے باپ دادا ہرن کسب کا مذہب اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ ہرن کسب نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دیا تھا اور نیا مذہب یعنی خود پرستی اختیار کر لیا تھا گویا پرہلاد کا وہی مذہب تھا جو اس کے بزرگوں کا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ہندوؤں کے کہنے کے مطابق ہرن کسب نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ کر یعنی خدا پرستی کو چھوڑ کر خود پرستی اختیار کر لیا تھا اور پرہلاد نے خود پرستی کو برا سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اسی طرح ہندوؤں نے اپنے باپ دادا کے قدیم مذہب یعنی حضرت آدم (علیہ السلام) اور حضرت نوح (علیہ السلام) کا مذہب یعنی توحید کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کر لی لہذا ہندوؤں کو چاہیے کہ وہ اپنے باپ دادا کا مذہب یعنی بت پرستی کو چھوڑ کر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا مذہب یعنی توحید اختیار کریں اس کے جواب میں اگر ہندو یہ کہیں کہ ہندو تو برہما کی اولاد ہیں (آدم اور نوح کی اولاد نہیں) تو ہندوؤں کا یہ قول غلط ہے کیونکہ اگر ہندو برہما کی اولاد ہوتے تو جس طرح برہما کے چار منہ تھے تو ان کے بھی چار منہ ہونے چاہئیں تھے۔ لیکن ہندوؤں نے شیطان کی تلقین سے خود کو برہما مقرر کیا ہے اور حقیقت میں ہندو ہوں یا مسلمان سب بنی آدم ہیں اور ہندو جو خواہ مخواہ حضرت آدم کی نسل سے باہر ہو کر برہما دیو کی اولاد بنتے ہیں تو اس میں ان کو ایک اور مشکل آوے گی اور وہ یہ کہ برہما دیو نے سارستی کی جو اس کی بیٹی تھی جو رو بنالیا اور ہندوؤں کے یہاں باپ دادا کی تقلید ضروری ہے تو ہندوؤں کو بھی ایسا کرنا چاہیے۔

بعض ہندوؤں نے بھی (مصنف کتاب پر) یہ اعتراض کیا کہ اس نے باپ دادا کا دین چھوڑا تو اس کے باپ دادا بوقوف تھے۔ اس کا جواب مصنف نے اس طرح دیا کہ پہلا دین اپنے باپ ہرن کب کا طریقہ چھوڑا۔ اور اس کے دین چھوڑنے پر شاستروں میں اس کی بہت تعریف لکھی ہے جب کہ ہرن کب کی برائی کی گئی ہے۔ اس نکتہ پر ہندوؤں کے دین پر سخت اعتراض ہوتا ہے۔ معلوم نہیں اس اعتراض کا ہندو کیا جواب دیں گے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ ہندوؤں ہرن کب دیت کو اس واسطے برا کہتے ہیں اور خدا کا دشمن سمجھتے ہیں کہ ہرن کب نے خود کو خدا کہلویا۔ تو ہندوؤں کو اس کا جواب دینا ہو گا کہ وہ رام چندر، پرس رام اور کشن کو بھی دشمن خدا یعنی دشت کیوں نہیں سمجھتے کیوں کہ ان تینوں نے بھی خدا کا بندہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو خدا کہلویا۔ اس لئے ان کی تابعداری بھی غلط ہے۔ بلکہ ہندوؤں کو چاہیے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی متابعت اختیار کریں کیوں کہ انہوں نے خود کو اللہ کا بندہ کہا اور خدا نہیں کہلویا جیسا کہ کلمہ طیبہ سے ظاہر ہے جو یہ ہے۔

”اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدؐ عبدہ ورسولہ“ ”گوواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گوواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں“ (بخاری و مسلم)۔

احادیث نبوی ﷺ کی مستند اور معتبر کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ”میری تعریف میں حد سے مت بڑھو جیسے نصاریٰ (عیسائی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں بڑھ کر ان کو خدا کہنے لگے۔ میں تو اللہ کا بندہ ہی ہوں سو یہی کہو کہ بندہ اس کا اور رسول اس کا“ رسول اللہ ﷺ کا یہ اعلان بغرض احتیاط اس رجحان کو روکنا تھا جس کے تحت دیگر ادیان

میں انسانوں، پتھروں اور درختوں کو خدا بنالیا گیا۔

ہندوؤں کا اعتراض

اندرمن (ہندو پنڈت) نے یہ اعتراض کیا کہ مسلمان میلہ کی تکذیب اور تکفیر کرتے ہیں اور محمد ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں جب کہ دونوں یکساں طور پر کھاتے پیتے تھے، چلتے تھے، سوتے تھے جاگتے تھے۔ اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ یہ صفات انسانی ہیں اور صرف ان صفات کی بنیاد پر کوئی پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ پیغمبر اور نبی وہ ہوتا ہے جو ان صفات کے باوجود اللہ سے بذریعہ وحی تعلق رکھتا ہو۔ ہندوؤں کی طرف سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ رام اور کشن کی متابعت اور پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خدا کے اوتار تھے۔ لیکن ان کا یہ کہنا بھی وزن نہیں رکھتا کیوں کہ رام اور کشن بھی ہرن کسب کی طرح دیگر انسانوں کی طرح تھے یعنی وہ بھی کھاتے پیتے تھے، ان کو بھوک پیاس بھی لگتی تھی حتیٰ کے شاستروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رام چندر کی بیوی کو راون پکڑ کر لے گیا۔ رام چندر کو شدید پریشانی ہوئی اور وہ عاجز ہو کر ہنومان کی مدد سے اس کو چھڑا کر لایا۔ جب کہ کشن کے پیر میں تیر لگا اور وہ زخم کی تکلیف سے مر گیا۔ ان باتوں سے یہ واضح ہے کہ جن کو خدا سمجھ کر پوجتے ہیں ان سب میں انسانی علوت تھیں۔ مختصراً "ہرن کسب" میں بھی یہی صفات تھیں۔ جب صورت یہ ہے تو اس کو (ہرن کسب) کو دشمن خدا کیوں سمجھا جاتا ہے۔

ہولی کے تسوار کی حقیقت

ہندوؤں کے بقول ہرن کسب کی بہن کا نام ہولی تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے

بھیجتے پہلا د کو ہلاک کرے۔ اس نے پھاگن (مارچ) کے مہینہ میں چند روز پہلا د کو راگ رنگ میں مشغول رکھا۔ پھر اپنے اندر سے اس کو جلانے کے لئے آگ نکالی لیکن ہوا یہ کہ وہ خود اس آگ میں جل گئی۔ اب ہندو اس کی یاد میں ہولی کا تہوار مناتے ہیں جس میں ہولی جلائی جاتی ہے، گلے بجانے ہوتے ہیں، تلچ رنگ میں گالی گلوچ ہوتی ہے۔ شراب پی جاتی ہے۔ اور ان تمام کاموں کو ثواب کے کام سمجھتے ہیں۔ یہ ہے ہندو دھرم اس موقع پر ہندو شیعوں کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔ جس میں رسول اکرم ﷺ کے صحابہؓ کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ اس بارے میں علماء کا فیصلہ ہے کہ ایسے لوگ دین اسلام سے خارج ہیں۔

باپ دادا کی پیروی

باپ دادا کی پیروی کے متعلق ہندو یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان بھی بہت سی باتیں خلاف شرع ہونے کے یہ کہہ کر نہیں چھوڑتے کہ یہ کام ان کے باپ دادا کرتے آئے ہیں مثلاً شادی بیاہ میں مختلف رسومات، میت سے متعلق سوئم، چہلم اور مزاروں پر عرس وغیرہ اس اعتراض کے متعلق یہ جواب ہے کہ خود مسلمان بھی ان باتوں کو خلاف شرع سمجھتے ہیں۔

یہ بات بالکل متفقہ ہے کہ جو رسومات باپ دادا کی، استاد یا مولوی کی، پیرو مشد کی حاکم یا بادشاہ کی یا کسی اور کی جو خلاف شرع ہو اس کو چھوڑ دینا چاہیے اور جو ایسا نہیں کرتا اس کو فاسق و فاجر سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دین میں (اسلام میں) صرف جناب پیغمبر ﷺ ایسے ہیں جن سے خطا نہیں ہوئی جب کہ ان کے علاوہ ہر کسی سے خطا ہونا ممکن ہے۔

اسلام میں مختلف مذہب یا مسلک

ہندو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان کلمہ تو پڑھتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا لیکن کہلاتے ہیں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، قادری، چشتی، نقشبندی وغیرہ اور ان بزرگوں کی تقلید کیوں کرتے ہیں جن کے ناموں سے یہ نسبتیں ہیں۔ اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ جو مسلمان یہ کہلاتے ہیں وہ ان بزرگوں کے دین میں نہیں کیونکہ یہ بزرگ تو خود رسول اکرم ﷺ کے دین میں ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ بزرگ قرآن شریف اور حدیث کو عام آدمیوں سے زیادہ اچھے سمجھنے والے ہوئے ہیں۔ ان ہی لوگوں نے ساہا سال کی محنت کے بعد عام آدمی کی سہولت کے لئے مسائل مرتب کیے ہیں۔ سو جس مسلمان کو جس بزرگ سے زیادہ حسن ظن ہوا وہ اسی سے طریق محمدی سیکھنے لگا اور اپنے آپ کو اس کی نسبت سے حنفی، شافعی وغیرہ کہنے لگا۔ ان بزرگوں کے حالات زندگی سے سب واقف ہیں کہ انہوں نے دین کو آسان اور قلیل عمل بنانے کے لئے کتنی محنت کی ہے اور جتنا علم دین کا ان کو تھا عام آدمی تو درکنار خواص کو بھی ہونا مشکل ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی مسلمان خود اتنا قلیل و دلتا ہو کہ وہ قرآن شریف اور احادیث نبوی ﷺ سے مسائل نکال سکتا ہو تو اس پر اس بزرگوں کی تقلید لازم نہیں خود قرآن پاک میں آتا ہے۔

فسئلواہل الذکر ان کنتم لا تعلمون (۴۴/۴)

ترجمہ: سو اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ دیکھو۔

اس کے باوجود اگر ہم یہ گمان کریں کہ فلاں مسئلہ جو ان بزرگوں میں سے کسی امام نے بتلایا ہے وہ قرآن و سنت (احادیث) کے خلاف ہے تو ہم امام کے قول پر ہرگز عمل نہیں کریں گے کیوں کہ اللہ اور رسول ﷺ کے کلام میں غلطی

نہیں ہو سکتی اور ان بزرگوں کی سمجھ میں غلطی کا امکان موجود ہے۔ چوک اور خطا اپنے اختیار میں نہیں۔ ان بزرگوں (اماموں) نے خود کہا ہے۔

اتركوا قولنا بالحدیث

یعنی ہمارا جو قول تم کو حدیث کے خلاف معلوم ہو اس کی متابعت مت کرو اور حدیث پر عمل کرو۔

اس طرح وہ اپنی ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہو گئے اور ذمہ داری خود ہماری ہو گئی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاطِيعُوا أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ
”ترجمہ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم

میں سے ہوں۔“ (۵۹/۴)

اس کے بعد فرمایا

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط

ترجمہ: پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ (۵۹/۴)

غرض ہر صورت میں اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کو مقدم رکھنا ہے۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ذالک خیر ”واحسن تاویلا“ ۵ (۲)

ترجمہ: یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام

بعض لوگوں کو حافظ کے اس شعر پر اعتراض ہوتا ہے

یہ مے سجاد رنگیں کن گرت پیر مغال گوید

اولاً ”دیوان حافظ دین کی کتاب ہی نہیں۔ دوسرے اس سے ظاہری معنی مراد

نہیں۔ تیسرے ہمارے یہاں یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی بزرگ کا کوئی شرعی عبادت خلاف شرع معلوم ہو تو اس کی تاویل کر کے اس کے صحیح معنی کئے جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو اس کو قبول نہیں کرتے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کو کسی نے ان بزرگ سے نسبت کر دیا ہے۔ یہ بات اس سے ثابت ہوتی ہے کہ بہت سی حدیثیں لوگوں نے وضع کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام منسوب کر دی تھیں (ان احادیث کے متعلق بہت چھان بین کی گئی اور گھڑی ہوئی احادیث کا پتہ چلایا گیا۔ بہر حال شرع کے خلاف کسی کے قول کو بھی قبول نہیں کیا جاتا اور جہاں تک شعراء کا تعلق ہے تو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ط (۲۶/۲۲۲)

(یعنی شعروں کی بات پر وہی چلتے جو بے راہ ہیں)

چنانچہ اس زمانہ میں بہت سے اشعار اور عبارتیں ایسی ہیں کہ ظاہر میں ان کے معنی کفر کے ہیں مثلاً

ہم عشق کے بندے ہیں مذہب سے نہیں واقف

گر کعبہ ہوا تو کیا اور بت خانہ ہوا تو کیا

اس طرح کے بہت سے اشعار ہیں جو کہ اکثر لوگ بغیر سوچے پڑھتے رہتے ہیں اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے یا کوئی بتلائے کہ یہ کفر ہے تو وہ یقیناً "ان اشعار کو نہیں پڑھیں گے اور توبہ کر لیں گے۔ اسی طرح کچھ کتابیں ہیں مثلاً "بدر منیر اور بہار دانش۔ ان کتابوں میں بھی بہت سی باتیں قابل اعتراض ہیں جن کی طرف علمائے کرام اسلام توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بہت سی باتیں صوفی بزرگوں کے متعلق مشہور ہو گئی ہیں۔ جن کا نہ سر ہے نہ پیر۔ یہ سب من گھڑت ہیں اور محض

بدنام کرنے کے لیے ہیں۔ مختصر دین اسلام میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مقابلہ میں کسی کے قول و فعل کو سند سمجھنا درست نہیں خواہ وہ پیر ہو یا استاد ہو۔ ایسا شخص جو اللہ اور رسول کے حکم کے مقابلہ میں کسی بھی دوسرے کے حکم کو پسند کرتا ہے وہ کافر اور مرتد اور دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

بعض لوگ بلا سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں کہ ہندو مسلمان میں کیا فرق ہے یہ کہنا شدید جہالت اور بیوقوفی کی بات ہے۔ اس کتاب میں ہندو اور مسلمان میں جو فرق ہے وہ واضح کر دیا گیا ہے۔ جو حق اور ناحق میں تمیز کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔ لیکن اگر اس کے باوجود کوئی ایمان نہیں لاتا تو ہم کو تردد نہ کرنا چاہئے کیوں کہ ہمارا کلام تو صرف حق کو اجاگر کرنا ہے اور خود حق پر قائم رہنا ہے۔

حواشی

۱۔ ایسا کام جس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں عذاب نہیں۔

۲۔ بھارت کے ایک سابق وزیر اعظم نے جو ہندو تھا اس کا اعتراف کیا۔

باب دوم

فصل اول-----نجاست

اسلامی عبادات

اس میں نجاست کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلی نپاکی، دل کی نپاکی ہے۔ دل کی نپاکی کا مطلب یہ ہے کہ اعتقالات اچھے (درست) نہ ہوں۔ اخلاق و عادت اچھے نہ ہوں اور ان سب کے ساتھ ساتھ اس کو گناہ کرتے وقت مطلق جھگ نہ ہو۔ یہ نپاکی سب نپاکیوں سے زیادہ سخت ہے۔ اعتقالات کو درست کرنے کے لئے اعتقالات سے متعلق کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ البتہ اعتقالات کا مختصر بیان اس کتاب کے باب اول میں گزر چکا ہے۔ اس پر اعتقاد جمیلنا کافی ہے۔ اس کے خلاف کسی بات کو درست نہ سمجھنا چاہئے۔ برے اخلاق اور گناہوں سے بچنے کے لئے امام غزالیؒ کی کیمیائے سعادت، اور احیاء العلوم کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ دوسری نپاکی کا تعلق بدن اور کپڑوں سے ہے۔ یہاں پر اسی نپاکی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ نپاکی دو طرح کی ہوتی ہے ایک حقیقی دوسری حکمی۔ نجاست حقیقی یہ ہے جیسے پیشاب پاخانہ لید، گوبر، لمو، پیپ، کتا، سور وغیرہ اگر اس طرح کی نجاست کے لگنے سے کوئی چیز نپاک ہو جاتی ہے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پانی سے مل کر دھو ڈالیں یہاں تک کہ نجاست باقی نہ رہے اور بعض چیزیں مثلاً 'تلوار'، 'تانبے وغیرہ کے برتن'، آئینہ وغیرہ رگڑنے سے بھی پاک ہو جاتی ہیں کیوں کہ ان کا جسم سخت ہوتا ہے۔ مسام دار نہیں ہوتا اس لئے ان میں نجاست

سرائت نہیں کرتی لہذا ان کو دھو کر نچوڑا نہیں جاسکتا۔ جو چیزیں آگ میں جل کر راکھ ہو جاتی ہیں یا نمک میں مل کر نمک ہو جاتی ہیں یا زمین میں مل کر مٹی ہو جاتی ہیں۔ یعنی ان کی ماہیت اور ہیئت تبدیل ہو جاتی ہے تو ایسا ہونے کے بعد وہ چیزیں بھی پاک ہو جاتی ہیں۔ وہ چیزیں جو زمین میں گڑی ہوئی ہوں مثلاً "دیوار یا درخت خشک ہو جانے کے بعد پاک ہو جاتی ہیں اگر نجاست کا اثر باقی نہ رہے۔ نجاست حکمیٰ یہ ہے کہ کسی کی منی شہوت کے ساتھ نکلے یا سوتے میں منی نکلے (احتلام ہو جائے) یا جماع کرے یا اغلام میں مبتلا ہو خواہ منی نکلے یا نہ نکلے اس قسم کی نپاکی کو جنابت کہتے ہیں۔ اسی طرح کسی عورت کے رحم سے حسب علوت خون جاری ہو جائے تو اس کو حیض کہتے ہیں۔ اور اگر کوئی عورت پچہ جنے اور اس کے اندر سے خون نکلے تو اس کو نفاس کہتے ہیں۔ یہ بھی جنابت ہوتی ہے اور اس قسم کی نپاکی سارے جسم کے دھونے سے یعنی غسل سے دور ہوتی ہے۔

حدث کی نپاکی وضو کرنے سے جاتی رہتی ہے۔ نجاست حکمی سے آدمی کا بدن نجس نہیں ہوتا یعنی ایسے مرد یا عورت کا ہاتھ پیر (اعضائے جسمانی) کسی چیز میں ڈالنے سے یا اس کے پینے سے کوئی چیز نپاک نہیں ہوتی لیکن اس پر نجاست کا حکم لگایا جاتا ہے یعنی اس حالت میں نماز پڑھنا اور چند دیگر امور کی انجام دہی منع ہے لیکن مدت کی کچھ قید نہیں ہے جیسے ہی غسل کر لیا یا وضو کر لیا اسی وقت جنابت اور حدث رفع ہو گیا لیکن حیض اور نفاس جب خشک ہوتا ہے جب ہی غسل کیا جاتا ہے اور نپاکی دور ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر حیض دن سے زیادہ اور نفاس چالیس دن سے زیادہ ہو جائے تو اس کو بیماری سمجھا جاتا ہے۔ جس کو استحاضہ کہتے ہیں کیونکہ استحاضہ کا خون رحم سے نہیں آتا۔ استحاضہ کی حالت میں غسل کر کے نماز پڑھنا درست ہے

ہندوؤں کے یہاں نپاکی

ہندوؤں کے یہاں بھی نپاکی دو طرح کی ہوتی ہے ایک حقیقی نپاکی اور دوسری حکمی نپاکی۔ حقیقی نپاکی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے جیسے گو، موت وغیرہ اگر یہ چیزیں کسی کپڑے کو لگ جائیں تو پانی سے دھو لیا جاتا ہے اور اگر بدن کو لگ جائیں تو مٹی لگا کر پانی سے دھو لیا جاتا ہے۔ دوسری قسم نپاکی کی یہ ہے کہ ہندو کا منہ جو کانسی کے برتن کو لگ جاوے تو راکھ مل کر دھو لیتے ہیں اور اگر چاندی یا سونے کے برتن کو لگ جاتا ہے تو صرف پانی سے دھو لیتا ہی کافی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سونے کا برتن ہوا سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر کسی غیر قوم کا منہ ان کے برتن کو لگ جاتا ہے تو آگ اور مٹی دونوں کو لگا کر دھوتے ہیں۔ خیال کیجئے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور خود ہندو اس کو زنار الہیتی (یعنی خدا کا جسم) کہتے ہیں اس کا منہ جس سے وہ کھانا کھاتا ہے۔ جس سے وہ اللہ کا نام لیتا ہے اس کو نپاک سمجھا جائے کس قدر تعجب کی بات ہے جب کے گھوڑے کا منہ اور گائے کا گوبر اور پیشاب جیسی چیزوں کو پاک سمجھا جائے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ کپڑا جب جسم سے اترتا ہے تو نپاک سمجھا جاتا ہے یعنی اس کو پاک کیے بغیر اس کپڑے کو پہن کر عبادت کرنی درست نہیں سمجھتے۔ ایسے کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کپڑا اگر سفید ہو اور سوت کا بنا ہو تو پانی میں دھوتے ہیں اور اگر کپڑا رنگ دار ہے تو اس کو پانی کا چھینٹا دے کر پاک کر لیتے ہیں جب ریٹھی کپڑا ہوا لگنے یا سورج کے سامنے ہونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ اگر زمین کو پاک کرنا ہو تو گائے کا گوبر یا صرف پانی مل کر زمین کو پاک جانتے ہیں۔ اگر کوئی شخص جائے

ضرورت (پاخاند) سے باہر آتا ہے تو اس کے لیے شاستروں میں یہ لکھا ہے کہ وہ اول بائیں ہاتھ کی سیدھی طرف کی انگلیاں دس بار مٹی اور پانی سے دھوئے اور پھر اسی ہاتھ کی پٹھ دس بار اسی طرح دھوئے اور پھر دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملا کر سات بار مٹی اور پانی سے دھوئے۔ پھر بارہ کلیاں کرے تب وہ شخص پاک سمجھا جائے گا۔ ہندوؤں کے یہاں نجاست حکمی یہ ہے کہ جب کوئی شخص رات کو سو کر صبح کو ناپاک اٹھے تو جب تک غسل نہ کرے عبادت نہ کرے اور نہ کھانا کھاوے۔ اور اگر آسن (عبادت گاہ) کی جگہ سے اٹھ کر کسی اور جگہ چلا جائے تو وہ ناپاک خیال کیا جاوے گا اور اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ دوبارہ ہاتھ پاؤں دھوئے، کلی کرے تب وہ عبادت کرے۔ حیض کی صورت میں عورت کا تمام بدن ناپاک تصور کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سوکھا ہاتھ بھی کپڑوں اور بدن کو لگنے نہیں دیتے۔ ایسی عورت چھ دن بعد غسل کرے تب پاک خیال کی جاوے گی۔ حیرت ہوتی ہے کہ خون کا اخراج تو ایک جگہ سے ہوتا ہے باقی بدن کس طرح ناپاک ہو جاتا ہے اسی طرح ولادت کے موقع پر عورت کا تمام بدن ناپاک تصور کیا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کی قوم کے سب مرد اور عورتیں ناپاک تصور کی جاتی ہیں۔ اس ناپاکی میں اس عورت کی قوم کے وہ لوگ بھی شمار ہوتے ہیں جو کسی اور شہر میں ہوں یا سفر میں ہوں اور ان کو ولادت کی اطلاع مل جائے۔ اس ناپاکی کا نام سوتک ہے۔ جو عورت بچہ جنتی ہے اس کا بدن چالیس دن کے بعد پاک ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ وہ اپنے سر کو گائے کے گوبر اور پیشاب سے دھوئے اور گائے کا گوبر اور پیشاب پیوے اور غسل کرے۔ اس عورت کی قوم کے لوگ اس طرح پاک ہوتے ہیں کہ وہ اگر برہمن ہوں تو گیارہ دن بعد پاک سمجھے جاتے ہیں ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ زنا ر بدلیں گنگا جل پئیں۔ اور اگر گوہ موت پئیں تو

بہت زیادہ پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر اس عورت کی قوم کھتری ہے تو ان کو وہی سب کام کرنے پڑتے ہیں جو برہمنوں کے لئے ضروری ہیں لیکن ان کے لئے مدت تیرہ دن ہے۔ ویش یعنی بیویوں کے لیے یہ مدت پندرہ دن ہے اور شودروں کے لئے تیس دن ہے۔ سوتک کے دوراں استعمال ہونے والے برتن اگر وہ مٹی کے ہوں تو پھینک دے جاتے ہیں۔ غور کیجیے یہ کتنی دلچسپ بات ہے کہ بچہ تو جنانہ عورت نے مگر ساری قوم نپاک ہو گئی اور نپاکی کی مدت میں بھی برہمن، بیش، کھتری، اور شودر کی تفریق ہے یعنی نپاکی کا تعلق ذات سے ہے بدن سے نہیں۔ اگر کسی قوم میں موت واقع ہو جائے تو بھی ساری قوم نپاک ہو جاتی ہے۔ اور یہ نپاکی پانتک کہلاتی ہے۔ اس نپاکی کے احکام میں بھی سوتک کی طرح معمولی سا فرق ہے۔ جنازے کے ساتھ جتنے آدمی (دوسری قوم کے بھی) جاتے ہیں وہ بھی نپاک ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے غسل کرنا اور کپڑوں کا پاک کرنا ضروری ہے۔ ایک نپاکی اور ہے وہ یہ کہ اگر کسی کے بدن کو چھار، جوہڑے یا حائفہ یا نفاس والی یا گناہ کبیرہ کے مرتکب کا کوئی عضو چھو جائے تو اس کا بدن کپڑوں سمیت نپاک ہو جاتا ہے۔ یہی حکم مردہ کتا، گدھا، بلی، کوا اور خواجہ سرا (مخنث) کے لئے ہے۔ اس نپاکی کو دور کرنے کے لئے کپڑوں سمیت نہانا ضروری ہے۔ نپاکی کی اس صورت کو سمجھنے کے لئے عقل کام نہیں کرتی۔ اس سے زیادہ دلچسپ نپاکی یہ ہے کہ جب کوئی ہندو کھانا کھاتا ہے تو شاستر کے حکم کے مطابق زمین کو گوبر وغیرہ سے نپاک کر کے دھوتی کے سوا اور کپڑوں کو اتار کے کھانا کھاتا ہے۔ پھر اگر اس کھانے کے دوران سگا بھائی بھی باہر سے آجائے اس کے چونکے میں کپڑوں سمیت داخل ہو جائے تو اس کا چونکا ہر سٹ (نپاک) ہو جاتا ہے اور وہ کھانا اس کے لیے درست نہیں رہتا۔ کپڑے اس طرح اتار کر کھانا کھانے میں کیا حکمت ہے ہندو ہی سمجھ

سکتے ہیں۔ صرف دھوتی کو جسم پر رہنے دینا اور بھی تعجب خیز ہے کیوں کہ دھوتی جو جسم کے زیریں حصہ پر ہوتی ہے اس پر پیشاب یا اور ناپاک چیزوں کا چھینٹا پڑنے کا زیادہ امکان ہے۔

حواشی

۱۔ تفصیلی مسائل فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

۲۔ ہندوؤں کے یہاں نفاس کی مدت دس دن ہے مگر رواج چالیس دن کا ہے۔

۳۔ ہندوؤں نے یہ اعتراض کیا کہ مسلمان کے یہاں تین دن تک اہل میت کا کھانا کھاتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ میت کے گھر کھانا بھیجنا مناسب سمجھا جاتا ہے کیونکہ میت کے گھر والے غم و اندوہ کی صورت کھانے پکانے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ رہا میت کے گھر کھانا تو یہ رواج قاتل مذمت سمجھا جاتا ہے۔

نوٹ: ہندوؤں کے یہاں ریٹھ، تھوک، آنکھ کا میل، پینہ وغیرہ ناپاک ہیں اسی طرح گرد و غبار بھی۔ اسلام میں ایسا نہیں ہے۔

نوٹ: ہندوؤں کے یہاں خواجہ سرا (خنث) دھوبی، لمبی گیر، رنگ ریز، چمڑا رنگنے والے، تیلی وغیرہ ناپاک (پلید) ہیں۔ اگر ان کے بدن سے بدن کا کوئی حصہ چھو جائے تو ناپاک ہو جاتے ہیں اور اس ناپاکی کو دور کرنے کے طریقے جدا جدا ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک ڈاڑھی کے بال بھی موئے (پٹم) کا حکم رکھتے ہیں اور اس کے لئے ان کا منڈوانا لازمی ہے۔

فصل دوم

نماز

اسلام میں ہر مسلمان مرد اور عورت پر رات دن میں پانچ وقت جو عبادات فرض ہے اس کو صلوٰہ یا نماز کہتے ہیں۔ یہ عبادت ایسی ہے کہ جس میں انسان کا دل، زبان اور تمام بدن اللہ ہی کی تعظیم میں مصروف ہو جاتا ہے۔ نماز ادا کرتے وقت ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ الفاظ کے معانی سمجھ کر اللہ کی تعظیم دل میں جگہ پکڑتی ہے اور عذاب سے ڈرتے ہوئے رحمت کا امیدوار ہو جاتا ہے۔ زبان سے اللہ کی بزرگی اور تعریف کے ساتھ اپنی بندگی اور بے چارگی بیان کر کے اللہ سے دعا مانگتا ہے۔ بدن سے اللہ کی تعظیم میں جھک کر رکوع کرتا ہے پھر ناک اور ماتھا جو سارے جسم سے اونچا ہے اللہ کی تعظیم میں زمین پر رکھ دیتا ہے اور اس کے بعد اللہ ہی کی تعظیم میں دو زانو بیٹھ جاتا ہے۔ دیکھیے نماز میں کتنے کام تعظیم کے جمع ہیں۔ اسلام میں ان کاموں میں سے کوئی ایک کام بھی ایسا نہیں جو اللہ کے سوا کسی اور کی تعظیم کے لئے روا ہو۔ نماز بیماری میں بھی فرض ہے اور مریض کی کیفیت کے اعتبار سے اس کی ادائیگی بتلائی گئی ہے۔

ہندوؤں کے یہاں دن رات میں جو عبادت فرض ہے اس کو سندھیا کہتے ہیں اس کے تین وقت مقرر ہیں پرات کال (صبح کا وقت) مدیان (دن کے بچ) سیامن کال (شام کا وقت)۔ سندھیا میں دل سے تو برہما، بشن اور ملایو کی تعظیم میں

مصروف رہنا ہوتا ہے یعنی آنکھیں اور ناک بند کر کے ان کی صورت کا دھیان اس طرح کرنا ہوتا ہے کہ بدن کی تصویر کو اپنی ناف میں اس طرح خیال کی جائے کہ اس کا رنگ سیاہ ہے، چار ہاتھ ہیں، ایک ہاتھ میں سٹکھ لئے ہوئے ہے ایک ہاتھ میں گرز۔ برہما کی صورت کو اپنے سینہ میں دھیان کرنا ہوتا ہے وہ اس طرح کہ پوشاک سرخ ہے چار منہ ہیں اور کنول کے پھول میں بیٹھا ہے ہمدیو کی صورت کو دماغ میں اس طرح دھیان کرنا ہوتا ہے کہ تین آنکھیں ہیں، پانچ منہ ہیں، پوشاک سفید ہے۔ ماتھے پر ٹیکا لگانا ہوتا ہے اور زبان سے گاتیری کا جپ کرنا ہوتا ہے گاتری کے علاوہ اور منتر بھی پڑھے جاتے ہیں جب کہ بدن سے آفتاب کی تعظیم میں مصروف رہا جاتا ہے۔ صبح کی سندھیا میں مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوتے ہیں اور دونوں ہاتھ بطور دعا کے اٹھاتے ہیں۔ دن کی سندھیا میں چونکہ سورج بلند ہو جاتا ہے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ بلند کرتے ہیں۔ شام کی سندھیا میں مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے ہیں اور دونوں ہاتھ بطور دعا کے اٹھاتے ہیں۔ یہ سندھیا جو ہندوؤں میں سب سے بڑی عبادت ہے۔ اللہ کا نام بھی نہیں لیا جاتا۔ سندھیا کے دوران گاتیری منتر پڑھنا ہندوؤں کے نزدیک بڑے ثواب کا کام ہے بلکہ تمام ہندوؤں کا اتفاق ہے کہ گاتیری سے بڑا کوئی منتر نہیں ہے۔ بلکہ اس کو مول منتر یعنی منتروں کے جڑ کہتے ہیں۔ ہندوؤں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی برہمن اکیلا بیٹھ کر ہزار بار گاتری منتر کا جپ کرے تو وہ گناہ کبیرہ سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے سانپ اپنی کینچلی سے جدا ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ایمان رکھتے ہیں کہ کوئی کام ایسا نہیں ہے جو اس منتر کے طفیل پورا نہ ہو سکے۔ اس منتر سے متعلق اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ برہمہ، بدن، شب، اور بید گاتیری سے ہوئے ہیں۔ موشاستر میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ پنڈت گاتیری کے پڑھنے سے مکت (نجات) حاصل کر لیتا ہے

’چاہے وہ اپنے مذہب کا کوئی اور کام نہ کرے۔ سورج‘ نارائن نے اپ شر میں لکھا ہے کہ جو کوئی سورج کے سامنے بیٹھ کر گاتیری پڑھتا ہے اس کے دل کا خوف جاتا رہتا ہے اور مصیبت دور ہو جاتی ہے۔ اس شخص کا حرام کھانا اور بری صحبت میں بیٹھنا بھی اس کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ اسلندہ پوران میں لکھا ہے کہ بید میں گاتیری سے زیادہ کوئی چیز نہیں اور کوئی منتر اس کے برابر نہیں جیسے کوئی شرکاشی (موجودہ بنارس یا وارانسی) کے برابر نہیں اور گاتیری بید اور برہمنوں کی ملی ہے اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی حفاظت کرتی ہے۔ گاتری منتریہ ہے

”اون‘ بھور‘ بھوہ‘ سوہ‘ تن‘ سب‘ تر برے تیا‘ بھرگودے لیے‘ دیے‘
میے‘ دیے‘ بونونہ‘ پرچودیتے“

ॐ सूव स्वः तत
त्ताव सूव रे रायं अगो वैवस्य धीमही
धियो योनः सची दधात॥

اس منتر کے معنی یہ ہے: گاتیری کی ابتدا میں جو لفظ ہے یعنی اون تو یہ ہر منتر کے شروع میں ہوتا ہے۔ یہ مخفف ہے۔ بشن‘ مہایو اور شکتی دیو کل دو سرا لفظ ہے بھور اس کے معنی ہیں ”زمین“ تیسرا لفظ ہے بھوہ اس کے معنی ہیں خلاء کے۔ سوائے ان چار لفظوں کے باقی جتنی گاتیری کی ہے اس کے معنی ہیں کہ ہم سورج کی بڑی روشنی پر دھیان کرتے ہیں وہ ہمارے دل کی رہنمائی کرے۔ اب دیکھنے کی بات ہے کہ جو منتر اتنا اہم سمجھا جاتا ہے اس کا مضمون کس قدر لچر اور پوچ ہے اور اسی لچر اور پوچ مضمون کو برہمنوں اور کھتریوں کو سکھانا درست نہیں سمجھتے بلکہ

ان کو بھی رازدانہ انداز میں سکھایا جاتا ہے۔ ایسے منتر کا پڑھنا سراسر وقت ضائع کرنا اور اس پر ایمان رکھنا گناہ ہی گناہ ہے۔ ہو سکتا ہے اس مقام پر ہندوؤں کی طرف سے یہ اعتراض ہو کہ مسلمان بھی اللہ کے سوا اور کی نماز پڑھتے ہیں جیسے بعض جاہل کہتے ہیں کہ فرض نماز اللہ کی ہے اور سنت رسول اللہ۔

بعض عورتیں حضرت بی بی فاطمہ کے نام کی نماز پڑھتی ہیں۔ اور بعض لوگ صلوٰۃ الخلوٰۃ یعنی ضرب الاقدام پڑھتے ہیں یعنی گیارہ قدم بغداد کی طرف منہ کر کے چلتے ہیں اور اس میں حضرت پیر صاحب کا نام لیتے ہیں۔ یہ تمام باتیں غلط ہیں اور غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ سنت رسول اللہ سے مراد رسول پاک کی متابعت ہے یعنی جو کام رسول اللہ ﷺ نے خود کیا ہے وہ کام مسلمان بھی کریں تو رسول اللہ ﷺ جو نماز پڑھتے تھے اس میں اتنا فرق ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ فرض نماز ہے اور یہ سنت ہے لہذا جو شخص فرض نماز ادا نہ کرے گا تو دوزخ کے عذاب کا مستحق ہو گا اور اس نماز کے فرض ہونے کا ہی انکار کرے گا تو کافر سمجھا جائے گا۔ جب کہ اگر کوئی سنت نماز ادا نہیں کرتا تو اس کو قیامت کے دن جھڑکی ملے گی اور ملامت ہوگی۔ لہذا سب نماز اللہ ہی کے لئے ہے لیکن اگر کوئی سنت نماز پڑھنے کے دوران یہ سمجھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بندگی کر رہا ہے تو وہ شخص مسلمان ہی نہیں رہتا بلکہ کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز پڑھنے والا بھی مشرک ہے البتہ اگر کوئی نفل نماز پڑھ کر یہ کہے کہ اس کا ثواب حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یا کسی اور بزرگ یا خود اپنی ماں یا باپ کی روح کو بھیج دے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ صلوٰۃ الخلوٰۃ کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں۔ ایک غلط رسم پڑ گئی ہے چنانچہ اس کے متعلق علمائے کرام کے فتاویٰ موجود ہیں کہ یہ حرام ہے۔ مختصراً

اسلام میں اللہ کے سوا کسی کو معبود جاننا اور بیت اللہ کے سوا کسی اور جگہ کو قبلہ
ٹھہرانا درست نہیں ہے۔

فصل سوئم

روزہ

اسلام میں روزہ اس کام کو کہتے ہیں کہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک اللہ کی تعظیم میں نہ کچھ کھائے نہ پیئے، اور نہ جماع کرے اور رات کو حلال روزی میں سے جو ملے وہ کھالے۔ ایک سال میں ایک مہینہ یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھنا فرض ہے جو کوئی رکھے گا ثواب ملے گا اگر نہ رکھے گا تو سخت گناہ گار ہوگا اور جو روزوں کے فرض ہونے سے انکار کرے گا کافر سمجھا جائے گا اور ان فرض روزوں کے علاوہ نفل روزے بھی ہیں جو کوئی رکھے گا ثواب پائے گا اور جو نہ رکھے گا کوئی گناہ نہ ہوگا۔ روزہ بڑی عبادت ہے اور اللہ کے نام کے علاوہ کسی اور نام کا روزہ رکھنا کفر ہے۔ ہندو اپنے معبودوں اور بتوں کے نام کے روزے رکھتے ہیں اس کو برت کہتے ہیں مثلاً ”ہر مہینے کی اکاوشی (گیارہویں تاریخ) کو وشن کا نام کا، چو دس (چودھویں کو) مہادیو کے نام کا، منگل کے دن ہنومان کے نام کا، اتوار کو سورج کے نام کا، ہفتے کے دن سنیچر یعنی زحل کے نام کا، بھادوں کے مہینہ میں جنم اشھی کے دن کرشن کے نام کا برت رکھتے ہیں۔ کاتک کے مہینہ میں لاموس یعنی دیوالی کو بچھی کے نام کا، چیت اور اسوج کے مہینوں میں نوراتوں میں دپوی کے نام کا برت رکھتے ہیں اور بعض ہندو کاکٹس کے نام کا برت رکھتے ہیں۔ اسی طرح ہندو اور معبودوں کے نام کے برت رکھتے ہیں۔ ایک اور خصوصیت یہ

ہے کہ بعض برتوں میں بعض ایسی غذائیں استعمال کرنا حرام سمجھتے ہیں جن کا عام دنوں میں کھانا حلال ہوتا ہے۔ بعض برتوں میں رات اور دن کو بھی کچھ نہیں کھاتے۔ بعض برتوں میں کچھ کھا سکتے ہیں۔ بعض میں بالکل نہیں۔ غرض اللہ کے نام کا برت ہندوؤں کے یہاں نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ہندوؤں کی طرف سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمان بھی بہت سے بزرگوں کے نام کے روزے رکھتے ہیں مثلاً ”مخدوم جمانیاں“ جمنا گشت رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کا یا عورتیں سید سلطان کا یا بی بی مراد کے نام کا روزہ رکھتی ہیں۔ اسلام میں یہ سب روزے قطعی بے معنی ہیں، بے کار ہیں بلکہ ایسا کرنا شدید گناہ ہے۔ جو مسلمان اللہ کے نام کے علاوہ کسی نام کا روزہ رکھے تو وہ مشرک ہے۔

حواشی

۱۔ ہندوؤں کا کیلنڈر علیحدہ ہے۔

۲۔ ہندوؤں کے کیلنڈر کے مہینوں کے نام۔

۳۔ ایک دیوی کا نام۔

۴۔ اللہ کے نام کے روزے رکھ کر اس کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے بشرطیکہ یہ نفلی روزہ ہو۔

فصل چہارم

صدقہ

عبادت کی دو قسمیں ہیں ایک مالی دوسری بدنی۔ مالی وہ ہے جو مال سے ادا ہوتی ہے اور بدنی وہ ہے جو بدن سے ادا کی جاتی ہیں۔ مثلاً "نماز" روزہ وغیرہ۔ مالی عبادت کی مثال زکوہ اور صدقہ ہے۔ یعنی اپنے مال میں سے ایک حصہ اللہ کے نام پر دیا جائے۔ زکوہ فرض ہے ان لوگوں پر جو ایک مقررہ مال (نصاب) کے مالک ہوں۔ زکوہ کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونایا بلون تولہ چاندی ہے زکوہ کا منکر کافر ہے۔ صدقہ عید الفطر کا اور عید الفصحی کی قربانی واجب ہے اہل توفیق پر۔ ان کے سوا اور صدقات نفلی ہیں اور حسب توفیق دیئے جاتے ہیں۔ یہ سب عبادت اللہ کی رضامندی اور تقرب حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہیں اور اللہ ہی سے امید کی جاتی ہے کہ وہ ان کاموں کے ادا کرنے سے اپنے بندہ سے راضی ہو جائے۔ مسلمان اللہ ہی سے ڈرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ یہ عبادت ادا نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ غرض ہر طرح کی عبادت خواہ مالی ہوں خواہ بدنی اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف ہندو اللہ کے علاوہ اوروں کی قربت و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یا ان کے خوف سے عبادت کرتے ہیں خواہ مالی ہو یا بدنی۔ ہندوؤں کے یہاں بدنی عبادت یہ ہے کہ دیوی پر زندہ بکرا چڑھایا جائے یا جان سے مار دیا جائے۔ مالی عبادت یہ ہے کہ دیوتاؤں کے

نام پر اپنے مال میں سے حصہ نکالا جاتا ہے اور ہوم کیا جاتا ہے۔ دیوتاؤں کی نذر و نیاز کی جاتی ہے۔ اس موقع پر ہندو یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ بعض مسلمان بھی پیر صاحب یا سید سلطان کا دسواں حصہ اپنے مال میں سے نکالتے ہیں اور بعض اپنی اولاد کو پیر صاحب کا دسوندی بنا کر ان کی قیمت مقرر کر کے اس کا دسواں حصہ پیر صاحب کے نام پر دیتے ہیں یا بعض مسلمان اپنے غلہ میں سے حضرت علی مرتضیٰ کی چنگی نکالتے ہیں۔ بعض مسلمان کسی کے نام پر اپنا زیور دھو کر رکھ چھوڑتے ہیں۔ بعض پیروں سے نفع و نقصان کی امید رکھ کر ان کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ بعض پیروں کے نام کی سنتیں مانتے ہیں اور بعض پیروں کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں یا چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض قبروں پر بکرا وغیرہ چڑھاتے ہیں اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ ان چیزوں کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ جلال اور گمراہ ہیں۔ ان کے سمجھانے کے لئے علماء بہت کچھ تنبیہ کرتے رہتے ہیں۔ مختصراً اسلام میں اللہ کے سوا کسی اور سے ذرہ بھر بھی امید یا خوف رکھنا یا نفع یا نقصان سمجھنا قطعی درست نہیں۔ جب کہ ہندوؤں کے یہاں جو کچھ کیا جاتا ہے وہ صحیح اور درست قرار دیا جاتا ہے۔

فصل پنجم

ج

اسلام میں ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ بیت اللہ کا حج فرض ہے۔ استطاعت کے معنی یہ ہیں کہ اس کے پاس زادراہ (سفر خرچ) ہو، سواری ہو اور جن لوگوں کا (مثلاً بیوی، اولاد اور ماں باپ) نان و نفقہ اس کے ذمہ فرض ہو وہ دنے سبکا ہو یعنی صبح کے دوران غیر موجودگی میں اس کا بندوبست کر کے جانا ضروری ہے۔ بیت اللہ جس کو کعبہ بھی کہتے ہیں مکہ معظمہ میں ایک مبارک گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ کوئی نماز پڑھے تو کعبہ کی طرف منہ کر کے ادا کرے اور کسی طرف منہ کر کے سجدہ کرنا منع ہے۔ دراصل یہ سجدہ اس گھر کو نہیں ہے بلکہ سجدہ تو اللہ ہی کو ہے اس کے گھر کی طرف صرف منہ کرنے کا حکم ہے یہ بات واضح کر دی گئی ہے اس گھر کی بزرگی اور شرف کے سبب اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلمانوں کے لیے قبلہ عبادت ٹھہرایا ہے۔ پھر وہاں جا کر مسلمان اس گھر کا طواف کرتے ہیں اور اللہ کی پاکی اور اپنی عاجزی بیان کرتے ہیں۔ بیت اللہ کے قریب ایک میدان ہے جس کا نام عرفات ہے۔ عرفہ کے دن وہاں جا کر کھڑے ہوتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں۔ اس طرح حج کرنے کا اللہ یہ بدلہ دیتے ہیں کہ حج کرنے والے نے حج سے قبل جتنے گناہ کیے ہوں وہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے (لیکن وہ گناہ جو حقوق العباد سے متعلق ہیں مثلاً قرض، ظلم، رشوت، چوری، قتل،

معاف نہیں ہوتے جب تک یہ 'نن' اوانہ کیے جائیں اور لوگوں سے معاف نہ کرائے جائیں۔ اس کے باوجود توبہ کرنا ضروری ہے۔ بیت اللہ کے علاوہ کسی اور مکان کو حج کی نیت سے بنارس نہیں بلکہ شرک ہے۔ جو سب سے بڑا گناہ ہے اور جسے اللہ بھی معاف نہیں کرے گا۔ ہندوؤں کے یہاں بے شمار زیارت گاہیں اپنے معبودوں کے نام پر مقرر کر لی گئی ہیں ان زیارت گاہوں پر جا کر اپنے معبودوں کی عبادت کرتے ہیں مثلاً کرکھتر گنگا، جمناجوالا مکھی، کانگڑہ، چنت پورنی، مسادیوی، آسادیوی، بلاشدری، چستی، بھدری، بھوتی، کلی، نندرا، متھرا، کاشی، جگن ناتھ، بدری، گدار، گیا، بھکر، ہماچل (پہاڑ کا نام) وغیرہ۔ لیکن ان جگہوں پر جا کر اللہ کی عبادت کا پتہ نہیں چلتا۔ اس موقع پر ہندو یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ مسلمان بھی تو ان جگہوں پر جاتے ہیں جہاں مسلمان بزرگوں کی قبریں ہیں مثلاً 'اجمیر سرہند' پاک پٹن، سدھورا، کن پور، بہرائچ، پیران کلی، گنگوہ وغیرہ اور وہ ان جگہوں پر دور دور سے اپنی حاجتیں مانگتے جاتے ہیں بلکہ پاک پٹن کے متعلق تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو ایک دفعہ جنتی دروازے سے نکل جاوے بہشتی ہو جاوے دراصل یہ کلام جاہلوں کے ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسلام میں قبروں کی زیارت کا بہت فائدہ بتلایا گیا ہے۔ لیکن زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ قبر پر جا کر پہلے سلام کرے۔ اور اپنے اور ان کے لئے اللہ سے بہتری کی دعا مانگے اپنی موت کو یاد کرے تاکہ دنیا سے رغبت کم ہو اور گناہوں سے بچے۔ اس کے علاوہ اگر بزرگوں کی قبر پر اس نیت سے بھی جاوے کہ وہاں اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہوگی تو مجھے بھی اس سے برکت حاصل ہوگی تو بھی کوئی بری بات نہیں۔ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنے کا بہت ثواب ہے (بعض محققین کے نزدیک زیارات کے لئے سفر اختیار کرنا سوائے تین مسجدوں کے اور کسی کے لئے جائز نہیں

(۱) مسجد حرام (بیت اللہ) (۲) مسجد اقصیٰ (۳) مسجد نبوی ﷺ۔

لیکن حج کی نیت سے یا پرستش اور طلب حاجات کے لئے کسی کی بھی قبر پر جانا درست نہیں۔ اسلام میں یہاں تک بندوبست کیا گیا ہے کہ کسی کی بھی قبر کو سجدہ کرنا یا اس کا طواف کرنا یا اس کو بوسہ دینا بھی درست نہیں حتیٰ کہ قبر پر چراغ جلانا بھی حرام ہے اسی طرح قبر کو پکا بنانا اور اس پر عمارت کی تعمیر بھی ممنوع ہے۔ پاک پٹن کے جنتی دروازے کی کوئی اصل نہیں۔ اسلام میں بہشت میں جانے کا سبب اللہ کا فضل اور اپنا ایمان اور اپنے نیک اعمال ہیں۔ اسلام میں تو کسی کو یقینی طور پر جنتی کہنا بھی درست نہیں سوائے ان لوگوں کے کہ جن کے متعلق قرآن یا حدیث سے جنتی ہونا ثابت ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام، حضرات ابوبکرؓ، عمر فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، ابو عبیدہؓ، سعدؓ، سعیدؓ، عبدالرحمنؓ، حضرت فاطمہؓ، اور حضرات حسنؓ و حسینؓ اور سوائے ان کے وہ ہیں جن سے اللہ راضی ہو گیا۔ اسی طرح کسی کا دوزخی ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہو۔ جیسے شیطان، دجال، فرعون، ابولہب و ابوجہل وغیرہ تو جب حضرت بابا فریدؒ شکرؒ کا قطعاً و یقیناً ”بہشتی ہونا معلوم نہیں تو ان کے مقبرہ کی حدود میں دروازے میں نکلنے والا کہاں سے یقینی طور پر بہشتی ہو گیا۔ اس دروازے کی اتنی حقیقت ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیاءؒ کو اس جگہ پر حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی لہذا وہ اسی جگہ سے محبت کرتے تھے۔ مجادروں نے اپنے مقاصد کے لئے اس جگہ دروازہ بنا کر اس کا نام جنتی دروازہ رکھ دیا۔

حاشیہ

۱۔ ہندوؤں کے یہاں توبہ کے متعدد اور بہت دلچسپ طریقے ہیں۔

فصل ششم

ایصال ثواب

یہ تو سب جانتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کی عملی زندگی ختم ہو جاتی ہے لیکن اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے اگر کوئی زندہ آدمی اس وفات پا جانے والے کے لئے کوئی نیک کام کرے مثلاً کسی بھوکے کو کھانا کھلائے یا کسی محتاج کو کپڑا پہنائے یا نقد روپیہ پیسہ سے اس کی مدد کرے یا نفل نماز پڑھ کر یا نفل روزہ رکھ کر یا قرآن پاک پڑھ کر یا کوئی اور نیک کام خود کر کے اس کا ثواب وفات پا جانے والے کو بخش دے یعنی اس کے کئے ہوئے اس عمل کا جو ثواب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کو ملتا ہے وہ وفات پا جانے والے کو دلا دے تو انشاء اللہ یہ ثواب اس وفات پا جانے والے کو پہنچ جائے گا۔ اور نیک کام کرنے والے کو خود بھی ملے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ عمل صرف اللہ کے لئے کیا گیا ہو دنیا والوں کو دکھلانے یا رواج سے مجبور ہو کر نہ کیا گیا ہو۔ وفات پانے والے کو ثواب پہنچانے کا طریقہ یہ ہے کہ جب اس نوعیت کے کام کرنے کا ارادہ ہو تو یوں نیت کرے کہ میں فلاں شخص کی طرف سے تائب ہو کر یہ عمل کرتا ہوں۔ یہ صورت مالی عبادت (صدقہ خیرات وغیرہ) میں ہے۔ دوسری یہ ہے کہ جب عبادت کر چکے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کرے کہ اے پروردگار اس عمل کا ثواب تو اپنے فضل

و کرم سے اس شخص کو بخش دے۔ اس طرح کے نیک کام کرنے کے لئے کوئی دن یا وقت مقرر نہیں جس دن چاہے اور جس وقت چاہے۔ یہ نیک کام کر کے ثواب پہنچایا جاسکتا ہے البتہ بعض دن افضل ہیں اور وہ اس طرح کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فضیلت بتلائی ہے۔ چنانچہ ایسے کاموں کا ثواب رمضان شریف میں زیادہ ہے۔ جہاں تک کھانے کا تعلق ہے تو کوئی کھانا مخصوص نہیں ہے اور نہ کوئی عمل کسی کے لئے مخصوص ہے بلکہ جو بھی کسی سے آسانی سے ہو سکے وہ کروے لیکن مال حلال کی شرط ہے۔ ان باتوں کے علاوہ یہ شرط بھی نہیں ہے کہ اس مقصد کے لئے جو کھانا ہو وہ فلاں کھاسکتا ہے فلاں نہیں۔ اس قسم کا کھانا ہر کسی کو کھلادینا اور دینا درست ہے لیکن افضل یہ ہے کہ ضرورت مندوں کو کھلایا جائے مثلاً محتاجوں کو یتیموں کو، مسافروں کو، قیدیوں کو اور طلباء کو کھلانا دینا بہت ہی اچھا ہے۔ دراصل یہ عمل وفات پانے والے کے ساتھ مروت کا کام ہے۔ ان سے ڈر کر یا ان سے کوئی امید رکھ کر نہیں کیا جاتا۔ اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ جس وفات پانے والے کے لئے یہ کام کیے جاتے ہیں اس کی روح وہاں آکر موجود ہو جاتی ہے۔ بلکہ مرنے والے کی روح جہاں بھی ہوتی ہے ان کاموں کا ثواب ان کو وہیں پہنچ جاتا ہے۔

سب سے ضروری بات یہ ہے کہ یہ کام نہ فرض ہیں نہ واجب اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ کام قرض وادھار کر کے کئے جائیں۔ اس سلسلے میں شرعی طور پر یہ بہتر سمجھایا گیا ہے کہ اپنی حلال آمدنی میں اپنے اور اپنے اہل کے خرچ سے جو زائد رقم بچے اس کو خیرات کر کے اس کا ثواب وفات پا جانے والے کو پہنچایا جائے۔ بعض لوگوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے گھر میں جو کھانا تیار کیا جائے اس کے لئے نئے برتنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ خیال غلط

ہے۔ ایصالِ ثواب کے لئے کھانا پکانے کے لئے گھر میں پہلے سے استعمال ہونے والے برتن کافی ہیں نئے برتنوں کی قطعی ضرورت نہیں۔ اس کھانے پر کچھ پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ کھانے کے ساتھ پانی رکھنے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ کھانا تیار ہی اس غرض سے کیا جا رہا ہے۔ یہ نیت کافی ہے۔ ایسے کھانے سے متعلق کسی قسم کی کوئی شرط نہیں ہے۔

ہندوؤں کے یہاں ایصالِ ثواب کا طریقہ:

کھانا، کپڑا اور جس کسی چیز کا ثواب پہنچانا مقصود ہوتا ہے تو پہلے تو اس کی اس طرح نیت کی جاتی ہے کہ ثواب پہنچانے والا داہنے ہاتھ میں پانی لے کر شاستری زبان میں کہتا ہے کہ آج فلاں مہینہ، فلاں تاریخ، فلاں دن کو میں فلاں شخص (مرنے والے کا نام) فلاں قوم کے لئے فلاں فلاں چیزیں میں صدقہ کرتا ہوں اور پانی زمین پر ڈال دیتا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں اگرچہ ثواب کسی بھی دن پہنچایا جاسکتا ہے لیکن دن بھی مقرر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

کریا کرم

کریا کرم کے لئے ایک دن مقرر کیا جاتا ہے۔ ہندوؤں کے خیال میں مروجے کے مرنے سے اس دن تک اس مردہ کا ایک بدن عالم برزخ میں تیار ہوتا ہے اور یہ بدن قابلِ سزا و جزا ہوتا ہے۔ شاستری زبان میں کریا بدن کو کہتے ہیں اور کرم عمل کو کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں مروجے کے مرنے سے اس دن تک کوئی شخص

جو اس مردے کا قریب ترین رشتہ دار ہو وہ شاستر کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق عمل کرے تاکہ اس مردے کا بدن تیار ہو پھر اس خاص دن مردہ کے واسطے کچھ عمل کیا جاتا ہے۔ اس کو بدن کا عمل یعنی کریاکرم کہتے ہیں۔ عمل یہ ہوتا ہے کہ مرنے والے کے نام پر کھانا کپڑا، پلنگ اور دیگر اشیاء استعمال جو بھی بن پڑے مہارہمن کو دیتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ اس کو یعنی مرنے والے کو پہنچاتا ہے۔ کریاکرم کے واسطے دن کا تعین اس طرح ہوتا ہے کہ اگر مرنے والا برہمن ہے تو مرنے کے بعد گیارہویں دن کھتری ہے تو تیرہویں دن، اگر ویش (بنیہ) ہے تو پندرہویں، سولہویں دن اگر شودر (Untouchable) ہے تو تیسواں یا اکتیسویں دن کریاکرم ہوتا ہے۔ کریاکرم کے چھ ماہ بعد چھ ماہی ہوتی ہے اور سال بھر بعد برسی کے دن گائے کو بھی کھانا کھلاتے ہیں۔ مرنے کے چار سال بعد سدھ کی رسم ہوتی ہے۔ عام طور پر اسوج کے مہینہ میں جس تاریخ کو کوئی مرا ہو اس تاریخ پر مردہ کے لئے ثواب پہنچانا لازمی سمجھا جاتا ہے۔ کھانے کے ثواب کا ہم سرلوہ ہے۔ سراوہ کا کھانا تیار ہو جاتا ہے تو اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ بید پڑھاتے ہیں۔ جو پنڈت بید پڑھتا ہے۔ اس کو ابھیرمن کہتے ہیں۔ اسی طرح اور دن بھی مقرر ہیں۔ لیکن جب اپنے معبودوں کی روح کے واسطے کچھ کرتے ہیں تو وہیں ثواب پہنچانے کی نیت تو ہوتی نہیں بلکہ ان سے ڈر کر یا کچھ نفع کی امید رکھ کر یا بطور نذر منت کے ان کے بھینٹ دیتے ہیں اور اس مقصد کے لئے بھی دن مقرر ہیں۔ بعض معبودوں کے واسطے بعض کھانے بھی مخصوص ہیں جیسے دیوی کو شراب اور عورت کا بھوگ لگانا ہندوؤں کے فرقہ یام مارگ کے میاں بڑے ثواب کا کام ہے۔ اور ہنومان دیوتا کے لئے چورما جب کہ مہادیو کے لئے دھتورہ کا پھول اور نیل کا پتہ مخصوص ہے۔ جہاں تک معبودوں کے نام کی تیار کھانے کا سوال ہے تو

ہندوؤں کے یہاں نیاز سب کھا سکتے ہیں۔ لیکن جو چیز کسی مردے یا معبود کے نام پر سنکھپ (نیت) کر کے دی جائے تو اس چیز یا کھانے کا برہمن کے سوا کسی اور کے لئے نہ لینا درست ہے اور نہ کھانا چاہے برہمن مال دار اور دوسری قوم کے محتاج ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برہمنوں کے بھٹوں نے اپنی اولاد کی پرورش کی خوب تدبیر کر دی ہے۔ یہاں تک کہ یہ بات شاستر میں بھی لکھ دی ہے کہ سنکھپ کیا ہوا مال برہمن کے سوا کوئی اور نہ لے۔ اس کے علاوہ معبودوں کے نام پر میوہ جلت اور جو، تل اور گھی شمد وغیرہ آگ میں جلا دیتے ہیں۔ اس عبادت کو ہوم کہتے ہیں۔ ایک اور طریقہ یہ ہے کہ مخصوص معبودوں اور مردوں کے نام لے کر پانی گراتے جاتے ہیں جب بشن اور برہما وغیرہ دیوتاؤں کے نام پر پانی گرانے لگتے ہیں زنا کو داہنی طرف پسلی پر کر لیتے ہیں اس عمل کو بشن سپ کہا جاتا ہے بعض ندو جب اپنے پچھلے پنڈتوں اور بھگتوں کے نام پر پانی دیتے ہیں جس کو کورکھ کہتے ہیں تو اس وقت زنا کو سینے پر لٹکا لیتے ہیں۔

اس عمل کو کنٹھی کہتے ہیں۔ لیکن جب اپنے بزرگوں کو پانی دیتے ہیں تو زنا کو بائیں پسلی پر کر لیتے ہیں۔ اس عمل کا نام پترسب ہے اور پتر کے معنی ان کی زبان میں مرے ہوئے بزرگوں کو کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ پانی ان کے بزرگوں کو پہنچتا ہے۔ اس کو ترپن کہتے ہیں۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو آگ میں جلایا جاتا ہے یا زمین پر پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ کتنا برا گناہ ہے کہ بے فائدہ مال ضائع کر دیا جائے۔ ثواب کی شکل تو جب ہوتی ہے جب یہ کھانا کسی مسکین کے کام آجاتا ہے۔ یہ نالافی نہیں تو اور کیا ہے۔ ایصال ثواب کے لئے جو کھانا ہندوؤں کے یہاں تیار ہوتا ہے اس میں سے کسی کو حتیٰ کہ بچوں کو بھی اس وقت تک نہیں دیتے جب تک اس میں سے برہمن نہ کھالیں۔

ہندوؤں کے اعتراضات

اس موقع پر شاید ہندو یہ اعتراض کریں کہ ثواب سے متعلق تو مسلمانوں میں بھی ہندوؤں جیسی رسومات موجود ہیں مثلاً ”مسلمانوں نے بھی دن مقرر کرے جیسے مردہ کے لئے سوئم کو جسے قل کہا جاتا ہے۔ اسی طرح چالیسویں کو پلنگ بچھا کر طرح طرح کے کھانے رکھ کر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہاں مردے کی روح آتی ہے۔ جب کہ بعض کا خیال ہے کہ گھر سے روح نکلتی ہی اس دن ہے۔ چھ ماہی اور برسی کی رسومات بھی کرتے ہیں۔ حضرت پیران پیر کی فاتحہ سوائے گیارہویں اور سترہویں کے اور کسی تاریخ کو نہیں کرتے۔ امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کا ختم شب برات کو ہی کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کا ختم محرم کے عشرہ میں کرتے ہیں۔ دیگر بزرگوں کی فاتحہ ان کے مرنے کے ہی دن کرتے ہیں جبکہ بعض بزرگوں کی روح کے لئے بعض کھانے بھی مقرر کر رکھے ہیں۔ جیسے شاہ عبدالحق کا توشہ حلوے کا، حضرت بی بی کی صحنک دہی خشک کی حضرت بوعلی قلندر کا ملیدہ اور حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کا کونڈا میٹھے چاولوں کا جو گرم گرم کھا جاتے ہیں بلکہ اس پر کیلے کا پتہ اور سرخ ڈورے رکھنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ بعض اس دن روزہ بھی رکھتے ہیں۔ حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز صرف حلیم اور شربت پر ہوتی ہے۔ سرسید سلطان (نامعلوم بزرگ) کاروٹ یا ریوڑیاں، بابا فرید کی کھجڑی وہ بھی میٹھی، پیر نبوی کا نمک۔ اسی طرح دیگر بزرگوں کے نام پر کھانے مقرر کر رکھے ہیں۔ اور بعض بزرگوں کی نیاز کے سلسلے میں بعض نے یہ قید لگا رکھی ہے کہ فلاں بزرگ کی نیاز سواروپہ کی ہوگی فلاں کی پانچ پیسے کی، فلاں کا روٹ سوامن کا ہوگا فلاں کاروٹ

پانچ سیر کا فلاں کی تین کوڑی کی نیاز ہوگی۔ اور مردہ کا اسقاطِ قرآن مجید ہی کا ہوگا اور اس کو سات آدمیوں کے ہاتھوں میں بھرایا جاوے۔

یہی نہیں بلکہ بعض نیازوں کے سلسلے میں کھلانے اور لینے والے بھی مقرر کر رکھے ہیں مثلاً "کہتے ہیں کہ شاہ عبدالحق کا توشہ وہی کھاوے جو حقہ نہ پیوے اور کھائے تو وضو کر کے اور حضرت فاطمہ ؑ کی صبحک صرف عورتیں ہی کھا سکتی ہیں اور عورت بھی وہ جس نے دوسرا نکاح نہ کیا ہو۔ حضرت عباس ؑ کی نیاز سید ہی کھائیں اور کندوری کی نیاز کنواری لڑکیاں ہی کھائیں بلکہ بعض دنوں کے لئے بعض کھانے بھی مقرر ہیں۔ مثلاً "ہندوؤں کے یہاں رسم ہے کہ دسره کو دہی خشک اور دیوالی کو شیرینی و منگل و اتوار کو برت یعنی روزے میں بیٹھا اور گوگے پیر کی نوی (ہندی مہینہ بھادوں کی ۲۹ تاریخ) کو سوئیاں۔ اسی طرح مسلمانوں نے مقرر کر لئے ہیں کہ شبِ برات کو حلوہ ہی ضرور ہو اور محرم میں حلیم اور شربتِ عید الفطر کو سوئیاں اور مخدوم جہانیاں کے روزے میں میٹھی روٹیاں پکاتے ہیں۔ بعض مسلمان بزرگوں کی نیاز اس امید پر دیتے ہیں کہ وہ بزرگ ان کی اولاد اور ان کے رزق میں ترقی دیں گے یا ان کی کوئی مراد پوری کریں گے اور ان کو یہ خوف رہتا ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ان کا کچھ نقصان ہو جائے گا جب کہ بعض کے خیال میں ایسا کرنا یعنی نیاز دلانا فرض ہے اور اگر کوئی گیارہویں نہیں کرتا تو اس کو طعنہ دیا جاتا ہے۔ بعض مسلمان نیاز کے لئے نئے برتن نکالتے ہیں اور جس طرح ہندو سہراہ کے دن کھانے پر ۱۔ ہشرمن سے منتر پڑھواتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ملا کو بلا کر ختم دلاتے ہیں اور جب تک ملا اس پر کچھ پڑھ نہیں لیتا اس کھانے میں کسی کو ذرہ برابر ذرا سا بھی کھانے کو نہیں دیتے۔ جس طرح ہندو سنکپ کرتے ہوئے ہاتھ میں پانی لے لیتے ہیں مسلمان بھی پانی کا پیالہ نیاز دلاتے

وقت کھانے کے ساتھ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں اور جس طرح ہندو اپنے بزرگوں کو پانی دیتے ہیں ویسے ہی مسلمان محرم میں لام چٹھہ کی روح کے واسطے پانی کی مشکلیں زمین پہ بہا دیتے ہیں اور جس طرح ہندو دیوتاؤں کے نام پر گھی وغیرہ آگ جلا کر اس کا نام ہوم کرتے ہیں اسی طرح مسلمان بزرگوں کے واسطے ہزار ہا چراغ روشن کر کے اور اس میں سیروں اور منوں تیل جلا کر اللہ کی نعمت کو ضائع کرتے ہیں اور اس کا نام روشنی رکھتے ہیں۔ بعض ختم کے وقت ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بزرگوں کی ارواح یہاں حاضر و ناظر ہیں اور بعض مسلمان ختم کے وقت چراغ بھی جلاتے ہیں۔ اس قسم کی بہت سی روایات مسلمانوں میں رواج پاری ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ہندوؤں کے ان اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ یہ رسومات دین اسلام کی کتابوں سے ثابت نہیں بلکہ کچھ ناسمجھ آدمیوں نے شاید ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ایسا کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہی نہیں دین اسلام میں تو دوسرے دین والوں کی ریس (نقل) کرنا سخت منع ہے حتیٰ کے ہولی دیوالی اور دسہرہ وغیرہ جو ہندوؤں کے تہوار ہیں ان میں سیر کی عرض سے شامل ہونا بھی حرام ہے جیسا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”من تشبه بقوم فهو منهم“ یعنی جس نے کسی دوسری قوم کی نقل کی وہ ان ہی میں سے ہے۔ لہذا ان رسوم باطلہ کی دین اسلام میں کوئی حیثیت نہیں۔ ان رسومات کو بدعات اور ہنود کی مشابہت کہا جاتا ہے۔ ان میں بعض رسومات قطعی حرام ہیں اور بعض مکروہ اور بعض قطعاً شرک ہیں۔ لہذا جو بات دین اسلام کی کتابوں سے ثابت نہ ہو اس سے متعلق اعتراض قابل توجہ نہیں ہوتا کیونکہ ریس ان باتوں میں منع ہے جس کا اصل دین اسلام میں کچھ نہ ہو اور وہ ہندوؤں کی یا اور دین والوں کی خصوصیات میں سے ہو۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ بعض ملا دیوالی وغیرہ کے

تہواروں پر عیدی لکھ دیتے ہیں اس کام کی بھی دین اسلام میں کوئی اصل نہیں۔
لہذا جو ایسا کرتے ہیں وہ گناہ گار ہوتے ہیں۔

حاشیہ

۱۔ مردہ کے قضا نماز ر روزہ کا استقاط یہ ہے کہ ایک نماز روزہ کے بدلے میں آدھا صلح
گیسوں مسکین کو دیا جائے مگر قرآن مجید کا خاص کرنا اور پھرانا بدعت ہے۔

باب سوئم

فصل اول

نکاح

ہمارے دین اسلام میں نکاح اس عمل کو کہتے ہیں کہ کوئی عورت اپنے آپ کو کسی مرد کے عقد میں دے اور مرد اس کو قبول کرے تو اگر وہ عورت یا مرد نابالغ ہوں تو کوئی عورت کا ولی جیسے عورت کا باپ یا بھائی اس کا نکاح کر دیں۔ پس اس اقرار کے واسطے دو صاحب ایمان اشخاص کا گواہ ہونا ضروری ہے۔ عورت کے نفس کا کچھ عوض بھی مرد کے ذمہ ہونا لازمی ہے اس کو مہر کہتے ہیں۔ نکاح کے وقت خطبہ پڑھنا سنت ہے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا بیان اور نصیحت کی باتوں کا مضمون ہوتا ہے۔ اس کے بعد دولہا اور دلہن کے حق میں دعا کرنا بھی سنت ہے۔ نکاح کے بعد مرد کو چاہئے کہ اس نعمت کے شکر میں دوستوں اور مسکینوں کی ضیافت کرے اس ضیافت کا نام ولیمہ ہے۔ اس تقریب میں دولہا اور دلہن کو اچھے کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا درست ہے۔ دف کی آواز سے نکاح کی شہرت کر دینا جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

عورت سے علیحدگی

دین اسلام میں اگر کسی وجہ سے مرد اپنی عورت کو علیحدہ کرنا چاہے تو وہ اس

کو طلاق دے سکتا ہے۔ ایسی عورت کا یا اگر کسی عورت کا خاوند مرحومے تو اس کا دوسرے مرد سے عقد کر لینا درست ہے بلکہ بڑا ثواب ہے۔ (یہ دوسرا عقد عدت کی مدت کے بعد ہو گا۔)

ہندوؤں کے یہاں نکاح:

ہندوؤں کے یہاں نکاح کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کا والی مثلاً "اس کا باپ وغیرہ سنگپ کر کے کسی مرد کو دے دے اور مرد اس عورت کو قبول کر لے اس لفظ سے سوست پھر اس اقرار کے واسطے آگ کو گواہ بنایا جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ آگ جلا کر دولہا دلہن آگ کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ یہ سمجھ سے باہر ہے کہ آگ کو گواہ بنانے میں کیا فائدہ ہے کیوں کہ گواہ تو وہ ہے جو وقت ضرورت کام آوے جب کہ آگ تو ایک بے جان چیز ہے۔ شاید ہندو اس کا یہ جواب دیں کہ بستر دیوتا آگ کا موکل ہے اور وہ باشعور ہے۔ لہذا اس کو گواہ کیا جاتا ہے۔ یہ جواب بھی اسی طرح بے معنی ہے کیوں کہ آگ کی طرح دیوتا کو بھی حاکم وقت کے سامنے جھکنا ہونے کی صورت میں گواہ کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ دیوتا کی گواہی ایک فرضی چیز ہے۔ ہندوؤں کے یہاں جو دیگر رسومات نکاح سے متعلق ہیں وہ اور بھی حیران کن ہیں۔ مثلاً"

(۱) دولہا دلہن کے کنگٹا اور سہرا باندھنا

(۲) برادری کی عورتوں کا جمع ہو کر تین یا پانچ یا سات دن تک سات (۷)

سگائوں کے ہاتھ سے دولہا اور دلہن کے اٹھنا لگانا۔

(۳) تیل چڑھانا

(۴) تنی کڑائی اور سلونت کا کرنا

(۵) چوک پورنا

(۶) نام کے واسطے ڈھکاؤ کرنا

(۷) باڑا دینا

(۸) بلا ضرورت ہاتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنا

(۹) طوائف کا ناچ کروانا

(۱۰) آتش بازی چھڑوانا

(۱۱) ڈھول نفیری، نقارہ، تاشہ وغیرہ بجوانا

(۱۲) بندوقین چھوڑنا

(۱۳) سرھیوں کا آپس میں مل کر ہنسی اور ٹھٹھا کرنا

(۱۴) نامحرم عورتوں کا توشہ کے گرد جمع ہو کر چل اور مذاق کرنا

(۱۵) عورتوں کا مردوں کو فحش گالیاں دینا

(۱۶) دولہا کا جسم سرخ ڈورے سے ناپنا۔ اور بہت سی رسوم باطلہ جن کا ذکر

باعث طوالت ہے ان میں سے اکثر کام شدید بے حیائی کے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اگر

ہندوؤں سے ان رسوم باطلہ اور فحش امور کا ذکر کیا جائے تو وہ یہ کہیں گے کہ یہ

رسومات مسلمانوں کے یہاں بھی ہوتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں یہ

سب کام باطل، مردود اور حرام ہیں۔ جاہل لوگ ہندوؤں کی نقل میں ایسا کرتے ہیں

اور ایسا کر کے گناہ گار ہوتے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہندو یہ کہیں کہ ان رسومات

میں سے بعض ایسی ہیں کہ جن کا ذکر شاستروں میں نہیں ہے تو اس بارے میں ان

سے یہ دریافت کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایسا ہے تو کیا پنڈت ان رسومات کی ادائیگی سے

منع کرتے ہیں جس طرح کہ مسلمانوں کے علماء بار بار ان کی توجہ دلاتے ہیں کہ

رسومات باطل ہیں ان کا اختیار کرنا گناہ ہے دوسرے جہاں تک شادی باہ میں گلیوں

کا تعلق ہے تو یہ تو مہابھارت کے اوپرپ کے مطابق درست ہے۔ مزید یہ کہ ہندوؤں کے یہاں جس عورت کا خلوند مر جاتا ہے وہ نکاح کر ہی نہیں سکتی۔ البتہ چلی ذات کے ہندوؤں میں بیوہ عورت کو کسی مرد کے گھر میں زیروستی بٹھا دیا جاتا ہے۔ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں میں ایسا نہیں ہوتا چاہے وہ عورت کتنی کم عمر کیوں نہ ہو۔ یہ کس قدر ظلم ہے کہ ایسی کم عمر بیوہ ساری زندگی اسی حالت میں گزارتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر کسی مرد کی عورت مر جاتی ہے تو اس کی دوسری شادی بڑے اہتمام سے ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہندوؤں میں بیوہ عورتیں عموماً "بدچلن" ہو جاتی ہیں۔ کیوں کہ عورت کا بغیر شوہر کے طویل مدت تک رہنا خیالات فاسدہ کو جنم دیتا ہے اور وہ بدچلنی کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ یہ کام کہ عورت بغیر شوہر کے رہے اور اولاد سے بھی محروم رہے۔ اللہ کی مرضی کے خلاف ہے کیوں کہ اس سے افزائش نسل پر اثر پڑتا ہے۔ اس موقع پر ہندو یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں میں بعض شریف خاندانوں میں بیوہ کے نکاح کو برا سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں ان سے یہ کہا جائے کہ دین اسلام میں تو قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے کہ بیوہ کا نکاح کراویا کرو۔ اگر کوئی مسلمان خاندان خواہ کتنا ہی بڑا شریف کیوں نہ ہو بیوہ عورت کے نکاح سے کتراتا ہے اور اس کو برا سمجھتا ہے تو وہ سخت گنہگار ہو گا۔ یہ بات صرف ہندوستان کے بعض گھرانوں میں دیکھی جاتی ہے ورنہ مسلمانوں کے دوسرے ممالک میں قطعی ایسا نہیں ہے اور اب تو ہندوستان میں بھی شاید ہی کوئی خاندان ایسا ہو جہاں بیوہ کے نکاح کو برا سمجھا جاتا ہو بلکہ اگر ایک عورت کا ایک خلوند مر جاتا ہے یا اس عورت کو طلاق ہو جاتی ہے تو عدت کے بعد دوسرا نکاح ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اگر یہ دوسرا شوہر بھی مر جائے یا اس عورت کو طلاق دے دے تو تیسرا نکاح یا چوتھا نکاح ہو سکتا ہے اس کے لیے

کوئی تعداد مقررہ نہیں۔ اگر دین اسلام کی ان واضح ہدایات کے بعد بھی کوئی مسلمان بیوہ عورت کے نکاح کو برا سمجھتا ہے تو وہ مسلمان ہی نہیں رہتا۔ نہ اس کو شریف کہا جاسکتا ہے۔ شریعت اسلامی احکامات اس بارے میں واضح ہیں اور ان میں کسی قسم کا شبہ یا شک نہیں بلکہ یہاں تک ہے کہ علماء کا فتویٰ موجود ہے کہ جو مسلمان عورت کے نکاح ثانی کو عیب سمجھے وہ کافر ہے۔

ہندوؤں کا نظریہ:

ہندوؤں کا خیال یہ ہے کہ خاوند کی حیثیت پر میثور یعنی خدا کی سی ہے اور پر میثور ایک ہی ہے۔ لہذا شوہر بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ دلیل کتنی لچر اور پوچ ہے۔ اس پر گفتگو بے کار ہے۔ ہندوؤں کے یہاں چھوٹے بھائی کا نکاح بڑے بھائی کے نکاح سے پہلے ایسا ہے جیسے کہ گنو ہتیا اور صرف راجہ کو دو عورتیں اپنے نکاح میں رکھنے کا حق ہے اوروں کو نہیں۔ ہندوؤں کے یہاں آٹھ نو طرح کے نکاح ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ چھتری کسی کی لڑکی زبردستی اپنی زوجیت میں لے سکتا ہے۔ جیسا کہ ہیکم کے راجہ نے بنارس کے راجہ کی بیٹیاں زبردستی اپنے گھر میں ڈال لی تھیں۔ یہ قصہ تفصیل سے مہابھارت میں بیان کیا گیا ہے۔

فصل دوم

حلال اور حرام

دین اسلام میں جو چیزیں زمین سے اُگتی ہیں جیسے ترکاریاں ساگ وغیرہ اور ہر طرح کا اناج یہ سب چیزیں حلال ہیں بشرطیکہ یہ زہریلی نہ ہوں اور نہ نشہ آور ہوں۔ مثلاً "افیون بھنگ وغیرہ یعنی زہریات مسکرات مٹی یہ سب حرام ہیں ان کے علاوہ جو چیزیں بدبو دار ہوں مثلاً "کچا لسن اور پیاز وغیرہ تو ایسی سب چیزیں مکروہ ہیں۔ ہندوؤں کے یہاں اناج میں سے مسور اور ترکاریوں میں سے شلجم اور گاجر کا کھانا بھی لسن اور پیاز کی طرح منع ہے حالانکہ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ نہ آدمی کے لیے مضر صحت ہیں اور نہ مسلک نہ ان میں نشہ ہے نہ بدبو۔ اسلام میں ہر طرح کی شراب حرام ہے مگر ہندوؤں کے یہاں شراب کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی وہ جو اناج مثلاً "چاول وغیرہ سے بنائی جائے۔ دوسری وہ جو میوہ جلت سے تیار کی جائے۔ تیسری وہ جو کہ گڑ سے بنائی جائے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ برہمنوں کے لیے ہر طرح کی شراب حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے جیسا کہ مہابھارت کے آورپ میں لکھا ہے کہ دیتوں نے ہر ہست کے بیٹے کو جو کہ شکر کا شاگرد تھا قتل کر کے اور جلا کر شراب میں ملا کر شکر کو پلایا۔ شکر نے اس کو پیٹ سے نکالا اور زندہ کیا اس روز سے برہمنوں پر شراب حرام ہے لیکن کھتریوں اور ویشن کو پہلی اور دوسری قسم کی شراب حرام ہے۔ جب کہ تیسری قسم کی جائز ہے۔ لیکن

شودروں کو ہر قسم کی شراب جائز ہے اس کے علاوہ بام مارگی لوگ ہر کسی کے لیے شراب کا پیام صرف جائز بلکہ کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ ان کے یہاں تو قسم کھانے کے وقت زہر کھانا بھی درست ہے۔

شراب تو نشہ کی وجہ سے حرام ہے۔ کیوں کہ نشہ کے دوران پینے والے کی عقل ماری جاتی ہے اور ان سے غیر انسانی فعل سرزد ہو جاتے ہیں لہذا ایسی چیز جس کا اثر انسان کی عقل پر پڑتا ہو حرام ہونی ہی چاہیے کیوں کہ عقل کا صحیح ہونا انسان کے قول و فعل کے لیے لازمی ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ یہ اتاج ہونے یا میوہ جات ہونے کی وجہ سے حرام ہیں کیوں کہ یہ اتاج یا میوے جن سے شراب تیار کی جاتی ہے حرام نہیں ہیں۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ رقیق (liquid) ہونے کی وجہ سے حرام ہیں کیوں کہ پانی بھی تو حلال ہے لہذا شراب کے حلال یا حرام ہونے میں انسانوں کی تخصیص کہ برہمن کو حرام ہے جب کہ دوسروں کو حلال ہے۔ قطعی بے کار اور بے دلیل بات ہے۔ زہر کا کھانا تو اس سے بھی زیادہ بے اصولی بات ہے۔ جس سے متعلق گفتگو بے کار ہے۔

اسلام میں پیشہ وروں کے گھر کا کھانا سو فیصدی حلال ہے بشرطیکہ ان کا مال حرام پیشہ سے متعلق نہ ہو مثلاً "طوائف یا ڈوم ڈھپالی چور ڈاکو رشوت خور وغیرہ ہندوؤں کے یہاں سناروں، قلعی گروں، جلاہوں، دھوبیوں وغیرہ کے یہاں کا کھانا منع ہے حالانکہ یہ پیشے حرام نہیں اور عقلاً "برے نہیں۔ اسلام میں حلال جانوروں کا دودھ استعمال کرنا جائز ہے۔ جب کہ ہندوؤں کے یہاں اس گائے کا دودھ پینا درست نہیں جس کا پچھڑا مر گیا ہو۔ یہ کس قدر بے کار بات ہے۔

فصل سوئم

آداب ملاقات

اسلام میں اس بات کا بڑا ثواب ہے کہ جب دو مسلمان ملیں تو مسکراتے ہوئے ملیں۔ ایک کے ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ و

مغفرتہ“ جواب میں دوسرا

کے ”وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ“ (ترجمہ: تم پر سلامتی ہو، اور اللہ کی رحمت و برکت و بخشش بھی) حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سلام میں پہل کرتا ہے اس کو ثواب زیادہ ہوتا ہے اور جو سلام کرنے میں پہل نہیں کرتا وہ بڑا بخیل ہے۔ اور یہ حکم سب مسلمانوں کے لیے ہیں اس میں امیر یا غریب، جوان یا بوڑھے، فقیر یا مالدار، استاد یا شاگرد کی تمیز نہیں۔ بادشاہ ہو یا غلام سب کو آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا درست ہے۔ البتہ جوان یا نامحرم عورتوں سے سلام کرنا مردوں کے لیے منع ہے اسی طرح عورتوں کو جوان یا نامحرم مردوں سے سلام کرنا منع ہے۔ اپنی بیوی اور محرم عورتوں سے (ایسی عورتیں جن سے نکاح کرنا کبھی بھی درست نہیں ہوتا) سلام کرنا سنت ہے اور اول سلام کرنا سنت علی الکفایہ ہے۔ یعنی ساری جماعت میں سے اگر ایک بھی سلام کرے تو سب کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا سلام کا جواب دینا فرض علی الکفایہ ہے یعنی جماعت میں سے اگر ایک بھی جواب دے دے گا تو سب کی ذمہ داری ادا ہو جائے گی اور اگر ایسا نہیں کیا تو سب گناہ گار ہوں گے۔ سلام کرتے وقت کمر کو جھکانا منع ہے اور ہاتھ اٹھانا بھی اچھا نہیں۔ سلام کے ساتھ ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا (ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا) بہت ہی اچھا ہے اور اس کا بڑا ثواب ہے۔ ہندوؤں کے یہاں ملاقات کے وقت آداب سلام بہت مختلف ہیں۔ ان کے یہاں چھوٹے کو چاہیے کہ وہ بڑے کے آگے ہاتھ ٹیکے یعنی تسلیمات کرے۔ نوکر

آقا کے چیلارو کے مرید شیخ کے شاگرد استاد کے بیٹا باپ کے اور بڑا اس کے جواب میں دعا دیتا ہے، برہمن اشیر بار اور چرن جیو (زندہ بار) کے الفاظ سے دعا دیتے ہیں۔ دیگر اقوام برہمنوں کے آگے ماتھا ٹیکتے ہیں، نیا سی فقیروں کو سلام کی جگہ ”نمونارائن“ کہا جاتا ہے اور پیراگی فقیروں کو ”جے مہاراج“ کہا جاتا ہے۔ سکھ لوگ جب آپس میں ملتے ہیں تو ”واہ گرو جی کی فتح“ کہتے ہیں یا ”ست سری اکال“ کہتے ہیں برہمن فقیر اور بڑے لوگ چھوٹوں کو دیکھ کر سلام کی ابتداء نہیں کرتے۔ ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں بھی پیر زادے اور مشائخ اسلام میں پہل نہیں کرتے اور اپنے مریدوں سے سلام کی جگہ ”حضرت سلامت“ کہلواتا پسند کرتے ہیں اور مصافحہ کی جگہ قدم بوسی کراتے ہیں۔ بعض فقراء السلام علیکم کی جگہ ”یاد اللہ“ اور بعض ”یا علی مدد“ اور بعض ”تسلیمات“ کہلواتے ہیں۔ یہ سب باتیں صحیح اسلامی تعلیمات کی رو سے درست نہیں ہیں۔ لہذا مسلمانوں کے لیے ہندوؤں کی طرف سے یہ جواب قطعی بے سود ہے۔ اسلام میں جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل نہیں کرتا وہ گناہ گار ہوتا ہے۔ یہ بات سب پر واضح ہے۔

فصل چہارم

کاموں کی ابتداء

ہر اچھا کام شروع کرنے سے پہلے اللہ کا نام لینا اور اللہ کی تعریف کرنا ثواب کا موجب ہوتا ہے لہذا مسلمان ہر اچھے کام شروع کرنے سے پہلے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** (یہ کام میں شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو بہت مہربان ہے نہایت رحم والا ہے) کہتے ہیں۔ بعض کاموں کے شروع کرنے سے پہلے صرف **بسم اللہ** ہی کہا جاتا ہے اور بعض کاموں کی ابتداء میں دعائیں بھی احادیث میں بیان کی گئی ہیں جن سے اللہ کی بزرگی اور بندوں کی عاجزی و پیمارگی معلوم ہوتی ہے۔

ہندوؤں کے یہاں ہر کام کو شروع کرنے سے پہلے گنیش کا نام لینا ضروری ہے اس لئے ہندو ہر کام کو شروع کرنے سے پہلے ”سری گنیشائے نہ“ کہتے ہیں یعنی گنیش کو میری تمسکار (تسلیمات) ہے۔ گنیش کو مہادیو کا بیٹا بتلاتے ہیں جس کا سر ہاتھی کی طرح کا ہے۔

یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ سب نعمتوں اور کاموں کی طاقت تو اللہ نے بخشی ہے مگر یہ لوگ نام لیتے ہیں گنیش کا۔ لیکن جب ہندوؤں سے یہ بات کہی جاتی ہے تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ مسلمان بھی تو کاموں کی ابتداء میں ”یا علی یا حسین“ کہتے ہیں۔ جب کہ ملاح کشتی چلتے وقت خواجہ خضر کا نام لیتے ہیں ہندوؤں کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ یہ سب کچھ کتنا اسلام میں درست نہیں ہے۔ لہذا یہ غلط کام ہمارے لئے حجت نہیں۔

فصل پنجم

شرافت نسبی اور پیشے

اسلام میں شرافت اور رذالت کی دو بنیادیں ہیں۔ اولین بنیاد اعمال کی ہے۔ جو شخص خوش اعتقاد، نیک اخلاق اور گناہوں سے بچنے والا ہو یعنی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت میں سرگرم ہو وہ اللہ کے نزدیک اشرف ہے۔ اس کا رتبہ آخرت میں بلند ہو گا۔ اور جو شخص بد اعتقاد، بد اخلاق اور فاسق ہو وہ اللہ کے نزدیک ارذل ہے (اللہ کی مغفرت علیحدہ چیز ہے وہ جو چاہے تو برے کو اچھا کرے) اللہ نے فرمایا ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ”یعنی تم میں گرامی تر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو پرہیزگار تر ہے۔“

دوسرے انبیا اور اولیاء سے قربت رکھنے والوں کو بھی فضیلت دی جاتی ہے جیسے سادات، بنی ہاشم لیکن یہ نسبی شرافت بھی ایمان اور عمل صالح پر موقوف ہے اگر اعمال درست نہیں تو یہ نسبی شرافت کسی کام نہیں آتی۔

اسلام میں وہی پیشے حلال ہیں جو اور اقوام میں بھی حلال ہیں جیسے کھیتی باڑی اور ہر حلال اور پاک چیز کی تجارت یا درزی کا کام، کپڑا بننے کا کام وغیرہ جو پیشے حرام ہیں وہ وہی ہیں جو دیگر اقوام میں ہیں مثلاً ”شراب کشی، گانا بجانا، رقص و سرود وغیرہ کوئی سمجھ دار مسلمان اس قسم کے پیشے اختیار نہیں کرتا۔ مسلمانوں میں یہ بھی نہیں ہے کہ فلاں پیشہ فلاں قوم کو درست اور فلاں کو نہیں۔ یعنی پیشہ کا تعلق قوم سے نہیں فرد سے ہے۔ مسلمانوں کے رسول اللہ ﷺ اپنا جو تا خود مرمت کر لیا کرتے تھے۔ ہندوؤں میں بھی اگرچہ شرافت اعمال پر منحصر ہے لیکن ان میں

قومیت کی فضیلت کا غلبہ ہے مثلاً "تمام ہندو چار قوموں میں منقسم ہیں۔

(۱) برہمن (۲) کھتری (۳) ویش (۴) شودر (جٹ گوجر وغیرہ)

ان چار میں برہمن سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔ اس کے بعد کھتری اور تیسرے نمبر پر ویش ہیں۔ چوتھے نمبر پر سب سے کمتر شودر ہیں۔ کرم بپاک میں لکھا ہے کہ برہمن کے سوا کسی کی نجات نہیں ہوتی خواہ کسی دوسرے قوم والے کتنے ہی نیک کام کیوں نہ کریں لیکن جب تک وہ برہمن کا جنم نہ پائیں گے ان کی نجات نہیں ہوگی۔ ہندوؤں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ شودر اگر نیک کام کرتا ہے تو مرنے کے بعد ویش (بٹیہ) کا جنم لیتا ہے اور اسی طرح نیک کام کے بعد ویش کھتری کا جنم لیتا ہے اور اسی طرح کھتری نیک کام کے صلہ میں برہمن کا جنم لیتا ہے جب اس کو نجات حاصل ہوتی ہے۔ برہمن کی تعریف اور شودر کی تحقیر میں اس قدر مبالغہ کیا گیا کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔

منو شاستر میں لکھا ہے کہ برہمن کے نام میں دو لفظ چاہئیں پہلے کے معنی پاکیزگی اور دوسرے کے معنی اقبال مندی۔ کھتری (شتری یا چھتری) کے نام میں دو لفظ چاہئیں پہلے کے معنی قدرت اور دوسرے کے معنی حفاظت اسی طرح ویش کے نام میں دو لفظ چاہئیں پہلے کے معنی مال دوسرے کے معنی پرورش کرنا اور شودر کے نام میں بھی دو لفظ ہونے چاہئیں ایک حقارت دوسرے عاجزی سے خدمت کرنا۔ اسی لئے ہندوؤں کے یہاں ہر قوم کے لیے علیحدہ علیحدہ پیشہ مقرر کیے گئے ہیں یہی نہیں بلکہ ایک قوم کو دوسری قوم کا پیشہ جائز نہیں۔ چنانچہ برہمن کے لئے جو کام مقرر ہیں وہ علم پڑھنا علم پڑھانا اور صدقہ دینا و قربانی کرنا اور کرانا (اس کام کو جگ یا گیگ کہتے ہیں) برہمن صدقہ لے سکتے ہیں۔ کھتری کے لئے جو کام مقرر ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) برہمن کی خدمت کرنا

(۲) ملک کی حفاظت کرنا اور اس غرض کے لیے لوگوں سے اجرت وصول کرنا
اور بدکاروں سے جرمانہ لینا۔

(۳) بدکاروں کو سزا دینا

(۴) مال جمع کر کے ضرورت کے وقت خرچ کرنا

(۵) ہاتھی، گھوڑے، بیل اور خادموں کی خبر رکھنا۔

(۶) سوال نہ کرنا

(۷) نیکیوں کا اعتبار زیادہ کرنا۔ لیکن کھتری نہ صدقہ دے سکتے ہیں نہ لے

سکتے ہیں اور نہ علم پڑھ سکتے ہیں اور نہ پڑھا سکتے ہیں۔

ویش (ہینے) کے لئے یہ کام مقرر ہیں۔

(۱) علم پڑھنا۔

(۲) خدمت کرنا۔

(۳) کھیتی باڑی کرنا۔

(۴) تجارت کرنا۔

(۵) بیل چرانا

شودروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ برہمنوں، کھتریوں اور ویشوں کی خدمت کریں، ان کے اترے ہوئے کپڑے پہنیں اور ان کا جھوٹا کھائیں۔ ان کے لئے مصوری، زرگری، نمک، شہد دودھ دہی گھی اور اناج کی تجارت جائز ہے۔ منوشاستر میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی شودر برہمن کو سخت بات کہے تو اس کی زبان کاٹ دی جائے کیوں کہ شودر برہما کے پاؤں سے پیدا ہوا ہے اور پاؤں سارے اعضاء جسمانی سے اونچی ہیں اور اگر کوئی کم ذات اشرف ذات کی نسبت گلوں پر بیٹھ

جائے۔ اسکو ملک بدر کر دیا جائے یا اس کے چوڑے میں زخم کر دیا جائے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ برہمن کو قتل کی سزا دینا نہایت بے وقوفی ہے۔ لیکن تین ذاتوں کے افراد کو قتل کی سزا دینا درست ہے۔ برہمن نے اگر سب سے زیادہ گناہ کیے ہوں تو بھی اس کو قتل کرنا نہیں چاہیے۔ بلکہ اس کو اس کے مال و اسباب کے ساتھ ملک بدر کیا جائے۔ برہمن کا بدن تمام دیوتاؤں کے رہنے کی جگہ ہے۔ اگر وہ مارا جائے گا ان دیوتاؤں کا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ برہمن کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ شودر کا مال بلا کسی وجہ کے لے سکتا ہے کیوں کہ شودر کو ملکیت کا حق ہی نہیں۔ اس کا مال و اسباب اس کے آقا کا ہے۔ یعنی برہمن کا مختصراً ”برہمن سب کا آقا“ کھتری اس کا سپاہی، ویش اس کا سوداگ، شودر اسکا غلام ہے۔ ان چاروں قوموں کے سوا باقی خلفت کو ملیج (نپاک) سمجھتے ہیں۔

جہاں تک ان چار اقوام کے تعین کا تعلق ہے تو سام وید اور اکثر پوتھیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ برہمن برہما کے منہ سے، کھتری برہما کے ہاتھوں سے، ویش اس کی رانوں سے اور شودر اس کے پاؤں سے پیدا ہوئے بعض نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ چار اقوام کی تقسیم راجہ شونک کے وقت میں ہوئی۔ بھگوت میں لکھا ہے کہ برہما نے اپنے آپ کو دو حصے کر ڈالا داہنا حصہ مرد بن گیا جس کا نام سویم بھومہ ہے اور بائیں مست روپا عورت اور پھر انھوں نے اپنی اولاد کو چار قسم پر کر دیا یعنی برہمن، کھتری، ویش اور شودر۔ ہندوؤں کے یہاں برہمنوں کی تعریف میں جو اشلوک پسندیدہ ہے وہ یہ ہے۔

ترجمہ: ”تمام دنیا دیوتاؤں کے تابع ہے اور دیوتا منتر کے تابع ہیں اور منتر برہمن کے تابع ہے لہذا برہمن میرا دیوتا ہے۔“

شودروں کی حیثیت ہندوؤں میں کیا ہے وہ منو شاستر کے اس بیان سے واضح ہوتی ہے۔ اگر برہمن کے ہاتھ سے کوئی جانور مثلاً ”کتا“، ”بلی“ یا مینڈک یا کوا وغیرہ مارا جائے تو اس کا کفارہ ایسا ہے جیسے کہ شودر کے مارے جانے کا۔ گویا شودر ان کے یہاں جانور سے بھی بدتر ہے۔

نوٹ: (۱) برہمن کی ایسی بزرگی ہے کہ ایک بار دھرم برہمن کی صورت بنا کر شیو درشن کی جو رو کے پاس گیا اور صحبت کا خواہاں ہوا اتنے میں شودر آپہنچا وہ یہ حال دیکھ کر کہنے لگا کہ میں باہر چلا جاتا ہوں تم فراغت سے پیش کرو۔ دھرم نے شیو درشن کی برہمن نوازی پر آفرین کی اور اپنی اصل صورت ظاہر کر دی اور چھتری راجوں کی عورتوں نے برہمنوں کے نطفہ سے اولاد حاصل کی ہے۔

(۲) چاند نے اپنے استلو پر ہست کی جو رو سے زنا کیا اس سے بدھ (ولد الزنا) پیدا ہوا۔ ہنود من جو سورج کا پوتا تھا کسی کی بد دعا سے عورت بن گیا تھا۔ بدھ کا اس سے نکاح ہوا اس سے راجہ پروردہ پیدا ہوا اور سری کرشن جی اور سب کو رو اور پانڈوں ہی کی اولاد ہیں۔ یہ دونوں خاندان جو کہ اولاد ہیں ولد الزنا کی ہندوستان میں شریف سمجھے جاتے ہیں۔

سوط۔ باب ۳۔ ص ۱۱۹

(۳) اندر من (ہندو متاخر) نے بی بی ہاجرہ (علیہ السلام) کے کثیر ہونے کا طنز کیا۔ حیرت کی بات ہے کہ ہندوستان کے علاوہ کسی اور ملک اور قوم میں کنیز کی اولاد کی شرافت میں کوئی کلام نہیں۔ اس کے علاوہ ہندو اپنے اسلاف کے متعلق غور نہیں کرتے کہ ان کے

نزویک بھوگنا (Sexual Inter Course) بلا عقد نکاح کے کوئی پاپ (گناہ) نہیں۔
 دیوداسی کی رسم کچھ عرصہ قبل تک ہندوؤں میں جاری تھی۔ یعنی جس عورت کے اولاد نہ ہو
 وہ کسی دوسرے شخص سے سنتان (اولاد) حاصل کر سکتی ہے۔ طرفہ تماشایہ ہے کہ یہ
 صورت جو حقیقت میں ”زنا“ ہے۔ ہندو مذہب کی رو سے جائز ہے جب کہ اسکندر بھاگوت
 اودھیا ۳۳ میں ہے کہ سامہ پر بھت نے سری کرشن جی کے کھول کوہوں کے ساتھ سن
 کر سکھ یوجی سے پوچھا کہ پرانی استریوں سے بھوگ کرنا تو نہایت ہی برا فعل ہے کرشن جی
 نے ایسا کیوں فرمایا کہ راجہ صاحب سامر تھے یعنی توفیق اور قدرت والے مختصراً ”سامر تھیں کو
 نہایت برے فعل بھی حلال ہیں۔“

देवा इत्यनान जगत् सर्वं भूत्रा ग्रामवद्वताः ॥
 ते मवा ब्राह्मणार्थीता ब्राह्मणा समान
 देवताः ॥

فصل ششم

عدالت اور انصاف

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ جو شخص عدالت میں دعویٰ دائر کرتا ہے اس کو مدعی کہتے ہیں اور جس شخص پر دعویٰ ہوتا ہے اس کو مدعا علیہ کہتے ہیں۔

اسلام میں انصاف کا طریقہ یہ ہے کہ مدعی کو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دو گواہ پیش کرنا لازمی ہے اور اگر دو گواہ اس کے دعویٰ کی تصدیق کر دیں تو قاضی کے نزدیک وہ شخص حق پر سمجھا جاتا ہے ورنہ مدعا علیہ کو حلف دیا جاتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مدعا علیہ قسم کھا کر مدعی کے دعویٰ کا انکار کرے تو اس کو سچا سمجھا جاتا ہے۔ اور جہاں تک قسم کا تعلق ہے تو قسم سوائے اللہ کے نام کے علاوہ کسی دوسری چیز کی جائز نہیں (بلکہ گناہ ہے) لیکن ہندوؤں کے یہاں ان کے بیوہار شاستر (معاملات کا شاستر) میں لکھا ہے کہ مدعی تین یا چار گواہ پیش کرے اور قابل اعتماد گواہ ایک بھی کافی ہے جب کہ قسم ان کے یہاں مدعی پر ضروری ہے یا حاکم جس کو چاہے قسم دلوائے۔ البتہ ہندوؤں کے یہاں مدعی پر ضروری ہے یا حاکم جس کو چاہے قسم دلوائے۔ البتہ ہندوؤں کے یہاں جو چیز سب سے زیادہ دلچسپ ہے وہ مختلف طریقے پر قسمیں ہیں مثلاً "قسم آٹھ طرح کی ہیں۔

(1) قسم کھانے والے کو ترازو کے ایک پلڑے میں بٹھا دیتے ہیں اور کچھ منتر پڑھتے ہیں اگر اس کا پلہ اونچا ہو جائے تو اس کو سچا سمجھا جاتا ہے اور نہیں تو جھوٹا یہ قسم برہمنوں کے لیے ہے۔

(۲) سات خط (Lines) زمین پر کھینچیں قسم کھانے والے کو غسل دے کر کچھ منتر پڑھیں سات پتے پتیل کے اس کے ہاتھ پر رکھیں اور ان پر سوت لپیٹیں اس کے بعد لوہا گرم کر کے ان پتوں پر رکھیں اور وہ شخص اسی طرح سے ان دائروں کے اندر قدم رکھتا ہوا چلے جب آخری دائرہ میں پہنچے تو لوہے کو گرا دیا جائے اس عرصہ میں اگر اس کے ہاتھ کو آج نہ پہنچے تو اس کو سچا سمجھتے ہیں۔ یہ قسم خاص ہے کھتریوں کے لیے۔

(۳) قسم کھانے والے کو گہرے پانی میں مشرق کی طرف منہ کرا کے کھڑا کریں پھر اس کو غوطہ دیں اور غوطہ دینے کے ساتھ ساتھ ایک آدمی سواچھ انگل کی کمان میں تیر (پیکانے کے بغیر) چلاوے اور ایک شخص تیز قدم اس تیر کو اٹھانے جاوے، تیر کو اٹھا کر لانے تک اگر وہ غوطہ کھانے والا شخص اپنا دم قائم رکھے تو اس کو سچا سمجھا جائے یہ قسم بیش (دیش) کے لیے ہے۔

(۴) تھوڑا سا زہر ہلا لیں گھی میں ملا کر اور اس پر کچھ منتر پڑھ کر قسم کھانے والے کو اس طرح کھلاویں کہ اس کا منہ جنوب کی طرف ہو اور کھلانے والے کا منہ مشرق کی طرف ہو یا شمال کی طرف ہو۔ اگر زہر اتنی مدت تک اثر نہ کرے جتنی دیر میں پانچ سو مرتبہ تلی بجائی جاسکتی ہے تو اس کو سچا سمجھا جائے اور فوراً زہر کے اثرات دفع کرنے کے لیے دوا کھلائی جائے یہ قسم شودر کے لیے خاص ہے کیوں کہ ہندوؤں کے یہاں بے چارے شودروں کی ہر طرح کی مہنتی ہے ان کے لیے قسم بھی ایسی رکھی جو ہلاکت خیز ہو۔

(۵) ایک بت کو ننلا کر دھون میں سے تین چلو قسم کھانے والے کو پلاویں اگر چودہ دن سے پہلے اس کو کچھ تکلیف نہ پہنچے تو سمجھئے کہ سچا ہے۔

(۶) سانھی کے چانولوں کو رات بھر مٹی کے برتن میں رکھ کر چھوڑیں اور

کچھ منتر پڑھ کر قسم کھانے والے کو اس طرح کھلاویں کہ اس کا منہ مشرق کی طرف ہو پھر اس کا تھوک پیپل کے پتے یا بھوج پتہ پر گراویں اگر تھوک میں خون نکلے یا اس کا منہ پر کسی طرف سو جن نظر آئے یا وہ شخص کانپنے لگے تو جانیں کہ جھوٹا ہے۔

(۷) مٹی یا کانسی کا برتن لیا جائے جو سولہ انگل لمبا اور اسی قدر چوڑا ہو اور چار انگل گہرا ہو۔ اس میں چالیس تولہ گھی یا تلوں کے تیل کو خوب جوش دیں اس میں ایک ماشہ سونا ڈال دیں قسم کھانے والا اگر دو انگلیوں سے اس سونے کو نکال لے اور اس کا ہاتھ نہ جلے تو اس کو سچا جانیں۔

(۸) دھرم یعنی راستی کو صورت چاندی سے اور آدھرم یعنی ناراستی کی صورت لوہے سے بنا کر نئے کوزے میں ڈالیں یا دھرم کی صورت سفید پرچہ یا بھوج پتر پر لکھ کر اور آدھرم کی صورت سیاہ پرچہ پر لکھ کر کوزے میں ڈال دیں اور قسم کھانے والا ان دونوں میں سے ایک کو نکال لے اگر دھرم کی صورت اس کے ہاتھ میں آجائے تو اس کو سچا جانے۔ یہ آٹھ طرح کی قسمیں ہوتیں ان میں سے آخری چار طرح کی قسمیں ہر قوم کے لیے جائز ہیں۔

باب چہارم

ہندوؤں کے اسلام پر اعتراضات

سب سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اسلام میں جو بھی تعلیمات ہیں وہ احکام خداوندی ہیں جو حضرت (محمد) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کا پیغمبر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم انتہائی خوش اخلاق اور نیک افعال تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو معجزات بھی عطا فرمائے تھے۔ لہذا مسلمانوں کے لیے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بجا لانا فرض ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے لیے تو ہر اعتراض کا یہی جواب کافی ہے کہ ہم وہ کام کرتے ہیں اور اس طرح کرتے ہیں جیسا کہ ہم کو ہمارے مخبر صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے اور خود کر کے دکھلایا ہے۔

اعتراض نمبر ۱

ہندو مسلمانوں کی اس بات کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے یہاں جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی خدا کے ان احکامات کے تحت ہوتا ہے جو برہما اور دوسرے دیوتاؤں اور کھیشروں (بزرگوں) کی زبان سے معلوم ہوئے ہیں۔ اور جس طرح مسلمانوں کے نبی کے ہاتھ پر معجزے ظاہر ہوئے اسی طرح ہمارے بزرگوں سے بھی خوارق عادت ظاہر ہوئی ہیں جیسے کہ برہما کی خواہش سے اس کے چار منہ ہو گئے اور بشن نے اپنی کرامات سے جلندر دیت کی صورت اختیار کر لی۔ اسی طرح کشن کی

ہزار بیویاں تھیں اور رات کو کشن جی اکیلے ہی ہر ایک کے محل میں ہوتے تھے نیز کشن نے ایک بار پہاڑ کو ہاتھ پر اٹھالیا تھا۔ اور مہادیو کے غصے کی تیزی سے جلد ریت پیدا ہو گیا تھا۔ لہذا جس طرح معجزات کا ظاہر ہونا مسلمانوں کے پیغمبر صاحب کی صداقت کی دلیل ہے اسی طرح خرق عادت ہمارے بزرگوں کی صداقت کی دلیل ہے اور جس طرح مسلمانوں کے لیے اپنے پیغمبر کا کہنا اصل دین ہے یعنی لازمی ہے اسی طرح ہم کو (ہندوؤں کو) بھی اپنے بزرگوں کا کہنا ماننا ضروری ہے۔ اور ہم (ہندو) جو کام کرتے ہیں ان ہی کے بتلانے کے مطابق کرتے ہیں تو پھر تم (مسلمان) ہم پر کیوں اعتراض کرتے ہو۔

جواب: (مسلمانوں کی طرف سے)

ہمارے (مسلمانوں کے) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جو معجزات ظاہر ہوئے وہ معتبر روایتوں سے ثابت ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش اخلاقی اور پاکیزہ کرداری بھی اسی طرح ثابت ہے۔ یہی نہیں بلکہ جن اشخاص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش اخلاقی یا پاکیزہ کرداری بیان کی ہے ان کا راست گو (سچا) ہونا بھی ثابت ہے۔ اس غرض کے لیے ہمارے بزرگوں نے ایک فن کی بنیاد ڈالی اس کو ”اسماء الرجال“ کہتے ہیں۔ اس فن کو استعمال کرنے والے ”محدثین“ کہلاتے ہیں۔ اس فن کا مقصد یہ معلوم کرنا ہے کہ کون راوی (بیان کرنے والا) سچا ہے کون ضعیف ہے اور کون قطعی جھوٹا ہے۔ کس کا حافظہ قوی تھا کس کا حافظہ کمزور تھا نیز کس کا کردار قابل اعتماد تھا۔ اور کون بسیار گو ناقابل اعتماد تھا۔ یہ فن اس قدر عجیب ہے کہ اس میں ہزارہا افراد کے حالات زندگی نقل کیے گئے ہیں اور سینکڑوں محدثین نے جرج و تعدیل کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ کون سی

روایت صحیح ہے کون سی ضعیف یہ بات مختصر کی جارہی ہے ورنہ اس سے متعلق ہزار ہا کتابیں موجود ہیں۔ اس جدوجہد کا یہ نتیجہ نکلا کہ اب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ نظر آتا ہے۔ برخلاف اس کے ہندوؤں کے یہاں اس قسم کی کوئی تحقیق نہیں ہو سکی نہ سچے کی خبر ہے نہ جھوٹے کی اس کے علاوہ دیوتاؤں کے افعال قبیحہ اس قدر واضح ہیں کہ کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ دیوتاؤں کے افعال قبیحہ ہی نہیں بلکہ ناممکن العمل ہیں۔ اور اس لیے کسی عنوان بھی قابل توجہ نہیں۔

اگر ہندو یہ کہیں کہ ان کے بتوں کے افعال قبیحہ جو ان کی پوتھیوں میں لکھے ہیں سچ ہونے کے باوجود ان سے خرق عادات کا ظہور ہوا بلکہ بعض مسلمان فقیر جو بھنگ پیتے ہیں اور شرابی، بے نمازی اور فاسق ہوتے ہیں ان کے ہاتھ سے خرق عادات ظاہر ہوتے ہیں اور مسلمان ان کے خرق عادات کو کرامت کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً ”ایسے لوگ جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ مسلمانوں کے نزدیک نہ نیک بخت ہیں اور نہ ولی بلکہ کم بخت اور شدید گناہ گار ہیں۔ ان کا خرق عادت ہر گز ہرگز کرامت نہیں بلکہ اس کو ”استدراج“ کہتے ہیں۔ جس کے لیے تفصیل ضروری ہے جو یہ ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک خرق عادت کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) معجزہ: جو کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر ظاہر ہو جس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہو اور اس کے دعویٰ کی تصدیق کے لیے حق تعالیٰ کے حکم سے ظاہر ہو جیسے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات اس کتاب میں بیان ہوئے ہیں۔

(۲) ارہاص: ایسے خرق عادات واقعات جو پیغمبر ہونے سے قبل اس

کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے ہوں جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے قبل پتھر اور درخت نے سلام کیا۔

(۳) کرامت: ایسے خرق عادات واقعات جو کسی ولی کے ہاتھ سے ظاہر ہوں۔

(۴) معونت: ایسے خرق عادات واقعات جو کسی عام نیک و پرہیزگار مسلمان کے ہاتھ سے ظاہر ہوں۔

(۵) استدراج: ایسے خرق عادات واقعات جو کسی مسلمان بدعتی، فاسق، بے نمازی شرابی وغیرہ یا کافر کے ہاتھ سے ظاہر ہوں۔

(۶) اہانت اور خذلان: جو کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر ظاہر ہوں جس نے جھوٹا دعویٰ پیغمبر ہونے کا کیا ہو۔ جس طرح مسیلمہ کذاب نے ملک یمامہ میں کیا تھا۔

مسیلمہ کذاب کا بیان:

مسیلمہ کذاب کا بیان اس زمانہ میں زیادہ ضروری ہے کیوں کہ آج کل پیغمبری کے جھوٹے دعویٰ ہوتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسیلمہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا کہ زمین آدھی ہماری ہے اور آدھی تمہاری لیکن تم قریشی لوگ ظالم ہو کہ ساری زمین یعنی تمام نواح عرب وغیرہ اپنے قبضہ میں کر رکھی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ایک عالی شان فرمان لکھوایا اس فرمان کا حاصل مطلب یہ تھا کہ یہ خط ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام، زمین نہ میری ہے نہ تیری بلکہ اللہ کی ہے تو نے یمامہ کے لوگوں کو تباہ کر دیا۔ اللہ تجھ کو تباہ

کروے۔ کہتے ہیں کہ مسیلمہ نے سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کر کے وہ پانی کنویں میں ڈالا تو اس کنویں کا پانی زیادہ ہو گیا اور میٹھا ہو گیا۔

مسیلمہ نے یہ سن کر خود بھی ایسا ہی کیا مگر اس کنویں کا پانی ہی عائب ہو گیا اور جو کچھ رہا وہ کھاری ہو گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بیمار لوگوں کے حق میں دعا کرتے ہیں تو وہ اچھے ہو جاتے ہیں مسیلمہ نے بھی ایک لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیرا مگر وہ گنجا ہو گیا۔ اس نے ایک اور لڑکے کے حلق میں انگلی ڈالی مگر اس کی زبان ٹوٹ گئی اور ایک مرتبہ اپنے وضو کا پانی ایک بلغم میں چھڑک دیا پھر کبھی اس بلغم میں گھاس نہ لگی۔ اسی طرح کے اور واقعات ہیں۔ مختصراً اس کے خرق عادات اس کے دعویٰ کے برخلاف ظاہر ہوا کرتے تھے جس سے وہ وہ مردود ہوتا اور ذلیل ہو جاتا۔ مسیلمہ کذاب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی لڑائی میں مارا گیا۔

الحاصل:

ان سب خرق عادات سے چار قسمیں یعنی معجزہ، ارہاص، کرامت اور معونت تو فائدہ دینے والی ہیں اور باقی دو قسمیں یعنی استدراج اور اہانت جس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں اس کے حق میں مفید نہیں ہوتیں بلکہ سراسر مضر ہوتی ہیں۔

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ نتیجہ واضح ہے کہ ہندوؤں کے ہاں جن امور کو معجزات کہا جاتا ہے وہ سراسر لغو اور بے بنیاد ہیں اور ان کے دیوتاؤں کے افعال ذمہ اس قدر کھلے ہوئے ہیں کہ کوئی بھی صاحب عقل انسان ان کے قریب قیاس سمجھ ہی نہیں سکتا۔

• اعتراض نمبر ۲: (ہندوؤں کی جانب سے)

یہ کیسی بے شرمی کی بات ہے کہ مسلمان اپنے چچا کی بیٹی سے جو بہن ہوتی ہے اس سے نکاح کر لیتے ہیں۔

جواب: اگر دیکھا جائے تو چچا کی بیٹی اور ماموں کی بیٹی دونوں بہنیں ہوتی ہیں کیوں کہ پہلے باپ کے بھائی کی بیٹی ہوتی ہے تو دوسری ماں کے بھائی کی۔ لیکن ہندوؤں میں ماموں کی بیٹی سے نکاح کرنا تو جائز ہے۔ جب کہ چچا کی بیٹی سے درست نہیں۔ یہ کیسی عجیب بات ہے۔ اس بات کو سننے کے بعد بعض ہندوؤں کا بیان ہوتا ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کہ ان کے یہاں ماموں کی بیٹی سے نکاح کرنا درست ہے۔ ہندوؤں کا یہ جواب ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کیوں کہ شاستروں کے مطابق بیٹی کو دینے کے لیے بھانجے سے زیادہ کوئی اور مستحق نہیں اور بعض شاستروں میں تو یہاں تک لکھا ہے۔

दृष्ट्या माननी कन्या उत्तरे मानसमाना।
प्राप्त जमे कि रिमा नश्चि सवयो दोषा निंदने

اس تحریر کے ہوتے ہوئے پنڈت عشق لال کیتھلی (اس زمانہ کا ہندو مناظر) نے کہا تھا کہ ماموں کی بیٹی تو اپنی قوم سے خارج ہوتی ہے جب کہ چچا کی بیٹی اپنی قوم میں داخل ہے۔

جواب: چچا کی بیٹی کا باپ کی قوم میں سے ہونا اور ماموں کی بیٹی کا ماں کی قوم میں سے ہونا ایک ہی بات ہے یعنی قرابت ثابت ہے اور اس کا بہن ہونا ہر دلیل سے ہے۔ لیکن حیرت ہوتی ہے کہ تمہارے قول کے مطابق تمہارے برہما نے اپنی بیٹی سارستی جو اسی قوم میں سے تھی بیاہ کے بغیر جماع کا قصد کیا اور اس کو

اپنی جو رو بنایا اور پھر اپنے بیٹے سے بیاہ دیا کیا یہ بے شرمی کی بات نہیں۔ یہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سی باتیں بے شرمی کی ہیں۔

(۱) تمہارا (ہندوؤں کا) پیشوا اور شاستروں کا مصنف بیاس تمہارے ہی بقول پراسرار رکھ کے مچھووری سے زنا کے نتیجہ میں پیدا ہوا۔

(۲) دروپدی جو کشن جی کی بھگتنی تھی اس کے تمہارے ہی بقول پانچ شوہر تھے۔ اس بارے میں تمہارا کہنا یہ ہے کہ یہ پانچوں خاوند اپنی باری سے پہلے دروپدی کو آگ میں جلا کر پھر زندہ کر لیتے تھے۔ یہ کیسی دلچسپ بات ہے جلنے کے بعد بھی روح تو وہی رہتی تھی خالی جسم کا جل جانا اور پھر وہی جسم پیدا ہو جانا کسی قسم کا فرق پیدا نہیں کرتا۔

(۳) کنتی جو راجہ پانڈ کی بیوی تھی بتلایا جاتا ہے کہ اس سے کئی دیوتاؤں نے زنا کیا اور اس طرح زنا کے نتیجہ میں پانچوں پانڈے پیدا ہوئے جو ولد الزنا ہوئے۔

(۴) بیاس جو ہندوؤں کا پیشوا ہے اس نے اپنی بھالیوں سے زنا کیا۔

(۵) تمہارا (ہندوؤں) ہی کا کہنا ہے کہ اندر جو بہشت کا راجہ ہے اس نے چندر ماں دیوتا کی رفاقت سے الہیا (گوتم کو بیوی) سے زنا کیا لہذا گوتم کی بددعا سے اس کے بدن پر ایک ہزار فرج ظاہر ہو گئیں۔

(۶) ہندوؤں کے ہی بقول رام چندر کی بیوی سیتا کو راوین دیت پکڑ کر لے گیا۔ پھر جب وہ رام چندر کے گھر میں آئی تو رام چندر نے غیرت سے اس کو جنگل میں نکال دیا پھر لا کر اپنے گھر میں رکھا ان سب بیانات کے بلوجود ہندو ان عورتوں میں سے کچھ کو کنواری (معصوم) سمجھتے ہیں۔

(۷) ہندوؤں میں تمام مرد اور عورتیں مہادیو کے لنگ کو پوجتے ہیں۔

(۸) ہندوؤں میں یہ مشہور ہے کہ برہما اور بشن مہادیو کے آلت کو ناپنے لگے۔

(۹) بام مارگی ہندو تو فرج کی پوجا کرتے ہیں۔

(۱۰) تمہارے (ہندوؤں کے) بقول مہادیو پر نیند کی حالت میں شہوت غالب ہوئی اور اس کا لنگ کھڑا ہوا۔ پاربتی نے یہ سوچ کر کہ اس کی شہوت ضائع نہ ہو جائے اس کے لنگ کو اپنی فرج میں داخل کر لیا اور اس پر بیٹھ گئی۔

لنگ زیادہ ہونے لگا یہاں تک کہ آسمان تک پہنچا مگر پاربتی بھی اس پر بیٹھی رہی جب دیوتاؤں کے مقام پر پہنچا تو پاربتی کو شرم آئی۔

(۱۱) تمہارے بقول مہادیو جی برہمنوں کی عورتوں میں اپنے لنگ کو ننگا کر کے جا کھڑے ہوئے۔ ایسی ہی متعدد شرم ناک باتیں ہیں کہاں تک بیان کی جائیں حیرت ہے کہ سمجھدار افراد (ہندو) بھی ان (خرافات) کو صحیح قبول کرتے ہیں اور اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۳ (ہندوؤں کی طرف سے)

مسلمان بڑے گندے ہیں کہ پاخانہ سے نکل کر ہاتھ پاؤں مٹی سے مل کر نہیں دھوتے اور نہ کلی کرتے ہیں نہ برتن کو مانتے ہیں۔

جواب: مسلمان جس طرح نجاست کو صاف کرتے ہیں وہ ہندوؤں کو تو نصیب نہیں۔ اولاً "نجاست کو مٹی کے ڈھیلوں سے صاف کرتے ہیں پھر پانی استعمال کرتے ہیں تاکہ نجاست کا مطلق اثر پانی نہ رہے۔ ہاتھ پیر تو اس وقت دھوئیں جب نجاست ہاتھ یا پیر کو لگے اور اسی طرح برتن کو کیوں دھوئیں جب اس کو نجاست لگی ہی نہیں۔

اعتراض نمبر ۴:

مسلمان اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا لیتے ہیں اور ایک دوسرے کا جھوٹا کھانا کھا لیتے ہیں اور جھوٹا پانی پی لیتے ہیں۔

جواب: آدمی کا منہ ناپاک نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو اس سے اللہ پاک کا نام لینا بھی درست نہ ہوتا۔ اور جب منہ پاک ہے تو ایک دوسرے سے نہ پختے کی کیا ضرورت ہے۔ ہندو آدمی کو جو اشرف المخلوقات ہے اس کو تو ناپاک (پلید) سمجھتے ہیں۔ (لیکن گھوڑے کا منہ اور گائے کے گوبر اور پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں) مولوی فضل امام صاحب (مرحوم) نے اس بارے میں بڑا اچھا جواب دیا کہ مسلمان ایسا باہمی محبت کی وجہ سے کرتے ہیں دیکھو دس گائیں ایک ساتھ گھاس کھا لیتی ہیں مگر کتے دو بھی ایک ساتھ نہیں کھاتے یہی بات شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہی ہے۔ خود ہندوؤں کے شاستروں میں لکھا ہے کہ جگن ناتھ میں برہمن، کھتری، ویش اور شودر سب مل کر کھا سکتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۵:

مسلمانوں کے دین میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ قاطع الاشجار (درخت کاٹنے والا) ذابح البقر (گائے کا ذبح کرنے والا) اور دائم الخمر (ہمیشہ شراب کا پینے والا) کو اللہ کبھی نہیں بخشے گا۔ لیکن پھر بھی مسلمان گائے کو ذبح کرتے ہیں۔

جواب: ان میں سے پہلی دونوں باتیں جھوٹ پر مبنی ہیں البتہ شراب کا پینا اسلام میں حرام ہے لیکن کوئی یہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ شراب کا عادی کبھی بخشا نہیں جائے گا کیوں کہ کوئی گناہ ہو اور جب گناہگار اس سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے بلکہ اللہ اپنی رحمت سے بدون توبہ کے بھی

بخش سکتا ہے۔ دنیا میں انسان اللہ کا نائب ہے اور اللہ نے (بہ حیثیت خالق کے) اپنے نائب کو منسلک اور باتوں کے گلے کو ذبح کرنے کی اجازت دی ہے اور یہ کام اللہ کے نام پر کیا جاتا ہے۔ کسی دیوی یا دیوتا کے نام پر نہیں۔ دوسرے گلے کو ذبح کر کے کھانا تو ہندوؤں کو اس قدر ناگوار ہے لیکن اسی گلے کے چمڑے کو استعمال کرتے ہیں۔ تیسرے ہندوؤں کی کتاب منو سمرتی میں لکھا ہے کہ جب برہمن کا بیٹا کاشی (بنارس) سے علم حاصل کر کے آوے تو اس کا باپ اس کا استقبال کرے اور گلے ذبح کر کے اس کی گرما گرم کھال بیٹے کے بدن پر رکھے۔ ہندوؤں کے یہاں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ گلے کا ذبح کرنا اور کھانا کارِ ثواب ہے یہاں تک کہ اگر کوئی گلے کو چوری سے ذبح کر کے کھالے اور اس کے ساتھ تھوڑا سا جھوٹ بھی بولنا پڑے تو بھی اس کی نجات ہو جاوے گی۔ اس کی تصدیق مسیح پوران سے ہوتی ہے جس میں لکھا ہے کہ کو تک کے سات بیٹے تھے اس کے مرنے کے بعد قحط پڑا جب ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا تو وہ گرگ رشی کے پاس چلے گئے۔ اس نے ان کو اپنی گلے چرانے کے لیے جنگل میں بھیج دی۔ جنگل میں جا کر مارے بھوک کے اس گلے کو ذبح کر کے دیوتاؤں پر چڑھا کر کھا گئے۔ شام کو آکر گلے کے مالک سے کہنے لگے کہ تمہاری گلے کو شیر نے کھالیا۔ چنانچہ اس نیکی کے سبب ان کی پریم گت (نجات) ہو گئی۔ اب غور کیجئے جس دین میں دوسرے کے مال کو اس طرح کھایا جاتا ہے اور جھوٹ بولنا گناہ نہ ہو کیا وہ دین نجات کا سبب ہو سکتا ہے؟ جہاں تک گلے کی قربانی کا تعلق ہے تو اس کا ذکر گرگ وید میں آیا ہے۔

اعتراض نمبر ۶:

گلے ہندوؤں کو تو دودھ دیتی ہے تو کیا مسلمانوں کو موت (پیشاب) دیتی ہے جو وہ اس کی تعظیم نہیں کرتے۔

جواب: گلے مسلمانوں کو دودھ بھی اور گوشت بھی مگر موت تو وہ ہندوؤں کو دیتی ہے جس کا پینا ان کے یہاں جائز ہی نہیں کارِ ثواب ہے۔
اعتراض نمبر ۷:

ہندو سے مسلمان ہو جاتے ہیں مگر مسلمانوں میں سے کوئی ہندو نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھی چیز بگڑ کر خراب ہو جاتی ہے مگر بری چیز اچھی نہیں ہوتی جیسے لذیذ غذائیں گندگی بن جاتی ہیں مگر غلاظت اناج نہیں بنتی۔

جواب: ہندوؤں کا یہ کہنا غلط ہے کہ بری چیز اچھی نہیں بن سکتی خود ہندوؤں کے یہاں بیان ہوا ہے کہ سدھنا تھائی اور گنگا کچنی راجہ نل پہلوان اور گوپی چندر پھر تری راجہ یہ سب لوگ پریشور کے بھگت ہوئے اور بڑے اچھے ہو گئے۔ اسی طرح کافر (جو برا ہے) کلمہ پڑھنے سے مسلمان یعنی اچھا ہو جاتا ہے۔ اور سب گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

اعتراض نمبر ۸:

مسلمان ہر قوم کے لوگوں کو اپنے میں شامل کر لیتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی کم ذات (چمار چوہڑا) کیوں نہ ہو۔

جواب: مسلمانوں کا دین یعنی اسلام سمندر کی طرح ہے جس میں تمام دنیا کے ندی نائے آکر مل جاتے ہیں اور ایک ہو جاتے ہیں اور پاک ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب کسی حوض کا پانی خود ہی گندہ ہو تو وہ دوسری چیزیں جو اس میں شامل

ہوں گی وہ کس طرح گندگی سے پاک ہوں گی اس کے علاوہ گندگی دو قسم کی ہوتی ہے ایک گندہ ہونا جسم کا، دوسرے گندہ ہونا روح کا، جسم پلید ہوتا ہے ان چیزوں سے جو آنکھوں سے گندی نظر آتی ہیں جب کہ روح پلید ہوتی ہے برے اعتقادات سے مثلاً "اللہ کے علاوہ کسی اور کو دنیا کا مالک حاکم اور واجب الوجود اور غیب دان سمجھنا اور اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا، پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں کی تعلیمات سے بے بہرہ رہنا وغیرہ وغیرہ نیز وہ کام جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیے ہیں اور نہ ان کا حکم دیا ہے ان کو مستحسن اور دین کے کام قرار دینا برے اخلاق اختیار کرنا مثلاً "حسد، کینہ، اور باہمی رنجش رکھنا، مل و دولت سے محبت کرنا، ناہوں پر دلیر ہونا وغیرہ۔

واضح رہے کہ بدن پر لگی ہوئی گندگی تو پانی سے دھل کر صاف ہو جاتی ہے لیکن روحانی ناپاکی بڑی مشکل سے دور ہوتی ہے بالخصوص کفر کی ناپاکی یہ سب تسلیم کریں گے کہ جب تک روح کی ناپاکی دور نہ ہوگی بدن کی صفائی بے کار ہے۔ اور جب روح پاک ہوگی تو کیسا چمار، کیسا چوڑا، کیسا برہمن، کیسا شودر سب برابر ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اسلام میں جو شخص داخل ہوتا ہے اس کو سب سے پہلے یہ تلقین کی جاتی ہے کہ

(۱) اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی روا نہیں

(۲) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں ان کی متابعت ہر کسی پر فرض ہے۔ پھر اس کو تفصیلی طور پر ایمان سکھایا جاتا ہے اور کفریات سے توبہ کرائی جاتی ہے۔ پھر اس کو غسل دینا ضروری (مستحب) ہے۔ جب کہ ہندو چوہڑے اور چماروں کو بدن کی ناپاکی کی بناء پر برا سمجھتے ہیں اور حیرت ہے کہ روح کی ناپاکی جو سب سے بری ناپاکی ہے اسکی طرف توجہ نہیں دیتے۔ یہ

ہندوؤں کی نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔

اعتراض نمبر ۹:

ختنہ کے متعلق ہندوؤں نے کہا کہ مسلمان جو ختنہ کرتے ہیں تو اگر یہ کام اتنا ہی ضروری ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو ختنہ کیا ہوا پیدا کرتا۔

جواب: مسلمانوں کو تو اللہ کی پسند ہونے کا علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے معلوم ہوا اور اگر اللہ کو یہ کام پسند نہ ہوتا تو اپنے رسولؐ کی زبان سے نہ کہلواتا اور اللہ کے رسول ﷺ وہی کہتا ہے جو اللہ کی مرضی ہوتی ہے یعنی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ لیکن جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے تو وہ تو زندگی ہی کو ناپسند کرتے ہیں ان میں کوئی جیتی جاگتی عورت کو آگ میں جلا دیتا ہے، کوئی کاشی (بنارس) میں جاکر آ رہے کے ذریعہ خود کو چروا کر مرجاتا ہے کوئی پہاڑوں کو نکل جاتا ہے اور برف میں گل سڑ جانے کو پسند کرتا ہے اور ایسی موت کو کارِ ثواب سمجھتا ہے۔ یہ کام اب تو کم ہو گئے لیکن عورت کو جلا دینے کی رسم (ستی) باوجود ملک کے قانون کے موجود ہے۔ کیوں کہ تمہارے (ہندوؤں) کے دین کے متوالے اس سے باز نہیں آئے جب کہ اسلام میں کسی بھی ذریعہ سے ہو خودکشی حرام ہے۔ اس کے علاوہ ہندو اگر کوئی چارپائی پر مرجاوے یا عورت بچہ کی ولادت کے دوران مرجاوے یا کوئی پانی میں ڈوب کر یا آگ میں جل کر حادثاتی طور پر مرجاتا ہے تو اس کو حرام موت سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں مرنے والے کا کوئی قصور نہیں جب کہ ایسی تمام اموات کو اسلام میں شہادت (ناقص) کا درجہ دیا جاتا ہے۔ آخر میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہندوؤں کے یہاں ڈاڑھی منڈانا اچھا سمجھا

جاتا ہے تو اگر یہ کلام اللہ کو پسند ہوتا تو وہ تم کو (ہندوؤں کو) ڈاڑھی کے بغیر پیدا کرتا۔ اسلام میں تو نبی کا کیا ہوا کام سنت ہے اور اس کا اتباع (اس جیسا کام کرنا) ضروری ہے۔ لہذا مسلمان ڈاڑھی رکھتے ہیں اور اسی کے حکم کے مطابق موئے زہار (زیرین ناف) کا مونڈنا سنت ہے۔
اعتراض نمبر ۱۰

مسلمان جاندار کو ذبح کر کے کھالیتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ جیسا اپنا جی ہے ویسا ہی ان جانداروں کا ہے۔

جواب: اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ انسان کے لیے ہے اس میں جاندار بھی شامل ہیں لہذا اس نے (اللہ) نے جن جانوروں کو ذبح کر کے کھانے کی اجازت دی ہے مسلمان ان کو ذبح کر کے کھاتے ہیں اور جن سے منع کیا ہے ان کا کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ یہ اجازت اس ہستی کی طرف سے ہے جس نے جانوروں کو بھی پیدا کیا ہے اور انسان کو بھی۔

اس کے علاوہ ہندوؤں کے دھرم شاستر میں لکھا ہے کہ جو جانور کھانے میں آتے ہیں اور جو لوگ انہیں کھاتے ہیں دونوں کو برہما نے پیدا کیا ہے۔ لہذا اگر دھرم شاستر میں بتائے ہوئے طریقہ پر ان کو کھایا جائے تو کچھ گناہ نہیں۔ نیز دیوتاؤں اور مرحوم (مرنے والے) بزرگوں کے نام پر گوشت چڑھا کر کھانا پاپ نہیں بتلایا گیا۔ اسی طرح برہمنوں کو گرگٹ، چھکلی، مگر مچھ، خرگوش اور گوہ، کچھوارہو مچھلی کھانا درست ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس جواب کے بعد ہندو یہ کہیں کہ یہ پچھلے زمانے کی بات ہے۔ اب ایسا نہیں ہے۔ ان کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں اور حقیقت کے خلاف ہے چونکہ اب صرف بیشو لوگ (بشن کو پوجنے والے) تو گوشت کھانا

مطلق حرام سمجھتے ہیں لیکن شیو لوگ (شب کے پوجنے والے) دیوی کے تھان پر
 بکری اور بھینے قربان کرتے ہیں۔ شاستروں میں اور بھی قربانیاں مذکور ہیں جن کو
 جائز قرار دیا گیا ہے۔

دین اسلام کی خوبیاں

دین اسلام میں جتنی خوبیاں ہیں ان کا بیان کرنا بہت مشکل اور وقت طلب کام ہے اس احساس کے ساتھ میں اپنی استعداد کے اعتبار سے صرف چند خوبیوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

پہلی خوبی: توحید

یعنی کسی کو اللہ کی ذات اور صفات اور افعال میں شریک نہ کرنا۔ یونان کے فلسفی اور حکماء ہند بلکہ ہر صاحب عقل انسان توحید کو اچھا جانتا ہے۔ یہ توحید اسلام میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ اللہ کے سوا کسی اور کو کسی بھی قسم کا سجدہ حرام ہو گیا۔ بلاؤں اور آفات سے محفوظ رہنے اور حاجتوں کی برآری کے لیے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور سے رجوع کرنا منع ہو گیا۔ تصاویر بنانا، قبر کی نقل بنانا، جھوٹی قبر بنانا، اور اس کی زیارت کرنا یہ سب کام بت پرستی میں شمار کر کے حرام کر دیئے گئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا بھی ناجائز قرار دیا گیا۔ دوسری خوبی: نبی کریمؐ کی سنت کا اتباع کرنا:

قریب قریب ہر دین میں خرابیوں کی بنیاد بدعت کے اختیار کرنے سے پڑی ہے۔ اس خدشہ کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی بارہا تاکید

سے فرمایا کہ میرے اور میرے اصحاب کے قول و فعل سے مطلق تجاوز نہ کرنا (نہ گھٹانا بڑھانا) یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ میری امت کے لیے ہر سو برس کی ابتداء میں ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس دین کو بدعتوں سے صاف کر کے تازہ کرے گا۔ چنانچہ ہر صدی کے شروع میں ایسے شخص ظاہر ہوتے رہے جن کے سبب دین اسلام تازہ ہوتا رہا اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔^۱
تیسری خوبی: اعتقاد کی درستگی:

جس کا بیان اس کتب کے پہلے باب میں ہوا ہے۔
چوتھی خوبی:

اسلام میں بدنی اور مالی عبادات ایسی ہیں کہ جس سے دل و جان کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ ان عبادات میں سے نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ تمام مخلوقات^۲ نماز ہی میں رہتی ہے یعنی اکثر فرشتے ذکر، حمد، تسبیح و تقدیس وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں۔ درخت قیام میں، پہاڑ قعدہ میں، چار پائے رکوع میں اور حشرات و الارض سجدہ میں۔ حق تعالیٰ نے ان سب کی نماز جمع کر کے مسلمانوں کو عنایت کر دی۔ کیوں کہ سب افعال نماز میں موجود ہیں۔
پانچویں خوبی:

معاملات، رعیت داری، حقوق والدین و زوجین، حقوق ہمسایہ مسافر یتیم، قیدی، مسکین وغیرہ، آداب طعام، آداب لباس، آداب نکاح وغیرہ اسلامی تعلیمات میں اس تفصیل سے بیان ہوئے ہیں کہ انسانی زندگی سے متعلق جس کسی مسئلہ کی

احتیاج ہو وہ مسئلہ دین کی کتابوں میں موجود ہوتا ہے کہ حتیٰ کہ پیشاب پاخانہ کرنے کے صحیح طریقے بھی بتلائے گئے ہیں اس وجہ سے اس دین حق کو زندگی کے لیے ایک مکمل و جامع ضابطہ حیات تسلیم کیا گیا ہے۔

حکایت عجیبہ:

اکبر آباد (اگرہ) میں ایک انگریز نے ایک مسلمان سے پوچھا کہ دین اسلام کے حق ہونے کی دلیل کیا ہے۔ ان بزرگ نے رسول اللہ کے معجزات اور چند اور دلیلیں بیان کیں۔ وہ انگریز یہ سب کچھ سنتا رہا اور پھر اس نے کہا کہ ان دلائل کے علاوہ دین اسلام کے حق ہونے کی ایک اور دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارا جو قانون عدالت مقرر ہوا تو کئی سو قانون دانوں نے مختلف اطراف سے جمع ہو کر یہ قانون اپنی عقل کے زور سے مقرر کیا۔ ہمارا ملک یونان سے قریب ہے اور اس ملک کے عقل مندوں کی عقل تیز ہوتی ہے پھر بھی کئی سو برس آپس کے مشورے سے یہ قانون مقرر کیا گیا لیکن اس کا حال یہ ہے کہ ہر چار پانچ برس میں اس میں تغیر آجاتا ہے لیکن اسلامی شریعت ایک شخص کی زبان سے بدون مشورہ و اصلاح صرف تیس برس کی مدت میں مقرر ہو گئے۔ اس وقت سے اب تک اس میں کچھ فتور اور نقات نہیں آیا۔ لہذا میرا (اس انگریز کا) یہ خیال ہے کہ یہ کام وحی کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہ بات سکران بزرگ نے اس انگریز سے کہا کہ جب یہ بات ہے تو تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ انگریز نے جواب دیا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو پھر یہ پانچ سو ماہوار تنخواہ کون دے گا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ انگریز مسلمان ہو گیا اور اس کی تنخواہ بھی بحال رہی۔

چھٹی خوبی:

علم اخلاق، تصوف اور تزکیہ نفس جس طرح اسلامی تعلیمات میں بیان ہوا ہے۔ اس انداز سے کسی اور دین میں بیان نہیں ہوا۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں، احیاء العلوم والدین اور کیمیائے سعادت اس بارے میں معروف و مشہور ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مضامین قرآن پاک اور حدیث سے نکلے ہیں۔
ساتویں خوبی:

اللہ کا کلام جس صحت کے ساتھ اس دین (اسلام) میں محفوظ ہے کسی اور دین میں نہیں۔
آٹھویں خوبی:

علماء، اولیاء و صلحاء جتنے اس دین اسلام میں ہوئے ہیں کسی اور دین میں نہیں۔
نویں خوبی:

ایسی کوئی بات جو عقل کے خلاف ہو اس دین میں نہیں۔ اور جو اعتراضات دوسرے دین والوں نے کئے ہیں ان کے شافی جواب دیئے گئے ہیں۔
دسویں خوبی:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع جمیع خصائل حسنہ ہونا اور ہر طرح کے معجزات کا

ظہور حضرت کے ہاتھ پر ہونا اور اللہ تعالیٰ کا سب پیغمبروں کی خوبیوں اور کمالات کو
حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکت میں جمع کر دینا۔
گیارہوں خوبی:

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت، اصحاب اور دین کے دیگر خواص
نے انتہائی سادہ زندگی گزاری۔ بادشاہی چھوڑ کر درویشی اختیار کی۔ اہل بیت پر جس
طرح دنیاوی تکالیف گذرتی تھیں ان کے بیان سے جی بھر آتا ہے۔ آپ ﷺ کے
خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چادر میں پیوند لگے ہوتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کسی
شہر کے امیر ہونے کے باوجود جنگل سے لکڑیاں کندھے پر لاتے تھے۔ اس طرح کے
سینکڑوں واقعات و حالات ہیں۔
بارہویں خوبی:

ہر سمجھدار آدمی جانتا ہے کہ جماعت میں بڑے فائدے ہیں۔ آدمی ایک جگہ
جمع ہو کر ایک دوسرے سے اپنا دکھ درد بیان کرتے ہیں اور اس طرح ایک دوسرے
کی مدد کرتے ہیں۔ اس واسطے حق تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز باجماعت فرض کر دی
تاکہ ہمسایہ اور محلہ دار ایک دوسرے سے مل سکیں۔ پھر آٹھویں دن یعنی جمعہ کو
تمام شہر کے افراد اکٹھے ہوتے ہیں اور سال میں دوبار عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے
مواقع پر وسیع علاقہ کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور پوری زندگی میں ایک بار حج کے
لئے مکہ معظمہ میں جا کر اطراف عالم کے مسلمانوں سے ملتے جلتے ہیں۔
تیرہویں خوبی:

خواتین کے لیے پردہ کا حکم جو صرف اس دین میں مخصوص طریقہ سے دیا گیا ہے۔ اور جو معاشرہ کی اہم ترین ضروریات میں سے ہے۔
چودھویں خوبی:

نشہ کی چیزوں کا حرام ہونا، نشہ کی چیزوں کے جو اثرات انسانی زندگی اور معاشرہ پر پڑتے ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ ان کی ممانعت انتہائی ضروری ہے۔
پندرہویں خوبی:

دین اسلام کی ترقی بغیر دنیاوی لالچ کے جاری ہے جب کہ دوسرے دین والے خصوصاً "عیسائی ہر طرح کے لالچ دیتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوتے۔ یہ سب اللہ کا کرم ہے کہ اسلام برابر ترقی کر رہا ہے اور اس کی حقانیت ہر سمجھدار آدمی کے دل میں گھر کرتی جا رہی ہے۔

(خوبیاں بیان کرنے کے بعد مصنف نے ان بزرگوں کے نام دے دیے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ اس زمانہ میں مسلمان ہوئے۔ اللہ پاک ان سب حضرات کی مغفرت فرمائے۔ یہ سب حضرات راہ حق کے شہسوار ہیں۔ ان کا حوصلہ اور عزم قابل ستائش ہے کہ ہر طرح کی دشواریوں کے باوجود انہوں نے دین اسلام قبول کیا اور اس طرح اپنی نجات اخروی کا سامان کیا۔
متعلقہ نمبر ۳:

”ظفر مبین“ کے مصنف نے لکھا ہے کہ

”مسٹر جان ڈیون بورڈ (John Devon Board) نے اعتراف کیا ہے کہ یہ

گھر برباد کردیئے اور چودہ سو مساجد اپنے بھائیوں کے لئے تعمیر کیں اور ان ملکوں پر بس نہ کی جب تک کہ حبشہ کے باشندوں کو مغلوب نہ کر لیا اور تمام ممالک افریقہ اسکندریہ سے بنجر (TANGIER) تک بلکہ ہسپانیہ (SPAIN) تک کو اپنی سلطنت میں شامل نہ کر لیا۔“

کرنل ٹامس نے اس اولوالعزم پیغمبر کا حال بڑی بے تکلف اور انصاف سے لکھا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس کو بھی بیان کیا جائے۔ اس مورخ نے لکھا ہے اس صحرا کے دانشمند باشندے کی آنکھیں سیاہ اور پر نور تھیں۔ دل کشادہ اور خلیق تھا۔ اس میں حرص اور طمع نہ تھی، وہ متین اور اولوالعزم تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو ہمیشہ سرگرم اور مستعد رہتے تھے اور جن کو خود حق تعالیٰ نے صداقت کے لیے پیدا کیا ہے۔ لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ مصنوعات اور مسمومات پر عمل کرتے اور ان پر قناعت کرتے ہیں لیکن وہ شخص یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خرد تھے اور اس کا نفس ہم سے بڑا راز تھا جو اس کی ذات میں عیاں تھا۔ وہ شخص سر مکوں کے عز و جلال کا مظہر تھا۔ ایسا صدق و صفا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ اللہ سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رکھتا ہے۔ ایسے شخص کا کلام ایک صدا ہے جو خود اللہ کے دل سے نکلتی ہے لوگ اس کو توجہ سے سنتے ہیں اور ان پر واجب ہے کہ دل کے کانوں سے سنیں اور کسی اور کی بات کو نہ سنیں کیونکہ باقی اور جتنی باتیں ہیں سب مثل ہوا (خواہش نفس) کے ہیں۔ ہمیشہ سے ہزاروں خیالات دور ان حج اور سفر اس شخص (آنحضرت) کے دل میں آیا کرتے تھے مثلاً ”میں کیا ہوں؟ یہ غیر محدود کائنات جس میں میں رہتا ہوں کیا ہے؟ حیات اور موت کیا ہیں؟ مجھے کیا یقین کرنا چاہیے اور کیا کرنا چاہیے؟ کوہ حرا اور کوہ سینا کے سیاہ پتھروں نے اور وحشت ناک تنہائیوں نے اس کے سوالات کا جواب نہ دیا اور نہ اس شخص کو افلاک نے جواب

دیا جو اپنے نیلگو اور نورانی ستاروں کے ساتھ گردش کر رہے تھے بلکہ اس شخص (آنحضرت) کا دل اور وحی الہی اس کو جواب دیتے تھے۔

مصنف لکھتا ہے کہ ایک خانہ نشین شخص محمد (ﷺ) نے ایسا کیا کہ اسے اس کے خاندان نے پیغمبر جان لیا۔ ایک غریب شخص محمد (ﷺ) نے اپنے ملک کے مفلس، وحشی، بھوکے اور ننگے قبائل کو معقول اور مضبوط کر دیا اور ان کو ساری دنیا سے مختلف افعال اور اطوار اختیار کرنے کی ہدایت کی۔ تیس برس سے بھی کم عرصہ میں اس مذہب کے لوگوں نے سلطان روم کو شکست دے کر ایران کے بادشاہوں کو مغلوب کر لیا۔ شام، عراق اور مصر کو فتح کر لیا اور بحر ظلمات (اٹلانٹک یا اوقیانوس) سے لے کر بحر احضر (کیسپین لیک) اور دریائے جیخوں تک کے علاقے فتح کر لیے اور بارہ سو سال تک ان کی حکومت سوائے ہسپانیہ (Spain) کے کسی اور ملک سے نہیں گئی بلکہ ان لوگوں کا مذہب براعظم ایشیا کے شمالی ممالک، وسط افریقہ اور بحر اوقیانوس۔ اٹلانٹک کے کنارے پر قائم ہے اور پھیلتا ہی جاتا ہے۔

محمد (ﷺ) ایسے اولو العزم پیغمبر تھے کہ ان کی عقل کی سرگرمی نے ایسے مذہب کی بنیاد ڈالی کہ اس نے زرتشت کے ماننے والوں کو ایسا مغلوب کیا کہ ان میں سے صرف چند خاندان ادھر ادھر باقی رہ گئے۔ انھوں نے ہندوستان پر حملہ کیا اور قدیم ہندو مذہب اور اس کے ساتھ ساتھ بدھ مذہب کو جو دور دور تک پھیلا ہوا تھا زیر کر لیا اور دریائے گنگا کے اس پار دھکیل دیا۔ اس مذہب (اسلام) کے لوگوں نے ہندوستان کے بہت سے قدیم صوبے عیسائیوں کے قبضہ سے نکال لیے اور اس ملک کا تمام مشرقی علاقہ نیز افریقہ، روم و مصر سے آبنائے جبرالٹر تک کے ممالک زیر کر لیے۔ مغربی یورپ پر حملہ کیا ہسپانیہ کے بہت سے علاقے فتح کر لیے اور ساحل سمندر سے ٹور (Tours) تک بڑھ گئے یہاں تک کہ سلطنت روم (Empire)

(Roman) کے پایہ تخت میں ہلچل مچادی اور آخر کار فتح مندی کے ساتھ قسطنطنیہ جو جدید روم کا دار الخلافہ تھا۔ میں اپنی حکومت قائم کر دی۔

مصنف لکھتا ہے کہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حضرات موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے ایک نبی کی حیثیت سے یہ بشارت دی تھی کہ آخر زمانہ میں ایک ایسا نبی ہوگا جو ہم سے بھی افضل و اولیٰ ہوگا اور حضرت مسیح کے شاگرد نے بھی وعدہ کیا ہے کہ فار قلیط، یعنی تسلی دہندہ آئے گا یہ دونوں پیش گوئیاں بلا شک و شبہ اشرف الانبیاء خاتم النبیین یعنی آنحضرت ﷺ کے بارے میں ہیں اور آپ ہی کی ذات میں ان کی تکمیل ہوئی کہ آنحضرتؐ بڑے موحد تھے۔ آپ نے بتوں اور آدمیوں اور سیارات اور ثوابت کی پرستش کی ممانعت فرمائی۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں سب کا اتفاق ہے اور جس میں کوئی ایسی حقیقت نہیں جس کو ذہن وستی مان لینا پڑے جب کہ وہ سمجھ میں نہ آئے آنحضرتؐ مشرق میں پیدا ہوئے اور اپنے مذہب کو قائم رکھا اور بت پرستی کو ملک ایشیاء اور افریقہ و مصر سے بالکل ختم کر دیا چنانچہ ان ملکوں میں اب تک اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت ہو رہی ہے۔ لاکھوں آدمیوں کے دلوں میں اسی عرب کے نبی کی ظاہری اور باطنی برکتوں نے جگہ کر لی اور ہماری نیک حتیٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کو قبول کر لیں کہ یہ معتقدین دل سے آپ کے قائل تھے اور اس پر ان کو یقین کامل تھا کہ آپ پر وحی نازل ہوتی ہے اور آپ یقیناً ”سچے نبی ہیں۔ مشرکوں کو لازمی طور پر یہ معلوم ہوا ہوگا کہ آپؐ کے مذہب کے عمدہ قواعد و قوانین اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ آپؐ کا مذہب زرتشت کے مذہب سے زیادہ صاف اور حضرت موسیٰ کے مذہب سے زیادہ پاک معلوم ہوتا تھا آنحضرتؐ کے مذہب کی صداقت اس بات سے اور بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگرچہ اس مذہب کو جاری ہوئے ایک

طویل عرصہ ہو گیا مگر اس میں اور مذاہب کی طرح مخلوق کی پرستش شروع نہیں ہوئی اور اہل اسلام نے اپنے وہم و قیاس کی متابعت نہیں کی وہ اللہ تعالیٰ کی پرستش پر قائم رہے ہیں۔ ان کے عقیدے کی بنیاد یہ چند الفاظ ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔
 ”میں اللہ اور اس کے نبی کا یقین کرتا ہوں۔“ آپؐ کی عمر کے ہر ایک کام سے یہ بات بخوبی ظاہر ہے کہ آپؐ میں بلند نظری (غور) کا عیب ہرگز نہ تھا اور جب ہم اس امر پر غور کریں کہ آپؐ نے بلوجود اس بات کے کہ اسلام آپؐ کی زندگی ہی میں خوب پھیل گیا تھا اور آپؐ کو حکومت بھی حاصل ہو گئی تھی لیکن آپؐ نے اس سے ہرگز اس سے کوئی ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا اور دنیا سے پردہ پوشی تک اسی طرح سیدھی سادی وضع رکھی جیسی کہ پہلے سے تھی۔ یہ بات ہمارے اس قول کی تائید کرتی ہے کہ آنحضرتؐ مغرور نہ تھے یہ بات بھی یقینی ہے کہ بت پرستی کا ختم کرنا اور ایک ایسی قوم میں جو حد درجہ کی بت پرست تھی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی بنیاد ڈالنا ایسا کام تھا جس کے لیے اللہ تعالیٰ ہی نے آپؐ کو مقرر کیا تھا۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ آنحضرتؐ نے عرب میں اللہ تعالیٰ واحد مطلق کی عبادت قائم کی اور اس ملک سے بت پرستی ایسی ختم ہوئی کہ وہ ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ گزر گیا اب تک پھر کبھی ظاہر نہیں ہوئی۔ کیا یہ بات خیال میں آسکتی ہے کہ جس شخص نے بت پرستی جیسے ناپسندیدہ فعل کو جس میں اس کے ہم وطن یعنی اہل عرب مدت سے گرفتار تھے ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت قائم کر کے دیرپا اصلاحات کیں۔ مثلاً ”دختر کشی بند کرائی“ نشہ آور چیزوں کے استعمال سے منع کیا“ قمار بازی سے روک۔ کثرت ازدواج کو کنٹرول کیا۔

مختصراً ”ایسے عظیم مصلح کو ہم کیسے فریبی ٹھہرا سکتے ہیں اور کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس کی یہ سب کارروائی مکر پر مبنی تھی۔ نہیں ایسا نہیں تھا اور نہ ایسا کہا جاسکتا

ہے۔ بلا شک و شبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر و خوبی، نیک نیتی اور ایمانداری کے علاوہ کسی اور سبب سے ایسے استقلال کے ساتھ اپنی کارروائی پر ابتدائے نزول وحی سے جو حضرت خدیجہؓ نے بیان فرمائی آخر دم تک جب حضرت عائشہؓ کی گود میں آپ ﷺ نے شدت مرض میں پائی مستعد نہیں رہ سکتے تھے۔ جو لوگ ہر وقت ان کے پاس رہتے تھے اور جو ان سے بہت ربط و ضبط رکھتے تھے ان کو کبھی ریاکاری کا شبہ نہیں ہوا اور کبھی انھوں نے اپنے نیک برتاؤ سے تجاوز نہیں کیا۔ بے شک ایک نیک اور صادق شخص جس کو اپنے خالق پر بھروسہ ہوا اور جو ایمان اور رسم و رواج میں بہت بری اصلاح کرے حقیقت میں صاف صاف اللہ کا ایک آلہ کار ہوتا ہے اور اس کو پیغمبر کہہ سکتے ہیں اور اس کے پیغمبر ہونے پر کیوں یقین نہ کیا جائے جس کو اللہ نے اس کی قوم اور اس کے ملک میں اللہ کی وحدانیت اور تعظیم سکھانے کے لئے اور ان کی حالت کے مناسب ان کو ملکی اور اخلاقی امور میں نصیحت کرنے کے لئے بھیجا تھا جو راست بازی اور نیک کرداری کی تلقین کرتا تھا۔

ایڈورڈ گبن (EDWARD GIBBON) رقم طراز ہے کہ: محمد ﷺ کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک و صاف ہے۔ قرآن پاک اللہ کی وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہے۔ مکہ کے پیغمبر ﷺ نے بتوں کی، انسانوں کی، ستاروں کی، اور سیاروں کی پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کیا کہ جو شے طلوع ہو کر غروب ہو جائے وہ حادث ہے اور جو حادث ہوتی ہے وہ فانی ہوتی ہے۔ جو زوال کے قابل ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے۔ اس نے اپنی معقول سرگرمی سے کائنات کے بانی کو ایک ایسا وجود تسلیم کیا ہے جس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا ہے نہ وہ کسی شکل میں محدود ہے نہ کسی مکان میں اور نہ کوئی اس کا ثانی موجود ہے۔ جس سے اس کو تشبیہ دی

جائسکے۔ وہ ہمارے نہایت خفیہ ارادوں پر بھی سمجھ رہتا ہے۔ وہ بغیر کسی اسباب کے بھی موجود ہے۔ اخلاق اور عمل کا مکمل جو اس کو حاصل ہے وہ اس کو اپنی ہی ذات سے ہے۔ ان بڑے بڑے حقائق کو پیغمبر نے عام کیا اور اس کے ماننے والوں نے اس کو نہایت مستحکم طور سے قبول کیا اور قرآن پاک کے مفسروں نے معقولیت کے ذریعہ سے بہت درستی کے ساتھ ان پر بحث کی۔ مسلمانوں کے مذکورہ بالا عقیدے کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایسا عقیدہ ہے جو ہمارے موجودہ اور اک اور قوائے عقلی سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ جب ہم نے اس نامعلوم چیز کو یعنی خدا کو زمان مکان اور حرکت اور مادہ اور حس اور فکر کے اوصاف سے مبرا کر دیا تو پھر ہمارے خیال کرنے اور سمجھنے کے لئے کیا چیز باقی رہی۔ وہ اول یعنی ذات باری تعالیٰ جس کی بنا عقل اور وحی پر ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے استحکام کو پہنچی۔ چنانچہ اس کے معتقد ہندوستان سے لے کر مراکو تک موحد کے لقب سے ممتاز ہیں اور بتوں کو ممنوع سمجھنے سے بت پرستی کا خطرہ مٹا دیا گیا ہے۔

مسٹر ٹامس کارلائل (THOMAS CARLYLE) لکھتے ہیں کہ ہم لوگ یعنی عیسائیوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ محمد ﷺ (نغوز باللہ) ایک بڑا پرفن اور فطرتی شخص اور گویا جھوٹ کے اوتار تھے اور ان کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا تو وہ ہے یہ سب باتیں لوگوں کی نزدیک غلط ٹھہرتی جاتی ہیں۔ اور جو جو جھوٹ باتیں کو تاہ اندیش اور مذہبی جوش رکھنے والے آدمیوں (عیسائیوں) نے اس انسان (یعنی محمد ﷺ) کی نسبت قائم کی تھیں اب وہ الزامات قطعاً ہماری روسیاستی کے باعث ہیں چنانچہ ایک بات یہ مشہور ہے کہ پاکوک (DV: POCOCK) نے جب کردینی صاحب (It ENRY STOB) کی۔

(RISE AND PROGRESS OF MAHONMETANIM) کے

مطابق GROTIUS سے پوچھا کہ تم نے جو یہ قصہ لکھا ہے کہ محمد ﷺ نے ایک کبوتر کو تعلیم کیا تھا کہ وہ ان کے کان میں سے میل نکالا کرتا تھا اور مشہور کیا تھا کہ وہ فرشتہ ہے جو ان کے پاس وحی لایا کرتا ہے تو اس قصہ کی کیا سند ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ اس قصہ کی کوئی سند نہیں اور کوئی ثبوت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وقت آگیا ہے کہ ایسے ایسے قصوں کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ جو باتیں اس انسان (یعنی محمد ﷺ) نے اپنی زبان سے نکالیں بارہ سو برس سے اٹھارہ کروڑ آدمیوں کے دل بمنزل ہدایت کے قائم ہیں۔ ان اٹھارہ کروڑ آدمیوں کو بھی اسی طرح خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس وقت جتنے آدمی محمد ﷺ کے کلام پر اعتقاد رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کسی کلام پر اس زمانہ کے لوگ یقین نہیں رکھتے۔ پھر کیا ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ جس کلام پر اللہ تعالیٰ کی اس قدر مخلوق زندگی بسر کرگئی اور اس پر مرگئی کیا وہ ایک ایسا کھیل ہے جیسا کہ ایک بازی گر کا ہوتا ہے؟ میں اپنے نزدیک ہرگز ایسا خیال نہیں کر سکتا بلکہ میں بہ نسبت اور چیزوں کے اس پر جلد یقین کرتا ہوں اگر جھوٹی اور فریب کی باتیں دنیا میں اس قدر زوردار رواج پکڑ جائیں تو پھر اس دنیا کی نسبت کوئی کیا سمجھے گا۔ اس قسم کے خیالات جو بہت پھیلے ہوئے ہیں بہت ہی افسوس کے قابل ہیں۔ اگر ہمیں خدا کی سچی مخلوق کا علم کچھ حاصل کرنا منظور ہو تو ہم کو ایسی باتوں پر ہرگز یقین نہیں کرنا چاہئے۔ وہ باتیں ایسے زمانہ میں پھیلی تھیں جب کہ توہمات کو بہت دخل تھا اور انھیں کے سبب سے خیال تھا کہ آدمی کی روحیں غمگین خرابی میں پڑی ہوئی ہیں جو ان کی ہلاکت کا سبب ہے۔ میرے نزدیک اس خیال سے ایک جھوٹے آدمی نے ایک مذہب قائم کیا اور کوئی اس سے زیادہ اور ناخدا پرست خیال دنیا میں نہیں پھیلا۔

بھلا یہ کب ہو سکتا ہے کہ ایک جھوٹا آدمی چونہ، اینٹ اور مسالہ کی حقیقت

کو بچ جانے اور پختہ مکان بنالے اور پختہ مکان کس لئے ہو گا بلکہ خاک کا ایک ڈھیر ہو گا۔ بارہ سو برس تک اس کو کب قیام ہو سکتا ہے اور اٹھارہ کروڑ آدمی اس پر کب رہ سکتے ہیں بلکہ اب تک وہ مکان کبھی کاسر کے بل گر پڑا ہوتا۔ ضروری ہے کہ ایک آدمی اپنے طریقوں کو قانون قدرت کے سامانوں کی حقیقت سمجھے اور اس پر عمل کر لے ورنہ قدرت سے اس کو یہ جواب ملے گا کہ نہیں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جو قوانین اور قاعدے خاص ہیں وہ خاص ہی رہتے ہیں عام نہیں ہو جاتے۔

افسوس ہے کہ کاک دیا جیسا شخص (یہ نام دراصل GROTIUS ہوتا چاہئے) اور ایسے ہی بہت سے دنیا کے شریر اور وہ لوگ کہ چند روز کے لئے اپنی فطرت سے کامیاب ہو جاتے ہیں مگر ان کی کامیابی ایک جعلی ہنڈی کی مانند ہوتی ہے۔ جن کو وہ اپنے نالائق ہاتھوں سے جاری کرتے ہیں اور خود الگ تھلگ رہتے ہیں اوروں کو ان کی وجہ سے نقصان پہنچتا ہے مگر قدرت آگ کے شعلوں اور فرانسیسی ہنگاموں اور اسی قسم کی غضبناک چیزوں سے ظاہر کر دیتی ہے کہ جعلی ہنڈیاں جعلی ہی ہوتی ہیں۔

جارج سیل (GEORGE SALE) نے بھی اپنے ترجمہ قرآن میں اس شخص (جناب محمد ﷺ) کی تکذیب بہت سرگرمی سے کی تھی۔ اور لالہ اندرمن کی طرح اسلام کی مذمت کی تھی۔ چنانچہ وہ بھی لکھتا ہے کہ میں اس سے متفق نہیں بلاشک و شبہ جناب محمد ﷺ اپنے دل میں بخوبی یقین رکھتے تھے کہ خدا واجد ہے جو ان سب کا بڑا مسئلہ تھا جس کو پھیلانے میں انھوں نے پوری توجہ دی۔

دیکھئے یہ سب اقوال اسلام کے مخالفین کے ہیں۔ جن سے دین اسلام کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔

حواشی

۱۔ چنانچہ تیرھویں صدی ہجری میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تجدید دین کے لئے اہم کام کیا۔

۲۔ انگریزی قانون میں صرف معاملات ہیں جبکہ شریعت زندگی کے سب شعبوں پر محیط ہے۔

۳۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر ہونے پر مبعوث ہوئے اور تریسٹھ سال کی عمر ہوئی۔

۴۔ اسی باب کے آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

ختم شد

